إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ

نقوشِ زندگی

عمدۃ المتکلمین رئیس المناظرین استاذ العلماء وکیل صحابہ

حضرت علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی زید مجدہم

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ

امام اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور صاحب لکھنوی قدس سرہ

حضرت علامہ تونسوی مدظلہم کے حالات زندگی، فکر و عمل اور جہد و کردار کے چند نقوش

نیز مناظرات و مباحث میں حضرت والا کے پیش کردہ علمی نکات و دقائق کا انمول مرقع

(تالیف) مولانا محمد عبدالحمید تونسوی

ناشر مکتبہ جامعہ عثمانیہ

جامع مسجد قبا، تونسہ شریف

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ

نقوشِ زندگی

عمدۃ المتکلمین رئیس المناظرین استاذ العلماء وکیل صحابہؓ حضرت علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسوی زید مجدھم

(تلمیذ رشید)

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ • امام اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور صاحب لکھنوی قدس سرہٗ

حضرت علامہ تونسوی مدظلہم کے حالاتِ زندگی، فکر و عمل اور جہد و کردار کے چند نقوش
نیز مناظرات و مباحث میں حضرت والا کے پیش کردہ علمی نکات و دقائق کا انمول مرقع

(تالیف) مولانا محمد عبدالحمید تونسوی

ناشر

مکتبہ جامعہ عثمانیہ

جامع مسجد قبا، تونسہ شریف

نام کتاب	:	نقوش زندگی
مؤلف	:	مولانا محمد عبدالحمید تونسوی
مطبع	:	
کمپوزنگ	:	سعیدالرحمٰن، اسلام آباد
ناشر	:	مکتبہ عثمانیہ تونسہ شریف
قیمت	:	

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ عثمانیہ : جامعہ عثمانیہ، جامع مسجد قبا
تونسہ شریف، فون ۲۵۱۲-۰۶۵۱۰

(۲) مکتبہ تنظیم اہلسنت : مرکزی دفتر تنظیم اہلسنت والجماعت
چوک نواں شہر، ابدالی روڈ، ملتان
فون ۵۱۸۷۹۴-۰۶۱

(۳) عظیم کتاب گھر : بلاک نمبر (۱۰) ڈیرہ غازی خان
فون: ۴۶۹۹۴۹-۰۶۴۱

فہرست


بسم الله الرحمن الرحيم

ؔ نقشِ جس کی زندگی کے، ہیں اکابر کے نقوش
فکرِ جس کی ترجماں ہے اہلِ سُنّت کی مدام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن اولین

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین وعلی آله وأصحابه أجمعین ... أما بعد!

مسلمانوں میں علم تاریخ کا آغاز واقعات سیرت کو محفوظ رکھنے سے ہوا، مسلم قوم کی علم تاریخ سے دلچسپی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے اکابرین کے نقوش زندگی کو کتاب وسنت کی عملی تفسیر گردانتے تھے اور ان سے بے حد محبت وعقیدت کے باعث ان کے حالات کو ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔

دل کو رہتی ہے اسی لمحۂ ماضی کی تلاش!
جانے اس گمشدہ آواز میں کیا رکھا ہے؟

اہل نظر سے مخفی نہیں کہ سیرت نگاری کا کام جو کہ زمانہ قدیم سے جاری ہے مسلمانوں کی خصوصیات میں سے ہے اسی کی پیروی میں راقم الحروف ایک عظیم المرتبت شخصیت کی سوانح حیات تاریخ کے دامن میں محفوظ کرنے کی سعی کر رہا ہے جنہیں دنیا رئیس المناظرین امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد الستار صاحب تونسوی مدظلہ کے نام سے پہچانتی ہے اس عظیم کام کیلئے متعدد بار احباب نے اصرار کیا مگر اس کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ ایسی بلند پایا ہستی، دجلہ علوم وفنون کی سوانح حیات لکھنا ان کے ہم عصر وہم پلہ

مصنف کو ہی زیبا ہے راقم کو ہمیشہ اپنی کم علمی بے مائیگی کا احساس شدید اس سے مانع رہا، دوستوں کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اپنی بے بضاعتی عزم وارادے کو پامال کرتی رہی یہاں تک کہ ہمارے ایک مخلص دوست مولانا فقیر محمد صاحب عثمانی نے ہمت کر کے ''خطبات تونسوی'' کے نام سے حضرت تونسوی مدظلہ کی سوانح مع خطبات کے چند اقتباسات پر مشتمل ایک مختصر سا رسالہ شائع کر دیا، مگر مولانا فقیر محمد صاحب کی اس وجیز تحریر سے نہ تو حضرت تونسوی کی جلالت شان، رزانت علمی اور عبقریت کی ترجمانی ہوئی اور نہ ہی ان کے فکر وعمل کی توضیح بلکہ ''سوانح تونسوی'' کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا۔

علاوہ ازیں عام طور پر کسی عالم دین کی سوانح حیات اس وقت مرتب کی جاتی ہے جب وہ خود دنیا میں نہیں ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کے دل میں انکی سیرت پڑھنے کے بعد انکی صحبت سے استفادہ کا شوق پیدا ہو تو عملاً اس کی تکمیل ناممکن ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ سیرت نگاری میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، صاحب سیرت کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ایسے واقعات کی تردید بھی نہیں ہوسکتی اور حقائق بھی واضح نہیں ہو پاتے۔

ان وجوہ کی بنا پر راقم اثیم نے بتوکل خداوند کریم اس امر ذیشان کی ابتداء کر ہی دی۔

؎ میری انتہائے نگارش یہی ہے
تیرے نام سے ابتداء کر رہا ہوں

یہ کتاب جو قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اسکے بارے میں یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اسمیں حضرت اقدس علامہ تونسوی زید مجدہ کی شخصیت کے جملہ پہلوؤں کی تفصیلات کا

احاطہ کیا گیا ہے آپ جیسی قدسی صفات، عالی مرتبت ذات گرامی کے حوالے سے ایسا دعویٰ محال ہے، کیونکہ ایک عالم ربانی' مجاہد ملت' ولی اللہ' صاحب علم ومعرفت اور صلاحیت واستعداد کی حامل بلند پایہ شخصیت کے قلب ودماغ اور فہم وفراست کی بلندتر کیفیت ایسی ہے جسے حیطۂ تحریر میں لاکر بیان کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

اس حوالے سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ نے جامع بات ارشاد فرمائی کہ:

''لوگ بزرگوں کی سوانح عمریاں لکھتے ہیں کہ فلاں جگہ' فلاں خاندان' میں پیدا ہوئے' اور یہ ہوا' وہ ہوا' یہ فرمایا' وہ فرمایا' ایسا کیا' ویسا کیا اور آخر فلاں سن میں وصال ہوگیا۔ مگر لکھنے والے (قلب کی) اس راحت اور حالت کے متعلق کیا لکھ سکتے ہیں اور کیسے لکھ سکتے ہیں جو اللہ والوں کو دنیا میں ہی حاصل ہے، کہ وہ نہ اسے بیان کرتے ہیں، اور نہ ہی وہ کہے میں آسکتی ہے، تو یہ سوانح عمریاں کیا ہوئیں!؟ جب زندگی کی اصل بات ہی کا اسمیں ذکر نہ آیا''

(مجالس حضرت رائے پوری صفحہ ۵۷)

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

البتہ زیرنظر کتاب میں ادنیٰ سی کوشش یہ ضرور رہی ہے کہ حضرت العلامہ مولانا تونسوی مدظلہ کی حیات کے چند نقوش پیش کردیئے جائیں، جن سے آپ کے فکر وعمل' جہد

وکردار، کے حوالے سے کارہائے نمایاں کا تحریری مجموعہ منصۂ شہود پہ آسکے، اس طرح یہ کتاب حضرت والا کی حیات کے چند بنیادی پہلوؤں کو بڑی حد تک واضح کرتی ہے، مگر باوجود اس کے سوانح کا یہ کام صاحب سوانح کے شایان شان نہیں ہوسکا، کیونکہ ایک کتاب کی تالیف جس میں معیاری مواد کی فراہمی اور حسن ترتیب وتحریر کا لحاظ رکھا گیا ہو، جانکاہی کا کام ہے، احقر کو نہ دعویٰ کمال فن ہے' نہ ادعائے جمال تحریر، تاہم اپنی حقیری سی مخلصانہ کوشش اہل نظر کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تاکہ اکابرین کے حالات وارشادات جو کہ انسانی سیرت کی اصلاح وتکمیل میں بہت مؤثر ثابت ہوتے ہیں، سے سب خواص وعوام کو فائدہ ہوسکے، اہل علم سے گذارش ہے کہ ہماری علمی فروگذاشتوں اور حالات وواقعات اور نظریات کے باب میں کسی حوالے سے اگر تسامحات وزلات محسوس کریں تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

دعا ہے کہ اللہ کریم اس ناکارہ کی خدمت کو قبول فرمائے اور اسے سب مسلمانوں کیلئے نافع بنائے۔ آمین

محمد عبدالحمید تونسوی

۵ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

بمطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۹۹ء

میرا تعلق حضرت تونسوی مدظلہم سے

میری نشو ونما اس زمانے میں ہوئی جب نانا جان سیدی وسندی حضرت اقدس علامہ تونسوی زیدت معالیہم کی علمی بصیرت، تدریسی قابلیت' منفرد انداز خطابت اورفن مناظرہ کی شہرت بام عروج کو پہنچ چکی تھی۔ مجھے اپنی عمر کا بیشتر حصہ حضرت ناناجی کے ہاں گزارنے کا موقع ملا، اس لئے کہ میری پیدائش کے چند دن بعد ہی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، اور محترم والد بزرگوار نے میرا ننھیال کے ہاں رہنا ہی زیادہ مناسب سمجھا، جونہی ہوش سنبھالا تو مذہبی وعلمی ماحول پایا، تونسہ شریف میں اکثر وبیشتر ہمارے حضرت کے ہاں علماء کرام کی آمد ورفت رہتی، علمی مباحث، دینی مسائل مذہبی محافل وغیرہ کا اہتمام رہتا، امام اہل سنت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ علامۃ الزمان ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ حضرت علامہ دوست محمد قریشیؒ تبحر عالم دین مولانا محمد جمال صاحبؒ آف سوکڑ' جامع المعقول و المنقول مولانا محمد احسان الحق تونسوی (برادر حضرت تونسوی) جیسے اکابرین کی باہمی علمی مشاورت کا دیکھنا مجھے لڑکپن سے ہی نصیب ہوا ان حضرات کی بلند نظری، عالی حوصلگی، احیاء اسلام کی دعوت، تفکر فی الدین اور مسلک اہل سنت کے دفاع کی سرگرمیاں وہ بنیادی فکری اثاثے ہیں جو ہمیں ورثے میں ملے ہیں دراصل ہمیشہ سے اکابرین وسلف صالحین کے فکر وعمل اور جدوجہد وکردار میں یہی جامعیت کا رنگ بڑا واضح اور روشن نظر آتا ہے مثلاً

ہندوستان میں اسلام کی تجدید واحیاء کے لئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ جیسے لوگوں کی جدوجہد نہ ہوتی تو وہاں کی تہذیب وفلسفہ اسلام اور اہل اسلام کو نگل جاتا اسی طرح ہندوستان ہی میں بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ قطب وقت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نامور محقق مولانا احتشام الدین مرادآبادیؒ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ مناظر اعظم مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور پاکستان میں رئیس المناظرین علامہ محمد عبدالستار تونسوی مدظلہ جیسی شخصیات اور اساطین علم وفن نے اعدائے اسلام بالخصوص روافض زمانہ کے خطرناک ہتھکنڈوں سے اسلام کا دفاع کیا ان میں ہر ایک کی مساعی جمیلہ قابل ستائش ہیں ایسے ہی پاک نفوس کی بدولت دنیا کا قیام اور دین کی حفاظت ہے۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوتؐ کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

مگر پروپیگنڈہ کے اس دور میں سبائیت نے جو روپ دھارا اور کتاب وسنت

کے خلاف نشر واشاعت، اصحابؓ رسول کے خلاف طعن وتشنیع کا ایسا وطیرہ اختیار کیا جس سے عوام ہی نہیں خواص بھی دم بخود ہونے لگے ان حالات میں جو کام اللہ تعالی نے حضرت تونسوی مدظلہ سے لیا ہے اس سے وہ اپنے معاصرین میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ مسلک اہلسنت والجماعت کا مکمل و مدلل دفاع، روافض کے کفریات وہفوات سے پردہ دری، اصحابؓ پیغمبرؐ کی وکالت، علماء کی فکری ونظری تربیت ایسے اہم امور ہیں جن سے انکی شان نکھر کر سامنے آتی ہے۔

بندہ کو گھر میں بھی حضرت کو قریب سے قریب تر ہو کر دیکھنے کا موقع ملا گھر کی معیت میں کوئی نمائش اور تصنع باقی نہیں رہتا، حضرت کی عادات مبارکہ اور اخلاق حمیدہ کا ہر زاویہ جو کہ ان کی زندگی کی مکمل طور پر غمازی کر سکتا ہے کی مثال ایک کھلی کتاب کی سی ہے ان کی شخصیت کسی کنج مکان یا نہانخانہ میں روپوش نہیں بلکہ انہیں ہزاروں لاکھوں انسان ہر روز بر سر منبر جلوہ افروز دیکھتے ہیں ہر شخص ان کے کردار وعمل کا بنظر غائر مطالعہ کر سکتا ہے وہ اس پیرانہ سالی میں بھی کتاب وسنت کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے میں مصروف عمل ہیں اور اپنے آپ کو عظمت صحابہؓ کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں آج ہزاروں علماء بلا واسطہ ان سے تلمذ اور لاکھوں مسلمان ان سے رابطہ ارادت وعقیدت رکھتے ہیں۔

خوش بیان ، بے مثل واعظ عصر حاضر کا کلیم
خیر کا داعی سراپا خیر بے شر تونسوی
لفظ جن کے ہیں برائے رفض تیغ بے نیام
اہل سنت کے لئے رحمت کا مظہر تونسوی

حضرت ہمہ وقت اسلام کی عظمت رفتہ اور مسلمانوں کے اقبال گزشتہ کے لئے

سب سے زیادہ فکرمند رہتے ہیں وہ اتحاد بین المسلمین کے داعی ہیں ایک عظیم مبلغ اور مصلح ہیں ان کی تقاریر سے اہلسنت کو انتہائی تقویت ملی ہے پاکستان کی تاریخ میں انہوں نے پہلی مرتبہ اہلسنت اور اہل تشیع کو دو الگ الگ نظریات قرار دے کر اسے ثابت کر کے دکھایا ہے جسکا دنیا کی کوئی طاقت انکار نہیں کرسکی یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں انہیں علماء وعوام میں ایک مسلمہ حیثیت حاصل ہے اور ان کی گفتگو کو معیار تحقیق گردانا جاتا ہے۔

سیدی ومرشدی حضرت اقدس نانا جان علامہ تونسوی زید مجدہم کے ساتھ نسبی رشتہ کے علاوہ اس ناچیز کا تعلیمی وروحانی تعلق بھی ہے یعنی وہ میرے استاذ ومربی اور مرشد بھی ہیں۔ بحمد للہ راقم آثم نے باقاعدہ طور پر حضرت سے استفادہ کیا بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دوران تعلیم ہم پر انکی خصوصی نظر ہوا کرتی تھی، یہ ناچیز اور محترم ماموں عبداللطیف صاحب ایک ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے جونہی سال ختم ہوتا گھر واپسی ہوتی تو حضرت کی آمد کا خطرہ رہتا کہ آکر امتحان ضرور لیں گے۔ چنانچہ جب آپ تشریف لاتے تو ہمیں بلا کر سارے سال کا حال اور اسباق کی تفصیل پوچھتے اور ہمارے بارے میں حضرت مولانا احسان الحق صاحب سے خصوصی مشورہ فرماتے۔ ایک مرتبہ چھٹیوں میں احقر گھر آیا ہوا تھا کہ آپ تشریف لائے مجھے بلا کر دریافت فرمایا کہ کون کونسی کتب پڑھی ہیں، میری زبان سے بے ساختہ میبذی اور شرح عقائد کے نام نکل گئے، فرمایا جاؤ کتب خانہ سے دونوں کتابیں لے آؤ تعمیل حکم میں دونوں کتابیں میں لے آیا مگر اتنا مرعوب ہوا کہ ''دانستہ، نادانستہ برابر شد'' حضرت نے شرح عقائد کی عبارت لعن الله عليه وعلى وأعوانه وأنصاره ... (شرح عقائد صفحہ نمبر ۱۱۳)

سے تین چار سطریں پڑھوائیں، اور ترجمہ کروایا میں نے دونوں کتابیں جلدی

المکرّم استاذ مولانا احسان الحق صاحب تونسوی سے پڑھی تھیں بس ان کی روحانیت کام آگئی اور بات کو طول دے کر اور کچھ چرب لسانی سے کام لیتے ہوئے گذارا کیا، پھر حضرت نے خود ہی اس کی توضیح فرمائی اور شرح عقائد کی شرح ''نبراس'' اور ''خیالی'' کی عبارتیں زبانی پڑھتے ہوئے اہل سنت کا مسلک بیان فرمایا، بہر حال حضرت خوش ہوئے اور مجھے شعبان اور رمضان میں دارالمبلغین مرکز تنظیم اہل سنت ملتان کی تربیتی مناظرہ کلاس میں پہنچنے کا حکم دیا احقر نے وہاں جاکر فرق باطلہ بالخصوص روافض کے عقائد ،مطاعن اعتراضات مع جوابات حضرت ہی سے پڑھے اور فن مناظرہ کی تربیت حاصل کی، دوران اسباق عربی ادب محاورات، صیغے، مفردات کی جموع جب حضرت بیان فرماتے تو منتہی طلباء وعلماء ششدر رہ جاتے تھے، حضرت فرمایا کرتے تھے:

''اگر مدارس والے حضرات مجھ سے مشورہ لیتے تو میں انہیں روافض کی کتب کو نصاب میں شامل کرنے کا مشورہ دیتا، اس سے عربی ادب سے واقفیت کے ساتھ ادق عبارات سے طلبہ کی استعداد بھی بنتی اور شیعہ نظریات سے آگہی بھی، اس وقت المیہ یہ ہے کہ نسل نو نہ تو اپنے صحیح عقائد ونظریات سے واقف ہے اور نہ ہی دشمنان اسلام کے نظریات اور منصوبوں سے آگاہ، ان کے اعتراضات کے جوابات تو بہت دور کی بات ہے''

حضرت نے ہمیشہ اپنے تلامذہ کو انہی مقاصد کی طرف متوجہ کرکے انہیں اپنے اکابر کی طرز فکر پر کام کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

تربیتی کورسز اور دار العلوم کبیر والا میں دورہ حدیث سے فراغت کے بعد آپ نے مجھے مدرسہ محمدیہ شادن لنڈ (ضلع ڈیرہ غازیخان) میں تدریس کا حکم فرمایا، ساتھ ہی

تبلیغی میدان میں کام کرنے کیلئے وقتاً فوقتاً ہدایات دیتے رہے، تاحال ہر قسم کے اشکالات انہیں کے سامنے پیش کرتا ہوں تو حضرت عقلی ونقلی طور پر مطمئن فرماتے ہیں، اکثر وبیشتر ان کے ہمراہ ملک کے طول وعرض میں جانے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے ان کی دعاؤں کے سبب وہ وقت بھی آیا کہ یہ ناکارہ پہلی مرتبہ حضرت کی معیت میں ڈیرہ اسماعیل خان شہر کی جامع مسجد کلاں میں تنظیم اہل سنت ڈیرہ کے زیر اہتمام سیرت فاروق اعظمؓ کانفرنس میں شمولیت کی غرض سے پہنچا بعد از نماز عشاء کانفرنس شروع ہوئی، متعدد علماء ومقررین نے خطاب کیا جب حضرت والا سٹیج پر تشریف لائے تو آتے ہی مجھے بیان کرنے کا حکم دیا حضرت کی موجودگی میں مجھ جیسے نااہل کیلئے یہ بہت بڑا امتحان تھا، بس اس دن بھی انکی روحانیت کام آئی خدا جانے کیا کچھ کہا یاد بھی نہیں احقر کا سارا سرمایہ بضاعۃ مزجاۃ ہی تھا بہرکیف حضرت بہت خوش ہوئے اور خوب دعا دی، بعد میں آپ نے اپنا علمی بیان فرمایا خلفائے راشدینؓ کے بارے میں اہل سنت کا موقف حضرات شیخینؓ کے فضائل، حضرت معاویہؓ اور خلفائے راشدینؓ میں فرق، مقام فاروقؓ بزبان علی المرتضیٰؓ ابن ابی طالب شیعہ کتب سے اس انداز سے بیان فرمایا کہ عوام ہی نہیں خواص علماء کرام بھی انگشت بدنداں تھے، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب صدر تنظیم اہل سنت ڈیرہ اسماعیل خان جیسے معمر بزرگ عالم دین فرمانے لگے کہ خلافت راشدہ کا حقیقی مفہوم لوگوں کو آج سمجھ آیا ہے لگتا یوں ہے کہ حضرت تونسوی مدظلہ مجمع البحار ہیں، بلکہ مجمع بحار الانوار ہیں۔ ایسی ہستیوں کے رخصت ہونے کے بعد ان کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

؎ کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

تعارف رئیس المناظرین

عصر حاضر کا وہ عظیم دانشور جس نے اپنی عبقریت اور علمی رزانت کے لافانی نقوش تاریخ عالم پر ثبت کئے، جس نے تبحر، تعمق اور تحقیقات علمیہ میں وہ منفرد مقام حاصل کیا کہ سالہا سال کی کاوشیں اسکی علمی تحقیق و تدقیق کے مقابلے میں ہیچ نظر آنے لگیں۔

؎ اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

اِک عاشق رسولؐ اسوہ صحابہؓ کا سچا پیرو، مصلح خلق، شیخ وقت، سرمایہء اہل سنت نمونہ اسلاف، شعلہ نوا مقرر، کہنہ مشق مدرس، عوام وخواص میں بے حد مقبول، ایسا جہیر الصوت کہ جسکی شیرانہ گرج سے باطل لرزہ براندام ہے وہ بطل غیور کہ جسکی عشق صحابہؓ میں ڈوبی ہوئی للکار نے نہ صرف خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کیا بلکہ دنیا کے کروڑوں انسانوں کے عقائد کو جلا بخشی، ایسا کامیاب مناظر کہ جس نے خرمن رفض کو صداقت کی شعلہ نوائی سے بھسم کر دیا اور ایسا خطیب لبیب کہ جس نے برسر میدان شیعہ نظریات و ہفوات کو طشت از بام کیا وہ جادہ حق کا ایسا راہی کہ جسے حوادثات زمانہ اپنے مقاصد سے نہ ہٹا سکے، جس کی روشن حکمت، بلند معنویت اور نمایاں شجاعت نے معرکہء حق و باطل میں نمایاں کامیابی حاصل کی جس سے اہل سنت کا مذہبی تشخص قائم ہوا۔

اہل نظران کی شان وجاہت کو یوں بیان کرتے ہیں... "بسطة فی العلم والجسم" کا مصداق، طویل القامت، کشادہ پیشانی، بارعب موٹی آنکھیں، مشت بھر سے لمبی سفید پرنور لحیہ مبارک، ہاتھ میں عصاء سر پر مسنون دستار، سفید لباس میں ملبوس اپنا علمی اثاثہ (کتابیں) ساتھ لئے ملک کے طول عرض میں ہی نہیں بلکہ اطراف عالم میں پیغام اسلام پہنچانے والی نابغہ روزگار شخصیت ... جو اس تمہید کا عنوان ہے، کا نام نامی اسم گرامی رئیس المناظرین علامہ مولانا

محمد عبدالستار صاحب تونسوی دامت برکاتہم العالیہ

یوں تو خداوند عالم نے آپ کو جملہ علوم وفنون میں دسترس عطا فرمائی ہے لیکن اہل سنت والجماعت کی حقانیت وبراہین کے حوالے سے آپ کی شان نہایت اعلی وارفع ہے کتاب وسنت سے فرقہائے باطلہ کا سد باب اور خاص طور پر رافضیت کے رد میں براہین وبینات اور شیعہ کتب سے دلائل کے گوشوں کا انکشاف، صحابہ کرامؓ کی عظمت ونزہت کی اجاگری اور فن مناظرہ کی مہارت میں انکا کوئی ثانی نہیں، تدریس وتقریر میں اہل باطل کے سوالات کے عقلی ونقلی جوابات دیتے ہوئے جب وہ اہل سنت کا تحقق وتفوق بیان کرتے ہیں تو باطل کو کہیں چھپنے کی جگہ نہیں ملتی، انہوں نے روافض کا ایسا علمی تعاقب کیا کہ ان کے پاس دلائل کی دنیا میں جواب دینے کی ہمت نہ رہی، آج اگر چار دانگ عالم میں شیعیت کے خلاف آواز بلند ہوتی ہے تو اس کا سرچشمہ حضرت تونسوی مدظلہ کی ذات گرامی ہے جنہوں نے ہزاروں علماء اور لاکھوں سنیوں کی نظریاتی تربیت کر کے انہیں فکری شعور دیا ہے اسی سے حضرت کا علم وفن انکی جامعیت وغزارات علمیہ ایک حقیقت بن کر

سامنے آتی ہے۔

؎ علم کے چشمے بہت ہیں علم کے دریا بھی ہیں
ہے علوم دین کا لیکن سمندر تونسوی
بھاگتا ہے رفض جس کے سایہء توقیر سے
دبدبہ شوکت بجا دل کا سمندر تونسوی

لیکن شپرہ چشم افراد زمانہ کی یہ ستم ظریفی بھی مؤرخ کو نظر انداز نہ کرنی چاہئے کہ جن کے ہاں اس رئیس المناظرین اور سرمایہ اہل سنت کی توہین و تنقیص کو باعث سکون قلب سمجھا جاتا ہے اور ان پر طنز و تضحیک و استخفاف و استحقار کے ذریعے اپنے جذبات کی تکمیل کی جاتی ہے اور کچھ تو ایسے بھی ہیں جو اس مرد درویش کی شان مقبولیت کو دیکھ کر حسد وعناد کی بھٹی میں جل جاتے ہیں ایسے ابناء دنیا و حاسدین کی یہ روش صاحب نور ایمان وایقان اور محسود الاقران کی شان علمیت کے ہرگز منافی نہیں اس لئے کہ اعداء دین کا یہی دستور روز اول سے چلا آرہا ہے کہ انہوں نے علماء ہی نہیں انبیاء و مرسلین حتی کہ سید الاولین والآخرین حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ذات مقدس جو کہ سراپا رشد وہدایت تھی، کے ساتھ ایسا ہی ناروا سلوک کر کے گمراہی وضلالت کو اپنے لئے پسند کیا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَٰدِلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِٱلْبَٰطِلِ لِيُدْحِضُوا۟ بِهِ ٱلْحَقَّ ۖ وَٱتَّخَذُوٓا۟ ءَايَٰتِى وَمَآ أُنذِرُوا۟ هُزُوًا ﴿٥٦﴾

(سورۃ کہف ٥٦)

چونکہ علماء امت انبیاء کے وارثین اور نائبین ہیں اس لئے ان کے ساتھ ایسی صورت حال کا پیش آنا مستبعد نہیں ۔انبیاء کرامؑ کے بعد ان کے ورثاء (علمائے امت) کی زندگیاں ناعاقبت اندیش افراد کی کارستانیوں کا مرقع رہی ہیں لیکن ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی ایذاء رسانی موجب لعنت وعذاب مہین ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾

(سورۃ احزاب ۵۷)

اسی طرح اہل ایمان کی ایذا رسانی باعث اثم مبین ہے۔

وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾

(سورۃ احزاب ۵۸)

باب اول:

عطا اسلاف کا جذبہ دروں کر
شریک زمرہء لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

ولادت باسعادت

حضرت تونسوی کی ولادت باسعادت ۳ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۸ مارچ ۱۹۲۶ء شب جمعۃ المبارک بوقت سحر بمقام تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوئی۔

اسم گرامی

رمضان المبارک میں حضرت کی پیدائش ہونے کی وجہ سے بعض اقرباء نے آپ کا نام محمد رمضان تجویز کرنا چاہا مگر آپ کی والدہ ماجدہ نے اس وقت اس راز کو ظاہر کیا کہ ان کے والد محترم نے مجھے ان کی پیدائش سے قبل بتایا تھا کہ متعدد بار خواب میں مجھے بیٹے کی خوشخبری سنائی گئی پھر جمعرات کی شب ایک بتانے والے نے بتایا کہ اللہ تعالی ہمیں ایک بیٹا عطا کریں گے جس کا نام محمد عبدالستار رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت کے والد بزرگوار نے گھر میں یہ تاکید کی ہوئی تھی کہ چونکہ وہ تدریس کے سلسلے میں گھر سے باہر رہتے ہیں اس لئے اگر ہمارے گھر میں بیٹا پیدا ہوتو اس کا نام ''محمد عبدالستار'' ہی رکھا جائے اس لئے آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد عبدالستار تجویز ہوا۔ اور شہر تونسہ کی طرف نسبت کی وجہ سے تونسوی مشہور ہوئے۔

خاندان

نسبی اعتبار سے آپ کا تعلق قوم سہانی بلوچ سے ہے آپ کے خاندان کے بیشتر افراد تجارت پیشہ اور علمی ذوق رکھنے والے ہیں، حضرت والا کے چچا بزرگوار سے جب

احقر نے شجرہ نسب پوچھا تو انہوں نے یوں بیان فرمایا:

''محمد عبدالستار بن مولانا حکیم اللہ بخش'' بن حاجی محمد بخش'' بن محمد رمضان'' بن محمد مقبول خان'' بن غلام حیدر خان'' سہانی بلوچ''

آبائی وطن

آپ کی پیدائش شہر تونسہ شریف (ضلع ڈیرہ غازیخان پنجاب) میں ہوئی، مگر آپ کے اجداد تونسہ شریف سے غربی جانب پہاڑی علاقہ کے رہائشی تھے، پھر اپنی قومی برادری (سہانی بلوچ) کے کچھ افراد کے ساتھ نقل مکانی کر کے شادن لنڈ آباد ہوئے۔ مگر وہاں کا ماحول پسند نہ آنے کیوجہ سے منگروٹھہ غربی چلے آئے، تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت کے دادا بزرگوار حاجی محمد بخش صاحب، جو کہ صاحب ثروت و وجاہت اور دور اندیش انسان تھے، نے تونسہ شریف کو اپنا مسکن بنانے کا فیصلہ کیا۔ شاید خلاق عالم اس سرزمین کی خاک کو اکسیر بنانے والے شخص کی تخلیق کا اسی جگہ فیصلہ کر چکا تھا۔ اسوقت سے آج تک آپ کا خاندان تونسہ شریف میں ہی آباد ہے۔

تونسہ شریف کی شہرت

تاریخ جن لوگوں کو اپنی تکمیل کیلئے منتخب کرتی ہے ضروری نہیں کہ انکی نسبت و تعلق کسی اونچے گھرانے یا اعلیٰ مقام سے ہو۔ بلکہ ماضی کے صفحات میں جن لوگوں نے نقوش لافانی ثبت کئے اور شہنشاہوں کے محلات پر کمندیں ڈالیں وہ جھونپڑیوں اور کچے مکانوں میں پرورش پاتے رہے، اکثر و بیشتر غریب گھرانوں سے غیور و جسور، جری و بہادر، ذہین و فطین اور مجاہد و مخلص شخصیتیں پیدا ہوئیں، جنہوں نے حق گوئی اور بیباکی کا

حق ادا کیا۔ تونسہ شریف کی سرزمین کو بھی ایسی ہی دو شخصیتوں سے یہ اعزاز حاصل ہوا کہ جن کی وجہ سے تونسہ کی دنیا بھر میں شہرت ہوئی، اور ان دونوں ہستیوں نے تابندہ ستاروں کی طرح علم ومعرفت کی شعاعوں سے نہ صرف تونسہ بلکہ کرہ ارض کو منور کر دیا۔ انکی تابناک سرشت میں شریعت وطریقت اور سیادت وقیادت کا عکس جمیل ہویدا تھا۔ پہلی شخصیت ولی کامل، شیخ طریقت، حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ صاحب تونسوی (م ۱۲۶۷ھ) نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی تھی جن کی وجہ سے تونسہ آباد ہوا اور انکے روحانی فیض سے لاکھوں انسان مستفیض ومستنیر ہوئے۔ دوسری شخصیت جو اس وقت اہل سنت والجماعت کے ماتھے کا جھومر اور جذبہ ایمانی کا مظہر ہے وہ حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہ کی ذات ستودہ صفات ہے، جنہوں نے ملک وبیرون ملک میں تونسہ شہر کو علمی حوالے سے مشہور کیا۔

والد ماجد کا تعارف:

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی ''مولانا حکیم حاجی اللہ بخش صاحبؒ'' (م ۱۹۷۱ء) تھا جو کہ نہایت نیک سیرت، پاکباز، خاموش طبع، ذاکر وشاغل اور ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ شرافت وسخاوت اور شرم وحیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، تعلیم وتدریس اور طب یونانی آپ کے محبوب مشغلے تھے۔ ضلع ڈیرہ غازیخان کے مختلف سکولوں میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ آج تک پورے علاقے میں ان کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد انکی تدریسی مہارت کے گن گاتے ہیں۔ تدریس کے اوقات سے فارغ ہوکر اپنے محلہ کی مسجد خلفائے راشدینؓ (سابقہ مسجد منجوٹھیاں والی تونسہ) میں

امامت کے منصب پر فائز رہے۔ ہزاروں آدمیوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دی تقریباً ۴۲ سال تک مسجد ہذا میں بلا معاوضہ امامت وتدریس کی۔ بقیہ اوقات طب یونانی کے فنی ذوق کو پورا کرنے میں صرف فرماتے۔ اہل محلّہ کا آپ کے ہاں ہجوم رہتا، شاگرد از خود آکر دوائیوں کی تیاری میں ہاتھ بٹاتے، غرباء ومساکین کو یونانی دوائیاں مفت دیا کرتے تھے، بلکہ مفلس ونادار مریضوں کو تجویز کردہ غذاء کیلئے رقم بھی عنایت فرماتے۔

آپ کو عربی، فارسی پر یکساں عبور حاصل تھا، ان کے قلمی بیاض میں مجرب نسخہ جات بزبان فارسی مسطور ہیں، آپ کو علوم وفنون سے گہری دلچسپی تھی ان کے علمی ذوق کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں صاحبزادوں ''حضرت علامہ مولانا محمد عبد الستار صاحب تونسوی اور حضرت العلامہ مولانا احسان الحق صاحب تونسوی'' کو دینی علوم کیلئے وقف کیا، ان کی خصوصی تربیت کا یہ نتیجہ نکلا کہ دونوں بیٹے علوم دینیہ کے درخشندہ ستارے بن کر پورے عالم کو منور کرنے لگے۔

کانگوہ تحصیل تونسہ میں حضرت مولانا اللہ بخش صاحب کو تدریس کیلئے تعینات کیا گیا۔ وہاں کے موجود ایک سکول ماسٹر شیعہ سے انکی کئی روز تک تفصیلی گفتگو رہی، اس رافضی نے اصحابؓ پیغمبر ﷺ پر گھناؤنے الزامات لگائے جس کے حضرت جوابات دیتے رہے مگر شیعہ کتب کے نایاب ہونے کی وجہ سے بے حد دشواری کا سامنا ہوا، اسی روز سے ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا اور مصمم ارادہ کرلیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا کیا تو وہ اسے علم دین کیلئے وقف کریں گے اور بالخصوص اسے اکابرین علماء اور ماہرین شریعت کے پاس بھیج کر ایسی تربیت دلائیں گے کہ جس سے مذہب اہل السنّت والجماعت کا دفاع ہو سکے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد رات

کوخواب دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے:

مولوی اللہ بخش ! آپ کے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہوگا اسکا نام محمد عبدالستار رکھنا، خدا نے جلد ہی اس خواب کو شرمندہ تعبیر کیا اور آپ کے گھر میں پہلا بیٹا ہوا جس کا نام ''محمد عبدالستار'' رکھا گیا

إن المقادير إذا ساعدت
الحقت العاجز بالقادر

(جب تقدیر الٰہی مدد کرتی ہے تو عاجز کو قادر کے ساتھ ملا دیتی ہے)

اس سے حضرت مولانا اللہ بخش صاحب کے زہد وتقوی اخلاص وللٰہیت اور دینی جذبہ وحمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ایک اللہ والے کے تفکر فی الدین کے نتیجہ میں خدا نے اہل سنت والجماعت کو علامہ تونسوی جیسی مقتدر شخصیت سے نوازا ہے کہ آج چار دانگ عالم میں جنکی دفاع صحابہؓ کے موضوع پر علمی ضیا پاشیوں سے ملت اسلامیہ مستنیر ہو رہی ہے۔ اس عنوان سے کام کرنیوالے حضرات جہاں انفرادی طور پر بے انتہا اجر وثواب کے مستحق ٹھہریں گے وہاں " من دل علی خیر فله أجر مثل فاعله" (مسلم) کی ضیاء میں حضرت مولانا اللہ بخش صاحب اپنی خواہشات اور مخلصانہ مساعی کی بدولت سب کے اجر میں برابر کے شریک ہوں گے (ان شاء اللہ)

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

احقر نے جد امجد کو انکی پیرانہ سالی میں دیکھا تھا اس ضعف کی حالت میں بھی جبکہ بدن نحیف اور کمر جھک گئی تھی مگر عبادت میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے تھے تہجد کا التزام رہتا، تسبیح کے دانوں کو بکثرت چلانے کیوجہ سے ہاتھوں پر

نشان پڑ گئے تھے، وفات کے وقت بھی ذکر اللہ کیوجہ سے ان کے ہونٹوں کے ہلنے اور کمزور ہاتھوں سے تسبیح کے چلانے کا منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

؎ وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ہمارے خاندان کو جسقدر بھی علوم دینیہ سے نسبت حاصل ہوئی ہے سب حضرتؒ کے نالہائے نیم شبی اور دعائے سحر گاہی کا ثمر ہے ورنہ

؎ کہاں ہم اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

برادران گرامی قدر

حضرت تونسوی کے دو بھائی تھے ایک اخیافی اور دوسرے عینی۔

(ا) آپ کے اخیافی بھائی (ماں زاد بھائی) جو کہ ان سے عمر میں تقریباً آٹھ سال بڑے تھے جن کا نام حاجی غلام رسول صاحبؒ تھا، موصوف راقم الحروف کے حقیقی دادا تھے ان کا ۱۹۸۲ء بمطابق ۱۴۰۳ھ میں انتقال ہو گیا حضرت حاجی صاحب مرحوم کوئی باقاعدہ عالم دین نہ تھے بلکہ انہیں تجارت سے زیادہ شغف تھا، تونسہ شریف میں حاجی غلام رسول صاحب اور سیٹھ کریم بخش صاحبؒ (م ۱۹۸۸ء) (حضرت تونسوی کے چچا بزرگوار) باہم دونوں کاروبار میں شریک تھے علاقہ بھر میں ان کی دیانت وامانت کا خوب چرچا تھا اسی وجہ سے تحصیل تونسہ بھر کے سب سے نامور تاجر سمجھے جاتے تھے۔

اللہ تعالی نے کثیر مال ودولت سے نوازا تھا دونوں بزرگ دین دوستی، غریب پروری، احسان ومروت اور شرافت وسخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔

(۲) آپ کے دوسرے بھائی جو کہ عینی (حقیقی) بھائی تھے آپ سے عمر میں تقریباً پندرہ سال چھوٹے تھے جن کا مفصل تعارف زیب قرطاس قارئین کی خدمت میں پیش کرنا مصالح سے خالی نہیں۔

عمدۃ المتکلمین، رئیس المدرسین، جامع المعقول والمنقول

حضرت علامہ حافظ محمد احسان الحق صاحب تونسویؒ

(طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ)

سعدیا! مرد نکو نام نمیرد ہرگز ÷ مردہ آنست کہ نامش بنکوئی نہ برند

ولادت وتعلیم:

آپ کی پیدائش ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء بمقام تونسہ شریف ہوئی ابتدائی تعلیم مڈل تک حاصل کر کے فارسی وعربی کے بنیادی قواعد والد بزرگوار ہی سے پڑھے بعد ازاں مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف میں داخلہ لیا، ابتدائی کتب صرف ونحو حضرت مولانا خالق دادؒ صاحب سے پڑھیں اور فقہ ومنطق شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ فاضل دیوبند اور حضرت مولانا عبدالستار شہلانی سے پڑھیں، مگر مبسوط کتب کیلئے دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال چلے آئے جہاں شیخ الکل حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ بانی وصدر دارالعلوم کبیر والا، جامع المعقول حضرت مولانا منظور الحق صاحبؒ جامع المنقول حضرت علامہ ظہور الحق صاحبؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحبؒ جیسے ماہرین علوم وفنون علمی جواہر لٹا رہے تھے، موصوف نے مذکورہ اساتذہ کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم کبیر والا سے ہی دورۂ حدیث

کیا، اللہ کریم نے آپ کو بچپن ہی سے غیر معمولی ذکاوت، بلا کا حافظہ اور مافوق الوہم جفاکشی، لگن اور محنت کی توفیق سے نوازا تھا جس کی بدولت جملہ تعلیمی مراحل بڑی کامیابی سے طے فرمائے آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا خان محمد صاحب اور مولانا عبدالستار صاحب شہلانی فرمایا کرتے تھے کہ:

""ہمیں دوران تدریس مولانا احسان الحق صاحب جیسا ذہین وفطین طالب علم بہت کم دیکھنے میں آیا ہے""

اس وجہ سے بہت جلد ہی مولانا احسان الحق کا شمار لائق وفائق علماء میں ہونے لگا۔

میری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

تدریسی زندگی

دارالعلوم کبیر والا سے فراغت کے بعد سب سے پہلے دارالعلوم محمدیہ سوری لنڈ ضلع ڈیرہ غازیخان سے تدریس کا آغاز فرمایا دراصل ان دنوں مدرسہ کا اہتمام حضرت مولانا تونسوی مدظلہ کے سپرد کردیا گیا تھا اس لئے اہل علاقہ نے مولانا کے وہاں لانے پر اصرار کیا تو آپ اپنے بھائی کے ایماء پر وہاں تشریف لے گئے، وہاں آپ کی علمی وتدریسی قابلیت کا بہت چرچا ہونے لگا، مگر آپ دو سال بعد واپس گھر تشریف لے آئے اور اپنے مدرسہ جامعہ عثمانیہ تونسہ میں درجہ کتب کا اجراء فرما کر خود کام کرنے بیٹھ گئے دوران تدریس داعیہ پیدا ہوا کہ ایک عالم دین کیلئے حافظ قرآن ہونا ضروری ہے چنانچہ گھر پر ہی فارغ اوقات میں قرآن پاک کو از خود یاد کرنا شروع کیا اور ایک سال کی قلیل مدت میں

بغیر کسی استاذ کے قرآن حکیم حفظ کرلیا، یہ موصوف کی ذہانت اور کتاب اللہ سے لگاؤ کی اعلیٰ دلیل ہے، جامعہ عثمانیہ کا پانچ سالہ تدریسی دور آپ کی محنت علمی وتدریسی قابلیت کی خوب عکاسی کرتا ہے یہاں کے منتہی طلبہ جب دارالعلوم کبیر والا پہنچے تو انکی استعداد سے دارالعلوم والے بہت متاثر ہوئے بالآخر حضرت مولانا منظور الحق صاحب مہتمم دارالعلوم کبیر والا نے حضرت موصوف کو پیش کش کی کہ آپ اپنے مادر علمی میں تشریف لا کر یہاں کی علمی ضرورت پوری کریں، یہاں تک کہ حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی صاحب کو مجبور کردیا کہ وہ اپنے بھائی مولانا احسان الحق صاحب کو دارالعلوم آنے کی اجازت دیں، اس طرح حضرت والا بھائی صاحب سے اجازت لیکر اپنے اساتذہ کے حکم کی تعمیل میں دارالعلوم تشریف لے گئے۔

دارالعلوم کبیر والا میں تقرری

بحمداللہ، دارالعلوم کبیر والا کو شروع ہی سے مدارس عربیہ میں یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ وہاں سے اکثر وبیشتر مدرسین ومحققین پیدا ہوئے اہل علم اس ادارے کو مردم خیز اور مدرس گر دارالعلوم کے نام سے پکارتے ہیں یہ سب کچھ بانی مدرسہ مہتممین حضرات اور اساتذہ کرام کے اخلاص وللّٰہیت، محنت شاقہ اور مخصوص طریقہ تدریس کا ثمرہ ہے اس معیار کو قائم رکھنے کیلئے حضرت مولانا احسان الحق صاحب تونسوی کی تقرری کی گئی، ماشاءاللہ حضرت نہ صرف اساتذہ ودیگر رفقاء کے ہمراہ اس علم وہنر کی کسوٹی پر پورے اترے بلکہ دارالعلوم کے طلبہ کے دلوں کی دھڑکن بن گئے وہاں کی تدریس کا نوسالہ دور آپکی علمی شہرت کے عروج کا زمانہ تھا، طلبہ میں آپکے درس کو بے پناہ مقبولیت حاصل تھی

تمام علوم وفنون میں بالغ نظری، وسعت معلومات کے ساتھ ساتھ جوافہام وتفہیم کا خصوصی ملکہ اللہ کریم نے آپکوعطا فرمایا تھا اسکی مثال معاصر علماء میں بہت کم پائی جاتی ہے۔

حضرت کے ایک رفیق مولانا محمد عارف صاحب سیال نے احقر کو بتایا کہ دارالعلوم کبیر والا میں ایک استاذ صاحب نے ہدایہ اولین پڑھانا شروع کی تو ذی استعداد طلباء نے مہتمم صاحب کو درخواست دے دی کہ ہمیں سبق صحیح سمجھ نہیں آتا اور ہدایہ جیسے اہم سبق میں تشفی نہیں ہوتی، چنانچہ اساتذہ کے باہمی مشورے سے ہدایہ اولین حضرت مولانا احسان الحق صاحب کو دے دی گئی اس وقت آپ کے بے تکلف رفقاء نے مشورہ دیا کہ ہدایہ کی شروحات جمع کرلیں تا کہ آپ طلبہ کو مطمئن کرسکیں۔ حضرت کی خاموش طبیعت نے چند لمحے سکوت کیا پھر مدبرانہ انداز میں فرمایا:

''بعون اللہ تعالی میرے لئے نفس کتاب اوراس کا حاشیہ کافی ہے''

پھر دارالعلوم میں آپ کے درس کی دھوم مچ گئی۔

اسی طرح آپ کے شاگرد رشید مولانا عبدالکریم صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازیخان کا بیان ہے کہ دارالعلوم ہی میں اہتمام تبدیل ہوا حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحب مقامات پڑھایا کرتے تھے اہتمام کے باعث انہوں نے مقامات حضرت مولانا منظور الحق صاحب کو دے دی، آپ نے چند دن سبق پڑھایا پھر ازخود مولانا احسان الحق سے فرمایا کہ طلبہ مجھ سے خوش نہیں ہوتے لہذا آپ ہی مقامات لے لیں، اس وقت بھی حضرت مولانا منظور الحق صاحب جیسے نامور استاذ کی جگہ پڑھانا ... معنی دارد، مگر استاذ المکرم حضرت مولانا احسان الحق صاحبؒ نے مقامات حریری کا درس دیا اور اہل ذوق خوب سیراب ہوئے۔

جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان میں ورود مسعود

انہی دنوں جب کہ آپ کی تدریسی قابلیت کا شہرہ بام عروج کو پہنچ چکا تھا جامعہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ مہتمم مدرسہ مولانا عبد الستار صاحب رحمانیؒ کی نگاہیں آپ پر پڑیں تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، کہ ضلع ڈیرہ غازیخان کی سرزمین پر پیدا ہونے والا گوہر نایاب اور علم و ہدایت کا چراغ اپنے ضلع سے باہر لوگوں کو مستفید اور مستنیر کر رہا ہے ایسی شخصیت ہمارے علاقے کی نہ صرف زینت بلکہ اولین ضرورت ہے۔

مولانا رحمانی صاحب نے حضرت مرحوم کو جامعہ اسلامیہ آنے کی دعوت دی مگر ان کے لئے اپنے مادر علمی اور اساتذہ کو چھوڑ کر آنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال تھا لیکن مولانا رحمانی نے آپ کو اپنے ہاں لانے کیلئے ہزاروں جتن کر ڈالے اور بالآخر اس میں کامیاب ہو کر حضرت کو جامعہ اسلامیہ کے استاذ الکل بنا کر لے آئے۔ انکی شان مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے محبوب و مشفق استاذ کے ساتھ تقریباً یک صد طلباء دارالعلوم جیسی قدیمی درسگاہ کو چھوڑ کر جامعہ اسلامیہ آ گئے، ایک مرتبہ جامعہ کی ایک تقریب میں داعی اسلامی انقلاب مفکر الاسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ تشریف لائے، جب انہوں نے متلاشیان علم کی ایک کثیر التعداد روح پرور فضا دیکھی تو فرمایا:

''رحمانی صاحب! خدا نے آپکو مولانا احسان دے کر بہت بڑا احسان کیا ہے''

حضرت اقدس مفتی صاحب مرحوم کی زبان صدق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ کس قدر معنی خیز ہیں۔ مولانا احسان الحق صاحبؒ جیسی متواضع اور منکسر المزاج شخصیت نے اس وقت جامعہ میں کام شروع کیا جب مدرسہ کی عمارت تھی نہ درسگاہیں

طلباء کیلئے دار الاقامہ تھا نہ ہی مکمل ضروریات زندگی ...مگر اس مرد درویش کی محنت شاقہ، متانت طبع، حلم و سنجیدگی، زہد وتقوی اور رسوخ فی العلم نے جامعہ کو چار چاند لگا دیئے۔ راقم الحروف نے بھی مکمل سات سال تک وہیں حضرت والا سے شرف تلمذ حاصل کیا، فارسی وعربی کی تمام کتب متداولہ حضرت ہی سے پڑھیں اور ان کے افادات کو قلمبند بھی کیا مثلاً بدائع منظوم، بوستان، مقامات، میبذی، توضیح تلویح، شرح عقائد، محیط الدائرۃ، سراجی، سلم العلوم، بیضاوی اور مشکوٰۃ المصابیح ۔حضرت اقدس کی وہ پر ذوق علمی یادیں تادم زیست لوح حافظہ پر ثبت رہیں گی، ماشاء اللہ آج جامعہ اسلامیہ ترقی کی جن راہوں پر گامزن ہے سب حضرت کا فیض اور انکی دعاؤں کا ثمر ہے بارہ سال تک حضرت نے جامعہ میں تدریس فرمائی کہ پیغام اجل کا وقت قریب آن پہنچا، مدرسہ سے بروز جمعرات ۸فروری ۱۹۹۱ء کو اسباق سے فراغت کے بعد اپنے گھر تونسہ کی طرف ایسے راہی ہوئے کہ آج تک واپس نہیں آئے۔ (وکم حسرات فی بطون المقابر)

حضرت کی علمی وجاہت اور درسی امتیازات

حضرت مولانا احسان الحق صاحب "تونسوی جامع علوم، بحر فنون، عظیم محقق اور کہنہ مشق مدرس تھے وہ صاحب مکارم اخلاق، متواضع، منکسر المزاج، خوبصورت وخوب سیرت، کشادہ پیشانی کے ساتھ لبوں پر قدرتی تبسم کا جلوہ نمایاں ہوتا تھا بڑے بڑے علماء ان سے ادق اور مغلق مقامات حل کروایا کرتے تھے۔ عربی وفارسی پر مکمل عبور اور مذاہب اربعہ سے خوب واقفیت کے باعث آپ مرجع علماء بنے رہتے بالخصوص فرق باطلہ کے نظریات سے آگاہی اور ان کے رد میں مضبوط طرز تکلم کے حامل ہونے کے سبب

مناظرین ان کی صدارت یا معاونت کے بغیر کبھی مناظرہ نہ کرتے مگر آپ کی شان درویشی نے اسے کبھی بھی باعث فخر نہ سمجھا۔

حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالجبار تونسوی جو کہ حضرت کے بھتیجے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ:

''ہمارے طالب علمی دور کی بات ہے جبکہ میں اور بھائی (صاحبزادہ عبدالغفار تونسوی) چچا جان کے ساتھ دارالعلوم کبیر والا میں تھے ہم نے شیخ الحدیث مفتی علی محمد صاحبؒ اور استاذ العلماء مولانا منظور الحق صاحبؒ (مولانا احسان الحق صاحب کے اساتذہ میں سے تھے) دونوں کو دیکھا کہ ہاتھ میں چھوٹی سی کتاب لئے تشریف لائے اور چچا جان کے پاس چارپائی پر ہی جلوہ افروز ہوئے، اور بلا حجاب کتاب کھول کر فرمانے لگے کہ آج ہم آپ سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں دیکھئے مولانا! ان فارسی اشعار کا ترجمہ کر دیں''

اس پر چچا محترم نے ہمیں کمرے سے باہر جانے کا حکم دیا مگر حضرت شیخ مفتی علی محمد صاحبؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

''کوئی بات نہیں یہ ہمارے عزیز ہیں آپ ترجمہ کرتے جائیں...''

اس سے حضرات اساتذہ وشیوخ کرام کی تواضع، اخلاص اور مولانا مرحوم کی علمی وجاہت کا خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

؎ مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے ؟

مولانا ممدوح کی درخشندہ زندگی کے متعلق جس قدر بھی لکھا جائے کم ہے وہ ایک عظیم مدرس، بہترین ادیب، عمدہ شاعر اور اعلی خوشنویس بھی تھے۔ آپ شگفتہ مزاج لطیفہ گو اور بذلہ سنج تھے دوران سبق اشعار پڑھتے تو طلبہ جھوم جاتے، مثالیں دیتے ہوئے بڑا پر لطف مذاق کیا کرتے تھے جس سے تمام طلبہ کی ذہنی تھکاوٹ، راحت میں بدل جاتی اور ذہنی تازگی پیدا ہوتی، ان میں افہام وتفہیم کا ایسا ملکہ تھا کہ غبی طالب علم بھی صورت مسئلہ کو بآسانی سمجھ سکتا تھا، حضرت عام حالات میں خاموش طبع انسان تھے، دنیوی معاملات میں انہیں زیادہ تجربہ نہ تھا مگر کتب ومسائل پر اس قدر حاوی تھے کہ حل مشکلات و فتح مغلقات میں انہیں کسی غیر کے تعاون کی حاجت نہیں ہوتی تھی، عقلیات پر حسیات اور حسیات پر عقلیات کا رنگ چڑھا کر مسند حدیث کو نکتہ سنجیوں سے باوقار بنا دیتے تھے دوران سبق فرق ہائے باطلہ کا ایسا رد کرتے کہ جیسے ان کے ساتھ بالمشافہ مناظرہ کر رہے ہیں، تقوی وطہارت ان کا شعار اور ہر آدمی سے حسن خلق سے پیش آنا ان کا طبعی کردار تھا تکالیف اور مصائب پر صبر کرنا دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونا چھوٹے بچوں سے محبت کرنا اور پرندوں اور جانوروں کا شکار کھیلنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

حضرت والا کو دو بار زیارت حرمین کا شرف بھی حاصل ہوا، موصوف کے تلامذہ آج ہزاروں کی تعداد میں تدریس کی مسندوں پر جلوہ افروز ہیں۔

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گلچیں تو زِ تنگی داماں گلہ دارد

ماشاءاللہ حضرت اقدس علامہ تونسوی مدظلہ جہاں فن مناظرہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے وہاں ان کے بھائی مولانا احسان الحق صاحب تونسویؒ بھی فن تدریس میں اپنی

مثال آپ تھے۔

؎ این خانہ ہمہ آفتاب است

حضرت کے آخری لمحات:

حضرت الاستاذ مولانا احسان الحق صاحب تونسویؒ ۸ فروری ۱۹۹۱ء بروز جمعرات بعد از نماز ظہر ڈیرہ غازی خان سے گھر تونسہ تشریف لائے عصر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد راقم کی ان سے ملاقات ہوئی، گھر میں مغرب تک گھریلو امور پر تبادلہ خیال فرماتے رہے اس ناچیز نے اجازت طلب کی، کیونکہ مجھے رات کو بغلانی (علاقہ تونسہ) کے جلسے میں شرکت کرنا تھی تو فرمایا کہ آج رات یہاں احباب نے مجموعی دعوت (ثرید) کا اہتمام کیا ہوا ہے اور آپ جا رہے ہیں۔ مگر مجبوراً میں رخصت لے کر چلا گیا۔ حضرت بعد نماز عشاء دعوت میں شریک ہوئے جس میں تنظیم اہل سنت تونسہ کے ذمہ دار حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب تونسویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن تونسوی، جناب سیٹھ عبدالرحیم صاحب، جناب عبد الصمد صاحب، ڈاکٹر احمد نواز صاحب اور مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب شامل تھے، اتفاقاً مولانا قاری عبد اللطیف صاحبؒ آف کہروڑ پکا بھی تشریف لائے، کافی دیر تک جماعتی امور پر گفت و شنید ہوتی رہے، محفل میں نمایاں شخصیت حضرت والا ہی کی تھی بعد از فراغت واپس آ کر گھر کے کھلے صحن میں چھل قدمی کی سنت پر عمل کیا پھر مشکوٰۃ المصابیح کا مطالعہ فرمانے بیٹھ گئے، دوران مطالعہ طبیعت مضمحل ہونا شروع ہوئی، آپ کی اہلیہ کا بیان ہے کہ:

کچھ دیر کے بعد لائٹ چلی گئی تو میں نے لالٹین جلائی تو دیکھا کہ حضرت کتاب

بند کر کے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے خیریت پوچھی تو عافیت کی دعا کی تلقین فرمائی، پھر اٹھ کر اپنا بیگ کھولا عطر نکالکر خوشبو لگائی جس سے کمرہ معطر ہو گیا اور نقاہت محسوس کرتے ہوئے مجھے بٹھانے کا حکم دیا میں نے پکڑ کر بٹھایا تو جسم پسینے میں ڈوبا ہوا تھا آپ نے باآواز بلند ذکر الٰہی شروع کر دیا، اس پریشانی کی کیفیت میں میں نے انہیں جلدی سے لٹا دیا اور تکیہ سر کے نیچے رکھا اور مولانا عبداللطیف صاحب کو فوراً بلوا بھیجا، جب وہ پہنچے تو آپ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے، وہ چچا جی چچا جی کہہ کر پکارتے رہے مگر حضرت عالم بالا کی طرف رخت سفر باندھ چکے تھے، ۲۱ رجب ۱۴۱۱ھ/ ۸ فروری ۱۹۹۱ء کو جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ (إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون)

آپ کا جنازہ تونسہ شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا جس میں دو تہائی سے زائد علماء و دینی مدارس کے طلبہ نے شرکت کی، حضرت اقدس علامہ تونسوی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد از دفن حضرت مرحوم کے خصوصی رفیق استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ نے سورۃ بقرۃ کی آیات پڑھ کر دعا کرائی۔ اس وقت کے نامور علماء اور مدرسین اپنے استاذ مکرم کی اچانک وفات پر دھاڑیں مار کر رو رہے تھے کہ آج علم دین کا خزینہ ہم نے زمین میں دفن کر دیا ہے (تغمدہ اللّٰہ تعالیٰ وإیّانا برحمتہ ورضوانہ آمین یا ربّ العالمین)

حضرت مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیوہ تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی چھوڑی، بحمداللہ ان کی صاحبزادی قرآن مجید کی حافظہ اور عالمہ بن چکی ہے جبکہ لڑکے حفظ قرآن مکمل کر کے درجہ کتب میں زیر تعلیم ہیں۔

حضرت تونسوی مدظلہم کے حالات زندگی

ابتدائی تعلیم:

حضرت تونسوی کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور معمولی نوشت وخواندگی تونسہ شریف میں ہی والد بزرگوار سے ہوئی آپ نے ناظرہ قرآن پاک پڑھنے کی سعادت محترم حافظ محمد عثمان صاحب تونسوی سے حاصل کی درجہ کتب کی تعلیم کیلئے آپ کو مدرسہ محمودیہ تونسہ میں داخل کیا گیا اس وقت مدرسہ مذکورہ علم وعرفان کا مرکز تھا، تشنگان علوم دور دراز سے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے تونسہ میں آکر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے، مدرسہ محمودیہ میں نامور علماء کرام فارسی وعربی، فقہ ومنطق، فلسفہ وکلام اور تفسیر وحدیث کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت والا نے فارسی وصرف کی کتب ماہر صرف وعلوم فارسی جناب حضرت مولانا خالق داد صاحبؒ سے پڑھیں، دیگر نحو وفقہ کی کتابیں حضرت مولانا احمد جراح صاحبؒ حضرت مولانا اللہ بخش صاحبؒ اور ادب کی کتب استاذ الادب حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ سے پڑھیں، منطق ومعقول اور فلسفہ کے فنون جامع المعقول حضرت مولانا عبد الستار صاحب شہلانی مدظلہ فاضل ریاست رام پور سے حاصل کئے، اور فقہ، میراث، تفسیر وحدیث کی مبسوط کتب استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ فاضل دار العلوم دیوبند سے پڑھیں، ابتدائی کتب سے لیکر دورہ حدیث تک تمام علوم وفنون کی

تکمیل جامعہ محمودیہ تونسہ میں ہی کی۔

شادی خانہ آبادی:

۹ صفر ۱۳۶۲ھ/۱۴ فروری ۱۹۴۳ء میں دوران تعلیم آپ نے اپنے رشتہ داروں میں شادی کی آپ کی اہلیہ بڑی عفت مآب اور تقوی شعار خاتون تھیں اپنے خاندان میں سخاوت کے طبعی معیار کیوجہ سے ممتاز سمجھی جاتی تھیں انہی کے بطن سے حضرت کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی، ماں کی خصوصی تربیت اور پرتاثیر دعاؤں کے سبب حضرت کے صاحبزادے بھی علم دین کے روشن ستارے بن گئے مگر حضرت کی اہلیہ سولہ سال کی مختصر سی مدت حضرت کی معیت میں گزار کر انہیں داغ مفارقت دے گئیں۔ (إنا للّٰہ و إنا إلیه راجعون)

حضرت کیلئے اپنی اہلیہ کی رحلت کا صدمہ اور بچوں کی کفالت اور تربیت کا مسئلہ انتہائی پریشانی کا باعث بنا، لیکن آپ نے اسے عالی حوصلگی ضبط وتحمل سے کام لیتے ہوئے نہ صرف برداشت کیا بلکہ اپنے بچوں کی عمدہ تربیت کر کے انہیں بھی دین متین کی خدمت پر مامور کر دیا۔

عقد ثانی

۱۹۵۸ء میں حضرت کی پہلی زوجہ محترمہ کا انتقال ہوا، پھر آپ نے ۱۹۶۰ء میں ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد صدیق صاحب ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے دوسری شادی کی جن سے آپ کے ہاں چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں متولد ہوئیں۔

اشتیاق علوم قرآن وحدیث

حضرت نے مدرسہ محمودیہ تونسہ کے نصاب کے مطابق تمام کتب کی وہیں تکمیل کی، پرانی طرز کی یہ درسگاہ تکلفات اور اسباب راحت سے مبرا تھی مگر اساتذہ کرام تمام کتب انتہائی محنت شاقہ سے پڑھاتے تھے، درس گاہوں اور مسجد کے فرش خاکی پر طلبہ کے تکرار کا منظر اور مطالعہ کتب کا انہماک قابل دید ہوتا تھا، ایسے علمی ماحول میں حضرت والا حدیث کے امتحان میں اول نمبر لیکر فائز المرام ہوئے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت دوران تعلیم اپنے استاذ مولانا خان محمد صاحبؒ کے حکم سے طلبہ کو بہت سی کتب پڑھاتے بھی تھے۔ مولانا اللہ بخش صاحب ساکن بستی منگلہ (تونسہ) تلمیذ حضرت تونسوی فرماتے ھیں کہ:

> ''میں نے حضرت سے کافیہ جیسی اہم کتاب ان کے زمانہ طالبعلمی میں پڑھی اور قطبی وقاضی حمداللہ ان سے زمانہ تدریس میں پڑھیں''

یہ حضرت کی علمی قابلیت کی نادرالوجود مثال ہے کہ ایک ہی وقت میں آپ متعلم اور معلم کی صفت سے متصف تھے۔ مگر اس کے باوجود '' منهوم فی العلم لا یشبع منه'' کے بمصداق ابھی قلب مبارک علوم قرآن اور علوم حدیث کی گہرائیوں و پنہائیوں کو سمیٹنے کیلئے مزید کسی گنجینہء علم ومعرفت کا متلاشی تھا چنانچہ آپ کی استعداد او راشتیاق علوم قرآن وحدیث کو دیکھ کر شیخ الحدیث مولانا خان محمد صاحبؒ وحضرت خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی مہتمم جامعہ محمودیہ اور حضرت مولانا حکیم اللہ بخش صاحبؒ (والد حضرت تونسوی) نے باہمی مشورے سے طے کیا کہ انہیں شیخ الاسلام استاذ الکل حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں اکتساب علم کیلئے دارالعلوم دیوبند بھیجا جائے۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

۱۹۴۵ء کے اواخر میں آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا جہاں شیخ العرب والعجم حجۃ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ حدیث رسول ﷺ کے انمول جوہر لٹارہے تھے حضرت شیخ مدنی'' دارالعلوم میں آسمان علم ومعرفت کے آفتاب عالمتاب تھے گویا ایک شفاف آئینہ کو آفتاب جہاں تاب کے سپرد کر دیا گیا۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ نے ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں دورہ حدیث کرنے کا شرف حاصل کیا گویا قدرت نے موصوف کو دو بار دورہ حدیث کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔علم حدیث سے محبت اور عشق نبویؐ نے آپ کو بار بار فرامین رسالتؐ پڑھنے پر برانگیختہ کیا، جس کے نتیجے میں آپ علم وعمل کی درسگاہ سے کندن بن کر نکلے آپ کا اکتساب علوم حدیث میں اس جان گداز محنت سے مقصود مقام نبوت ﷺ اور گواہانؓ نبوتؐ کی علمی وبرہانی وکالت میں مہارت تامہ حاصل کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے بہت جلد آپ کو اس نعمت سے بہرہ ور فرمایا۔

مشائخ دیوبند سے تلمذ

دارالعلوم دیوبند میں جن اساطین علم وفن اور اکابر اساتذہ سے آپ نے علم حدیث میں کسب فیض کیا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی'' سے بخاری شریف وترمذی شریف، شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے ابوداؤد شریف اور شمائل

ترمذی، استاذ الحدیث حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ سے مسلم شریف، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سے ابن ماجہ شریف اور استاذ الحدیث حضرت مولانا فخر الحسنؒ صاحب سے نسائی شریف پڑھیں، علاوہ ازیں مؤطا امام مالکؒ، مؤطا امام محمدؒ اور طحاوی شریف علی الترتیب استاذ الحدیث حضرت مولانا عبد الخالق صاحبؒ (بانی دار العلوم کبیر والا) حضرت مولانا نافع گل صاحبؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ آف اکوڑہ خٹک سے پڑھیں اور یوں علوم دینیہ سے سیراب ہو کر فیضاب ہوئے۔

اس سال دار العلوم کے دورہ حدیث میں طلبہ کی تعداد (۲۰۷) تھی جن میں سے تقریباً بیس طلبہ ایسے تھے جو اساتذہ کے سامنے عبارت حدیث پڑھنے کی صلاحیت وہمت رکھتے تھے، ماشاء اللہ حضرت تونسویؒ بھی انہی عبارت پڑھنے والے طلبہ میں شامل تھے۔

پھر قابل ذکر بات یہ ہے کہ دار العلوم کے نظام الاوقات کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی استفادہ کا موقعہ ملا چونکہ حضرت مولانا علامہ عثمانیؒ صاحب کی رہائش دیوبند ہی میں تھی تو آپ وقتاً فوقتاً ان کے پاس جا کر فن تفسیر وحدیث سے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے اور حضرت کی علمی مجالس اور دروس وبیانات میں شریک ہوتے رہے حضرت تونسویؒ نے فرمایا کہ حضرت اقدس علامہ شبیر احمد عثمانیؒ عظیم مفسر، نامور محدّث ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ صاحب البیان بھی تھے، آپ کے علمی کمالات میں "تفسیر عثمانی وفتح الملہم شرح صحیح مسلم" نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔

شیخ العرب والعجم

حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدّس سرہ

ایشیا کی نامور اسلامی یونیورسٹی ''دارالعلوم دیوبند'' اپنی قسمت پر جس قدر ناز کرے کم ہے کہ ہر دور میں اس کی مسند صدارت ومنصب شیخ الحدیث کیلئے خلاق عالم نے ایسی ہستیوں کا انتخاب فرمایا کہ ان میں سے ہر فرد اپنے دور کا قطب زماں، مجدّد ملت، سحاب حریت، گنجینہ علم وحکمت اور واقف اسرار معرفت تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رقم طراز ہیں کہ:

''دارالعلوم دیوبند کی مسند صدارت کیلئے خداوند عالم کے فضل وکرم نے ہمیشہ ایسے بزرگوں کو منتخب فرمایا ہے جو علم وفن کے تبحر کے ساتھ زہد وتقوی کے بھی تاجدار رہے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ قدس اللہ اسرارہم کے سینے دریائے علم کے سرچشمہ تھے تو ان کے مبارک قلوب تجلیات الٰہیہ کے عرش معلیٰ اور روحانی فیوض وبرکات کے کوثر وتسنیم''

(حیات شیخ الاسلام ص ۹۷)

حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے بعد حضرت مدنیؒ کے سامنے دارالعلوم کی صدارت پیش کی گئی جسے آپ نے مصالح دارالعلوم کے پیش نظر قبول فرمایا، چنانچہ آپ ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء کو مسند صدارت پر فائز ہوئے قبل ازیں آپ حرم نبویؐ روضہ اقدس کے سائے میں بیٹھ کر دس سال سے زائد عرصہ تک ہزاروں طلبہ کو تفسیر وحدیث وفقہ کے اسباق پڑھاتے رہے پھر بنگال اور سلہٹ کے جامعہ اسلامیہ میں چھ سال تک شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کے خصوصی تلمیذ رشید، قطب وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز اور مرشد عالم حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے تربیت یافتہ تھے آپ ساری زندگی گم گشتگان راہ کو دعوت اسلام دیتے رہے اور اعدائے اسلام بالخصوص انگریز کے جبر واستبداد کی قوت کو پاش پاش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اسی کے نتیجے میں قید وبند کی صعوبتیں سالہا سال تک برداشت کیں، مگر جد وجہد آزادی کے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دیا، جب آپ دارالعلوم کی مسند صدارت اور مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوئے تو دارالعلوم کے طلبہ کی فطری صلاحیتوں اکتسابی خوبیوں کو چار چاند لگا دیئے۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
جب وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

جب حضرت شیخ نے درس حدیث شروع کیا تو دورہ حدیث کے داخلہ کی تعداد روز افزوں ہوگئی اس سے قبل حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے آخری دور میں شرکاء حدیث کی تعداد نوے تھی، اور شیخ الاسلام کے زمانے میں اسی جماعت کے طلبہ کی تعداد دو سو پچاس کے قریب پہنچ گئی۔ (حاشیہ حیات شیخ الاسلام ص ۹۹)

دیگر علماء ومدرسین حضرات بھی اپنی علمی تشفی کیلئے حضرت کے درس میں اکثر شریک ہوجایا کرتے تھے، حضرت مدنیؒ ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء سے لیکر ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء (تیس سال تک) دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث پر شمع علم وہدایت فروزاں کئے رہے یہاں تک کہ آپکے قال الرسول ﷺ کی صدائے بازگشت اطراف واکناف عالم میں سنائی دینے لگی اس عرصہ میں آپکے تلامذہ مسترشدین ومتوسلین کی تعداد کا تخمین لاکھوں تک پہنچ جاتا ہے جو حضرت شیخ کے مشکوۃ علم وفضل سے نور وضیاء حاصل کر چکے ہیں حضرتؒ کی علمی صلاحیت، سیاسی بصیرت کے باعث انہیں شیخ الہندؒ کا جانشین کہا جاتا ہے۔

حضرت تونسویؒ بیان فرماتے ہیں:

''ہم نے حضرت مدنیؒ کو قریب سے قریب تر ہوکر دیکھا ان کی تعلیم وتدریس، عادات ومعمولات، نشست وبرخاست، اور حالات زندگی کا بنظر غائر مشاہدہ کیا، بخدا ہم نے اس وقت ان سے بڑا عالم، متقی، فنافی السنت، متواضع اور سیاسی مدبر کسی کو نہیں پایا، وہ عظیم محدث، مجاہد فی سبیل اللہ اور قطب وقت تھے''۔

آج چار دانگ عالم میں نامور علماء مفکرین ومحدثین، محققینؒ ومناظرین جہاں جہاں بھی علم دین کا فیض پھیلا رہے ہیں سبھی گلشن مدنی کے گل چین ہیں، عصر حاضر کے جید علماء کو اپنی خدمات جلیلہ اور مساعی جمیلہ کے باعث جو مقام حاصل ہوا وہ انکی ذکاوت واستعداد سے کہیں زیادہ شیخ العرب والعجم کے فیضان نظر کا مرہون منت ہے۔

؎ آن مرد کاملے کہ بعرفان وعشق حق
در وقت خویش مثل خود اندر جہاں نداشت

آن حجت خدا کہ بہر جا قدم نہاد
باطل بصد خجالت وذلت ازاں شتافت
مردان راہ گرد ازاں جا نیافتند
آنجا کہ اسپ فضل وکمالش روید وتافت

حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ایک مرتبہ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب ؒ بیمار ہوگئے تو فرمایا کہ:

’’میری چارپائی حضرت مدنی ؒ کے کمرے میں لے جاؤ، میں جب انہیں دیکھتا ہوں تو ساری تکلیف کافور ہوجاتی ہے اور راحت محسوس کرتا ہوں، اور جب حضرت شیخ محبت بھری خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہیں خدا کی قسم سارے عقدے حل ہوجاتے ہیں‘‘

؎ بڑا دلچسپ منظر ہے سکوت ناز کا انکا
نگاہیں گفتگو کرتی ہیں خود خاموش رہتے ہیں

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب ؒ اسی عقیدت کی بنا پر فارغ اوقات میں حضرت شیخ مدنی ؒ کے درس بخاری کا سماع بھی فرماتے تھے۔

الغرض حضرت شیخ مدنی ؒ جامع صفات کاملہ ومجموعہ کمالات فائقہ تھے، جنکی نظیر عصر حاضر میں ملنا ناممکن ہے۔ البتہ حضرت والا اپنے تلامذہ میں ایسی بہاریں چھوڑ گئے جن سے وہ تا قیامت لوگوں کے دماغوں کو معطر اور دلوں کو نزہت آگیں بناتے رہیں گے۔

؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زند شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

۱۹۴۶ء میں حضرت کے فیض سے مستفید ہو کر علوم دینیہ کی شمع ہدایت بن کر نکلنے والے حضرات میں حضرت تونسویؒ کی شخصیت بھی شامل تھی، سینکڑوں طلبہ میں حدیث کی عبارت پڑھنے والے مخصوص حضرات جن میں سے ایک حضرت تونسویؒ بھی تھے اپنی لگن اور جانفشانی کے سبب استاذ مکرم کے مقرب بن چکے تھے۔ شیخ کی توجہ زیادہ تر انہی حضرات پر مرکوز رہتی اور ان کو ہی زیادہ استفسارات کا موقع میسر آتا، اس طرح انہیں علوم ظاہری و باطنی کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کا موقع ملا، اور حضرت شیخ نے ان کی گہری دلچسپی کے پیش نظر ان کی طرف علوم حدیث کے ودیعت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

علامہ تونسوی کا تحقیقی ذوق

اور حضرت مدنیؒ کا مشفقانہ مشورہ

حضرت شیخ مدنیؒ کے درس میں رہ کر حضرت تونسوی کی فطری خداداد صلاحیتیں اجاگر ہونے لگیں، اور استاذ محترم کی مشفقانہ نگاہوں سے آپ کے اندر نشاط وانبساط کی ایسی کیفیت پیدا ہونے لگی کہ جس سے قلب ونظر کی اصلاح کے ساتھ ساتھ فکر وخیال کی مزید عمدگی پیدا ہوئی۔ جب علم وعرفان کے اس دلکش منظر نے آپکے دل کو موہ لیا اور مسندِ حدیث پر شیخ الاسلام کی ضیاء پاشیوں نے ذہنی صلاحیت کو جلا بخشی تو حضرت نے دام نظر کو اس رنگ وبو کی گل چینی کیلئے پھیلا دیا اور اس بحر بیکراں کے غواص بن کر دُرہائے ناسفتہ اور گہرہائے مکنونہ حاصل کرنے کیلئے مستعد ہوگئے اور اپنے شیخ سے فن حدیث کی دولت سمیٹنے لگے، موصوف درس حدیث کے دوران مختلف اوقات اپنے استاذ مکرم سے سوال کر کے اپنے تجسس کے ذوق کو پورا کرتے اور متاعِ نگاہ کو دل کی راہ میں لٹاتے۔ اس پر اپنے استاذ کے مدلل ومسکت جوابات سن کر نہ صرف محظوظ ہوتے بلکہ قلب وروح کی تسکین وتسلی کا سروسامان کرتے۔ شیخ الاسلامؒ کی کریمانہ طبیعت اسے کبھی بھی بارگراں محسوس نہ کرتی، چاہے کوئی شاگرد کتنے ہی سوال کرتا رہے۔ برابر آپ علمی جوابات سے مطمئن فرماتے اور کسی طالب علم کے کسی سوال پر کسی وقت بھی آپ چیں بہ جبیں نہ ہوتے۔ ایک دن حضرت تونسوی نے شیعہ وسنی کے نزاع پر مختلف سوالات کئے اور حضرت مدنیؒ نے بڑی فراخدلی سے جوابات دیئے، یہاں تک کہ گفتگو طویل ہوگئی۔

بعداز کلام حضرت شیخ نے فرمایا ''مولوی عبدالستار! آپ کا ذوق قابل داد ہے۔میرا مشورہ ہے کہ یہاں سے فراغت کے بعد لکھنؤ چلے جاؤ، وہاں امام اہل سنت علامہ عبدالشکور صاحب لکھنویؒ سے ضرور استفادہ کرو، انشاء اللہ آپ کے تمام اشکالات رفع ہوجائیں گے'' حضرت مدنیؒ نے دوران اسباق یہ بات کئی بار ارشاد فرمائی، حضرت شیخ کے اس ارشاد نے مولانا تونسوی کے خوابیدہ جذبات اورانکی آرزؤں کو یکسر جگا دیا، اس موقع پر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر زندگی نے وفا کی تو انشاء اللہ اپنے والد بزرگوار کی آرزؤں کی تکمیل اوراستاذ مکرم کے حکم کی تعمیل میں لکھنو جا کر اپنے جذبات واحساسات کو مسلک حقہ کے دلائل کی تحصیل میں خرچ کروں گا، تمام علوم وفنون کی تکمیل کے بعد اس طرح حضرت کی تمام تر توجہات ومیلانات کا واحد مرکز بن گیا کہ کسی طرح سے جلد از جلد اہل سنت والجماعت کے مسلک کی حقانیت کو دلائل کیساتھ عام کیا جائے۔ گویا انکو بھی عربی شاعر کی سی صورت حال پیش آئی جس نے کہا تھا۔

ولما نزلنا منزلاً طله الندى　　　　أنيقا وبستاناً من النور حالياً

اجد لنا طيب المكان وحسنه　　　　منى فتمننا ، فكنت الأمانيا

ترجمہ: ''اور جب ہم شبنم سے شاداب مقام اور گل وغنچہ سے مہکے ہوئے باغ میں اترے، تو حسنِ مقام نے ہمارے دل میں چند آرزوئیں پیدا کردیں، اوران آرزؤں کی جان تمہی تھے۔''

دورہ حدیث میں نمایاں کامیابی

برصغیر پاک وہند کی نامور درسگاہ سے حضرت تونسوی علوم دینیہ کا بیش بہا خزینہ

حاصل کر کے سالانہ امتحان میں نمایاں حیثیت سے کامیاب ہوئے. دارالعلوم دیو بند کے تعلیمی قواعد کے مطابق سالانہ امتحان میں ہر ایک کتاب کے کل نمبر پچاس متعین تھے مگر حضرت ممدوح نے بیشتر کتب میں حسب ذیل اعزازی نمبر حاصل کئے۔

بخاری شریف	۵۱	مسلم شریف	۵۲
ترمذی شریف	۵۱	ابوداؤد شریف	۵۱
نسائی شریف	۵۰	ابن ماجہ شریف	۵۱
طحاوی شریف	۵۰	شمائل ترمذی	۵۰
مؤطا امام مالکؒ	۵۰	مؤطا امام محمدؒ	۵۰

(نوٹ: اگلے صفحات پر سندات کے عکس تبرکاً پیش خدمت ہیں)

دارالعلوم دیوبند کی سند کا عکس

الحمد لله الذي جعل الشريعة المطهرة مقياسنا للحلال والحرام وأنار لنا معالم [illegible] ما اهتدى بها المتحيرون في غياهب [illegible]

[illegible] على [illegible] المتحيرين [illegible] بأمر الله لا يضرهم من خذلهم لا يخافون في الله لومة لائم [illegible] في كل عصر [illegible]

[illegible] الأحكام [illegible] العلوم [illegible] العظام والصلوة والسلام على من أرسل [illegible]

[illegible] الشريعة أصولا و

[illegible] الإسلام القائمين بنصرة الدين [illegible]

فيه الأقدام وبعد فإن الأخ الصالح البار المولوي عبد الستار بن الله بخش الملتاني [illegible]

قد دخل دار العلوم الديوبندية التي هي مركز العلوم الدينية ومنبعها [illegible] في الثاني عشر من شوال المكرم سنة خمس

وستين بعد الألف وثلثمائة من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف سلام وتحية فقرأ من العلوم والفنون الكتب التي ذكرها في [illegible] على طريقة

حسنة رضي عنها الأساتذة وأركان المدرسة وهو عندنا سليم الطبع [illegible] بالعلم [illegible] على التذكر والإفادة [illegible] حسن تفقه والآن لما

طلب منا الإجازة أجزناه وكتبنا له هذه الورقة لتكون سندا له وتذكرة عندنا [illegible] بالله التوفيق [illegible] سرا وعلنا ويتبع السنة

السنية مشتغلا بنشر أحكام الشريعة [illegible] من مطالعة الكتب الدينية مجدا في ترويج العلوم الدينية وأن يكون مقتفيا لآثار السلف الصالحين

مجتنبا عما أحدثه المبتدعون من الاختراع في الدين [illegible] على القرون المشهود لها بالخير من الصحابة والتابعين والأئمة المجتهدين

رضوان الله تعالى عليهم [illegible] وأن لا ينسانا في دعواته الصالحة والله الموفق والمعين وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين

حرر في يوم الخميس السابع والعشرين من جمادى الأولى سنة سبع وستين بعد الألف وثلثمائة من الهجرة النبوية صلى الله على صاحبها وسلم

أسامي الكتب المقروءة

قرأ من علم الحديث صحيحي الإمامين الهمامين البخاري ومسلم وسنن أبي داود والنسائي وابن ماجه والجامع

للإمام الترمذي والشمائل له والمؤطأين للإمامين الجليلين مالك ومحمد

وشرح معاني الآثار للإمام الطحاوي رحمهم الله تعالى و [illegible] بعض القرآن

إمضاءات المدرسين الكرام والأراكين العظام لدار العلوم

[illegible]

(اجازت حدیث کی سند کا عکس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاجازة المسندة لسائر الكتب والفنون المتداولة

[illegible]

(حضرت کا علمی شجرہ وسند حدیث)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ (م ۱۱۷۶ھ)

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ (م ۱۲۳۹ھ)

حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکی قدس سرہ (م ۱۲۸۲ھ)

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلویؒ (م ۱۲۹۶ھ)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (م ۱۲۹۷ھ) بانی دارالعلوم دیوبند

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندیؒ (م ۱۳۳۹ھ)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (م ۱۳۷۷ھ)

استاذ المناظرین سرمایہ اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی مدظلہ

بیعت کا شرف:

حضرت تونسویؒ نے ظاہری علوم و معارف کے استفادہ کیساتھ باطنی اصلاح و تربیت کیلئے محدث وقت، مجاہد کبیر، عارف باللہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ہی کو اپنا مربی و مرشد بنالیا، اور یکم شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ/ ۲۰ جون ۱۹۴۷ء کو حضرت شیخ الاسلامؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی حضرت تونسوی مدظلہ کا فرمان ہے کہ:

''تدریس و تعلیم کے ماہر اور سالہا سال کے مکاشفات و مراقبات سے بہرہ ور بھی بہت ہوں گے۔ خانقاہوں کے گوشہ نشین، ذاکر و شاغل ہستیاں بھی یقیناً دنیا میں موجود ہوں گی۔ مگر تبحر علمی کے ساتھ زہد و تقوی اور فنافی اللہ کا معیار اور ذوق جہاد سے سرشار، جذبہء خدمت خلق سے بہرہ ور..... جو کبھی مسند حدیث پر قال اللہ وقال الرسولﷺ کی صدائیں بلند کرے، تو کبھی تلامذہ اور مسترشدین کی روحانی تربیت کرتا ہوا دکھائی دے، کبھی وقت کے جابرہ اور فراعنہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارتا ہوا نظر آئے، تو کبھی اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر پابہ زنجیر جیل کی سلاخوں میں محبوس ہو، اور کبھی رب العالمین کے حضور راہب شب زندہ دار بن کر کھڑا ہو۔ ہم نے ایسا عارف باللہ، مجاہد کبیر، محدث یگانہ، پایا تو شیخ العرب والعجم حضرت اقدس سید حسین احمد مدنی'' کو پایا۔ سال بھر کے مشاہدہ میں مجھے حضرت کی حیات طیبہ کا کوئی عمل جب خلاف سنت نظر نہ آیا تو دل نے گواہی دی کہ ایسا شیخ کامل پھر نہیں مل سکے گا۔ اس لئے ناکارہ نے اپنا ہاتھ اس بحر شریعت اور خضر طریقت کے دست حق پرست میں دیکر انہی کے زیر فیضان نظر رہنے کا فیصلہ کرلیا''

خیالک فی عینی وذکرک فی فمی
ومثواک فی قلبی فأین تغیب

حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ:

''میرے شیخ حضرت مدنی'' کا علم وکمال اور انداز فکر جو کہ انہوں نے اپنے اکابر واساتذہ بالخصوص حضرت شیخ الہندؒ سے وراثتاً پایا ہے۔ اپنے تلامذہ، خلفاء اور مریدین میں کما حقہ منتقل فرمادیا، بحمد اللہ تعالیٰ آج مدنی فیوضات کے چشمے، تشنگان علم ومعرفت کو سیراب کر رہے ہیں۔

(وللہ الحمد والمنۃ)

(شجرہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ مشائخ دیوبند)

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ)

حضرت سید آدم بنوریؒ (م ۱۰۵۳ھ)

حضرت سید عبداللہ اکبر آبادی (م ۱۰۹۹ھ)

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ (م ۱۱۳۱ھ)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ)

حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ)

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ (م ۱۲۵۹ھ)

قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (م ۱۳۱۷ھ)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (م ۱۲۹۷ھ) بانی دارالعلوم دیوبند

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ)

حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوریؒ (م ۱۳۳۷ھ)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (م ۱۳۷۷ھ)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (م ۱۳۴۶ھ)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (م ۱۳۳۹ھ)

حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالستار تونسوی مدظلہ

اکابر کی زندگی

جب ہم اکابر علماء وصلحاء کرام کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک بات ہمیں قدر مشترک نظر آتی ہے کہ یہ نفوس قدسیہ پہلے ظاہری علوم میں مہارت وکمال حاصل کرتے اور اسکے بعد جادہ عشق ومحبت الٰہی پر قدم رکھتے۔ اور اسوقت تک مصروف عمل رہتے جب تک خلاق عالم ان کے اشتیاق کی بے تابیوں پر رحم فرماتے ہوئے حریم ذات کے دروازے ان کیلئے نہ کھول دیتا۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

ماشاء اللہ حضرت تونسوی مدظلہ جوکہ اپنے اکابر کے معاملہ میں نہایت غیور اور پابند مسلک رہے، کی زندگی میں بھی اپنے اکابرین کی تربیت کا عکس جمیل ہویدا ہے اسی وجہ سے ان کے ظاہری وباطنی کمالات سے ہزاروں علماء وعوام نے استفادہ کیا اور کر رہے ہیں۔

ہنوز آں ابر رحمت در فشان ست
خم و خم خانہ با مہر و نشان ست

سفر لکھنؤ

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت تونسوی، شیخ الاسلام حضرت مدنی کے مشورہ سے یکم رمضان ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹ جون ۱۹۴۷ء کو لکھنو پہنچے، جہاں دارالمبلغین لکھنؤ میں بطل جلیل، محقق کبیر، امام اہل سنت حضرت العلامۃ مولانا

عبدالشکورؒ صاحب لکھنوی، مسلک اہل سنت کی حقانیت کے براھین اور دفاع صحابہؓ کے حوالے سے علمی جواہر پارے بکھیرنے میں مشغول تھے، ان کے ہمراہ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالسلام صاحب اور دیگر اساتذہ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب وغیرہ ردرفض کے دلائل اورفن مناظرہ کی تعلیم دینے میں مصروف کار تھے۔

استاذ المناظرین، رئیس المحققین، امام اہل سنت

حضرت مولانا علامہ عبد الشکور صاحب لکھنویؒ قدس سرہ

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل باشد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی المعروف لکھنویؒ قصبہ کاکوری (یوپی) ہندوستان میں بتاریخ ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ موافق ۱۰ جنوری ۱۸۷۷ء پیدا ہوئے اور ۸۸ سال کی عمر میں بمقام لکھنؤ، بتاریخ ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۸۱ھ موافق ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء میں آپ کا وصال ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دو عظیم نسبتیں عطا فرمائی تھیں۔ جس کی وجہ سے آپ فاروقی اور مجددی مشہور ہیں۔ حق سبحانہ وتقدس نے آپ سے مذہب اہلسنت والجماعت کے دفاع کا خصوصی کام لیا ہے کہ جسکی وجہ سے وہ امام اہل سنت کہلانے کے حقیقی حقدار ہیں یوں تو آپ جملہ علوم وفنون پر کامل دسترس رکھتے تھے مگر حقانیت اہل سنت کے براہین، کتاب وسنت سے اہل تشیع کا رد اور شیعہ کتب سے دلائل کا انکشاف، فن مناظرہ میں مہارت تامہ، اصحابؓ رسولؐ کا علمی دفاع اور سنی وشیعہ کے اختلافی مسائل میں آپ اجتہادی شان کے حامل تھے، کتب شیعہ کی عبارات آپ کو ازبر تھیں، متعدد نامور شیعہ مجتہدین نے آپ سے مناظروں میں شکست فاش کھائی۔ آپ نے برصغیر پاک وہند میں پہلی مرتبہ ببانگِ دہل، شیعہ کفریات وہفوات کو طشت از بام کیا، جس سے رافضیت علمی

دنیا میں بے بس نظر آنے لگی۔ موصوف نے اعدائے صحابہ کے قلعوں کو مسمار کر کے مقام صحابہؓ کا پرچم بلند کیا، حضرت لکھنویؒ اپنی عبقریت اور علمی رزانت کے باعث معاصر علماء میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ انہیں ''امام وقت'' اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ انہیں ''امام اہل سنت'' کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ ہندوستان کے نامور عالم دین حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اپنے ماہنامہ ''الفرقان'' میں موصوف کے بارے جو تاثرات بیان کئے ہیں انکی افادیت کے پیش نظر چند اہم اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ کے تاثرات

علمی رسوخ:

ہمارے علمی اور دینی حلقوں میں بھی حضرت مولانا کی شہرت مسلک اہل السنّت کے ایک لائق وکیل اور کامیاب مناظر و متکلم کی حیثیت سے رہی ہے اور اس کام کیلئے یہ واقعہ ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں کسی خاص درجہ کے رسوخ علمی کی ضرورت نہیں رہی اس لئے جن لوگوں کو مولانا کے قریب رہنے کا زیادہ اتفاق نہیں ہوا ان کو غالباً بالکل اندازہ نہیں ہوگا کہ ممدوح صرف مناظر و مصنف ہی نہیں بلکہ علمائے راسخین میں سے تھے، نامور اصحاب درس کی سی ٹھوس علمی استعداد اور اپنے دائرہ میں مطالعہ بہت وسیع تھا، اسی کے ساتھ قدرت نے حافظہ بے نظیر دیا تھا۔ راقم سطور نے اپنی عمر میں بہت کم حضرات ایسے قوی الحافظہ دیکھے ہیں۔ سلامتی فہم کے ساتھ ذہانت و ذکاوت سے بھی اللہ تعالیٰ نے حصہ

وافر عطا فرمایا تھا۔ان سب چیزوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے خالص علمی حیثیت سے بھی مولانا کا مقام بہت بلند تھا۔علوم دین کے مختلف شعبوں میں سے علم قرآن سے خاص شغف تھا آپ کا سلسلہ تفسیر آیات آپ کے تدبر فی القرآن کی زندہ اور باقی رہنے والی شہادت ہے۔

تحریر وتقریر کا امتیاز

تحریر وتقریر بہت سادہ، ہر قسم کے تکلف و تصنع سے بری، حشو وزوائد سے پاک اورعبارات آرائی سے خالی مگر نہایت دلنشین ہوتی تھی، میں نے کسی صاحب قلم عالم کو نہیں دیکھا جس کی تحریر وتقریر میں اتنی یکسانی اور مطابقت ہو، اگر کوئی شخص مولانا کی تقریر لفظ بلفظ لکھتا تو اس کو کتابی شکل میں چھاپنے کیلئے کسی لفظی ترمیم کی بھی غالباً ضرورت نہ ہوتی، تقریر میں اثر اور زور پیدا کرنے کیلئے مولانا اس مبالغہ کے بھی روادار اور عادی نہیں تھے، جس کو کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح کمزور روایتیں (اگر چہ وہ علمی حلقوں میں بھی کتنی ہی مشہور ہوگئی ہوں) مولانا ان کے ذکر سے احتیاط فرماتے۔ہماری اسی صدی کے بہت بڑے حقانی عالم حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب محدث امروہوی ؒ (جنہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ کا شرف بھی حاصل تھا) میں نے ایک مجلس میں ان سے خود سنا حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کے بارے میں فرماتے تھے کہ میں ان کی اس بات کا بہت ہی معتقد ہوں اور اس کو ان کی کرامت سمجھتا ہوں کہ وعظ میں بھی کوئی بات غیر تحقیقی بیان نہیں فرماتے۔

مناظرہ کا امتیاز

قوت استدلال اور متانت وسنجیدگی آپ کے مناظرہ کا خاص امتیاز تھا، آپ کے متعدد مناظرے چھپے ہوئے ھیں جن لوگوں نے کبھی آپ کا مناظرہ سنا ہے وہ ان کتابی مناظروں کے مطالعہ کے وقت بالکل ایسا محسوس کرینگے کہ حضرت مولانا بول رہے ہیں۔ محقق مناظر کبھی خلط مبحث نہیں کرتا بلکہ اپنی پوری قوت اس پر صرف کرتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ روشنی میں آجائے، مولانا کا بالکل یہی طرز تھا، اسی لئے وہ فریق مخالف کی خلط مبحث کی کوششوں کو بھی چلنے نہیں دیتے تھے، اور وہ ہزار کوششوں کے باوجود خلط مبحث میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا، مبحث کے مرکزی نقطہ کو مولانا ہر تقریر میں ضرور دہراتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ عام سامعین کو بھی وہ خاص بات حفظ ہو جاتی تھی۔ فن کے لحاظ سے یہ مناظرہ کا کمال ہے اور احقاق حق کے مقصد کیلئے بھی یہ ضروری اور ناگزیر ہے۔

خاص موضوع

اگرچہ حسب ضرورت مولانا نے مناظرے عیسائیوں سے بھی کئے، آریہ ساجیوں اور قادیانیوں سے بھی، اور ان کے علاوہ دوسرے فرقہائے ضالہ سے بھی، لیکن مولانا کا خاص موضوع شیعی حملوں سے صحابہ کرامؓ اور مسلک اہل سنت کی حفاظت اور ان کا دفاع اور مذہب تشیع کی ضلالتوں کو واضح کر کے حجت حق قائم کرنا تھا، اور یہ وہ موضوع ہے جو ہندوستان کے خاص تاریخی حالات کی وجہ سے اس ملک کے اکابر علماء ومصلحین کی علمی اور دینی کوششوں کا صدیوں سے خاص موضوع رہا ہے۔ اب سے قریباً ساڑھے تین سوسال پہلے گیارہویں صدی ہجری میں تاریخ اسلام کے عظیم ترین مجدد امام ربانی شیخ احمد

فاروقی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور اسکے بعد بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے معاصر بیہقیٔ وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد استاذ الہند شاہ عبد العزیز محدّث دہلویؒ اور ان کے تلامذہ اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد محدّث گنگوہیؒ الغرض اپنے اپنے زمانہ میں ان سب ہی حضرات کی دینی اور اصلاحی کوششوں کا خاص موضوع اور ہدف (ان خاص تاریخی اسباب کی وجہ سے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں) یہی مسئلہ رہا ہے۔ جس شخص نے اس موضوع سے متعلق ان اکابر کی کتابیں دیکھی ہیں اور حضرت مولانا عبد الشکور صاحبؒ نے اس سلسلے میں جو کام کیا ہے اس سے بھی وہ واقف ہے، اس کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ مولانا نے اس موضوع کو اپنے ان پیشرو اکابر سے کئی گنا زیادہ نکھارا، اور ایک سعادتمند پیروکار کی طرح انکے کام کی تکمیل کر کے انکی روحوں کو شاد اور مطمئن کیا۔ اس ناچیز کا ذاتی تاثر یہ ہے کہ مولانا کی تحقیق و تنقیح نے اس دائرے کے کئی بنیادی مسئلوں کو جو علمی اور نظری تھے اور انکو صرف اہل علم ہی سمجھ سکتے تھے ایسا بدیہی بنا دیا کہ عامیوں کیلئے بھی ان کا سمجھنا آسان ہوگیا۔

ردشیعہ کے مشغلہ میں مولانا کی نیت اور اس موضوع سے ان کے غیر معمولی شغف کا اصل باعث:

مولانا نے ایک صحبت میں مجھ سے خود فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کے ناموس کی حفاظت اور ان کے خلاف کئے جانے والے پروپیگنڈے کی تردید بجائے خود بھی ایک عبادت بلکہ فریضہ ہے لیکن میں جو اس کام کو درجہ اوّل کی اہمیت دیتا ہوں اور اس میں اس طرح مشغول ہوں، خدا گواہ ہے کہ اس کیوجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مجروح ہوجانے کے بعد

قرآن مجید اور نبوت محمدیؐ سب مشکوک ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے بارے میں جو کچھ ہم جانتے ھیں وہ صحابہ کرامؓ ہی کے واسطے سے جانتے ھیں، اگر اس سلسلہ کی پہلی کڑی اور دین کے ناقلوں کی پہلی صف ہی ناقابل اعتبار ہوگئی تو قرآن اور سارا دین مشکوک ہو جائے گا اور ہمارے پاس ان کے بارہ میں یقین کی کوئی علمی بنیاد نہیں رہے گی۔ بہرحال میں صحابہ کرامؓ کی یہ حمایت اور بدافعت اور ان کے دشمنوں کا یہ مقابلہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی نیت ہی سے کرتا ہوں، اور مجھے اپنی مغفرت کی سب سے زیادہ امید اپنے اسی عمل سے ہے۔

غیر معمولی اعتدال:

مناظرہ کے میدان میں رہنے کے بعد راہ اعتدال پر قائم رہنا بڑی مشکل بات ہے، اللہ ہی اگر توفیق دے اور دستگیری فرمائے تو آدمی اعتدال پر قائم رہ سکتا ہے ورنہ اس میدان میں قدم رکھنے والے کا افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جانا ایک عام بات اور اکثری تجربہ ہے، ناچیز نے اس پہلو سے حضرت مولانا کو بہت ہی ممتاز اور باتوفیق پایا۔ صرف ایک مقولہ نقل کرتا ہوں جو مولانا سے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ ایک موقعہ پر حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت معاویہؓ کے درجات کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''حضرت علی المرتضیٰؓ سابقین اوّلین کی پہلی صف کے بھی اکابر میں ہیں اور حضرت معاویہؓ اگرچہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ہمارے سرتاج ہیں، لیکن حضرت علی مرتضیٰؓ سے ان کو کیا نسبت؟ ان کی مجلس میں اگر صف نعال میں بھی حضرت معاویہؓ کو جگہ مل جائے تو ان کیلئے سعادت اور باعث فخر ہے''

(از محمد منظور نعمانی، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ شمارہ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ)

حضرت تونسوی کا

امام اہل سنت علامہ لکھنوی ؒ سے کسب فیض

حضرت امام اہل سنت ؒ نے ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء کو لکھنؤ میں ایک خصوصی ادارہ ''دارالمبلغین'' کے نام سے قائم کیا جس میں فارغ التحصیل ذی استعداد علماء کرام کو داخلہ دیا جاتا تھا۔ حضرت تونسوی اپنے علمی و تحقیقی ذوق کی تکمیل کیلئے وہاں پہنچے اور حضرت شیخ کیخدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا بیان کیا اور ساتھ ہی حضرت مدنی کا حوالہ بھی دیا کہ انہوں نے آپکے ہاں بھیجا ہے۔ حضرت لکھنوی یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا کہ:

> ''شیخ مدنی ؒ کا حکم علی الرأس والعین مگر ہمارے دارالمبلغین میں داخلہ کیلئے فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ صلاحیت و استعداد اولین شرط ہے۔ مزید برآں اس موضوع سے جس قدر دلچسپی ہوگی اتنا ہی فائدہ ہو سکے گا''

چنانچہ حضرت تونسوی کا داخلہ امتحان ہوا۔ آپکی علمی صلاحیت اور فن مناظرہ سے دلچسپی دیکھ کر حضرت لکھنوی ؒ بہت خوش ہوئے اور داخلہ کا حکم جاری فرمایا، اسطرح موصوف اس بحر محیط کے غواص بنکر دُرر شتی کی دولت سمیٹنے لگے۔ ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء یوم پاکستان کے نادر موقع پر آپ دارالمبلغین لکھنؤ میں نادرۂ روزگار شخصیت سے مستفید ہو رہے تھے۔ حضرت تونسوی نے وہاں کے نصاب کے مطابق تفسیر آیات قرآنیہ، مشکوۃ المصابیح، فن مناظرہ کی تربیت، روافض کے عقائد،

مطاعن، مسائل، اعتراضات اور انکے جوابات، کتب شیعہ کی مکمل معلومات و دلائل، حضرت لکھنوی سے ہی پڑھے، کچھ اسباق حضرت مولانا عبدالسلام صاحب (صاحبزادہ حضرت لکھنویؒ) اور حضرت مولانا محمد صدیق صاحب سے بھی پڑھے، موصوف نے خداداد صلاحیت اور غیر معمولی کاوش کو بروئے کار لا کر بہت جلد دارالمبلغین کے طلباء میں ممتاز مقام حاصل کرلیا۔ جس کی وجہ سے آپ اپنے استاذ حضرت لکھنویؒ کے منظورِ نظر بن گئے یہاں تک کہ استاذ مکرم کی دوررس نگاہوں نے اپنے خصوصی تلمیذ کو فن تحقیق کی دقت، عقائد شیعہ کا بطلان اور علوم مناظرہ کے اسرار منتقل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

فکرِ لکھنویؒ کی اک جھلک:

حضرت تونسویؒ فرماتے ہیں کہ امام اہل سنت حضرت لکھنویؒ ایک بلند پایہ محقق و مدقق، نامور مناظر، اور اپنے فن کے مجتہد تھے۔ آپ کے اندر تقوی و طہارت، شرافت طبعی، اخلاق فاضلہ، فہم و فراست کے غیر معمولی آثار ہر وقت مشاہدہ کئے جاتے تھے۔ لکھنؤ جیسا شہر جہاں سنی بالکل غریب اور شیعہ مالدار تھے، سنیوں کی اپنے مذہب سے ناواقفیت اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ وہ شیعوں کے ساتھ ملکر تعزیے کا جلوس نکالتے تھے، جبکہ وہاں کا شیعہ انتہائی جری اور واشگاف الفاظ میں صحابہ کرامؓ پر تبرا کہنے کا عادی تھا۔ ۱۹۰۷ء میں رام پور کے شیعہ مقبول احمد جو کہ دہلوی کہلاتا تھا، نے اعلان کیا کہ "تبرا کہنا ہمارا مذہبی حق ہے اور ہم تبرا کہیں گے اسپر ہمیں کوئی نہیں روک سکتا" اس لحاظ سے لکھنؤ شیعہ خرافات اور رافضی تہذیب کی آماجگاہ بن چکی تھی، وہاں اصحاب ثلاثہ (حضرات ابوبکر، عمر، عثمان

رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا نام لینا بھی جرم تھا بلکہ ۱۹۰۹ء میں وہاں کے شیعوں نے انگریز حکومت سے یہ قانون پاس کروایا کہ عشرہ محرم اور ۲۱ رمضان کے دن مدح صحابہؓ کی اجازت نہ ہوگی بالخصوص اصحاب ثلاثہ کے مناقب اور ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم کے القاب کوئی سنی استعمال نہیں کرے گا، بصورت دیگر ایسے آدمی کو گرفتار کر کے کسی بھی مناسب دفعہ تعزیرات ہند کے تحت مقدمہ چلایا جائیگا۔

ایسی ناگفتہ بہ کیفیت میں نور حق کی شعاعیں کفر کی شدید ظلمت میں ماند پڑ گئیں تو یکا یک ایمان کی ایک ایسی نگاہ اٹھی جس نے خون جگر کی آمیزش سے اسقدر آنسو بہائے کہ سارا ہندوستان رو پڑا۔ یہ آنسو حضرت لکھنویؒ کے آنسو تھے، جنہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم کے اہل سنت کو بیدار کر دیا۔ چنانچہ امام اہل سنت حضرت لکھنویؒ کی آواز پر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، بطل حریت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ جیسے اکابرین نے ملکر مدح صحابہؓ کی تحریک چلائی اور حکومت کو مجبور کیا کہ لکھنؤ میں شیعہ کی تعداد بارہ ہزار سے زائد نہیں، جبکہ سنی آبادی (۸۰) اسی ہزار سے متجاوز ہے مگر حکومت' اقلیت کو اکثریت پر مسلط کر رہی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی مدح سرائی اہل سنت کے ایمان کا حصہ ہے۔ لہٰذا اکثریت کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۹۰۹ء کے آئین کو یکسر ختم کیا جائے۔ اس تحریک میں پچیس ہزار سے زائد مسلمان گرفتا ہوئے بالآخر حکومت نے ۲۶ مارچ ۱۹۳۸ء کو سنی مسلمانوں کا یہ حق تسلیم کرتے ہوئے اعلان کیا کہ انہیں جلسہ خاص وعام میں خلفائے ثلاثہؓ کی مدح وتعریف کا حق حاصل ہے اور یوں ۱۹۰۹ء کے انگریزی قانون کا خاتمہ ہوا۔

حضرت لکھنویؒ نے علمائے کرام کی تربیت کیلئے اپنا مخصوص ادارہ قائم کیا اس

موضوع پر متعدد کتب تحریر فرمائیں، ماہانہ رسالہ ''النجم'' کے نام سے شروع کیا ہر جگہ تقاریر میں شیعہ نظریات کو طشت از بام کر کے ان کی ریشہ دوانیوں اور کارستانیوں سے اہل اسلام کو آگاہ کیا۔ شیعہ کے نامور مجتہدین سے مناظرے کر کے انہیں عبرت ناک شکست دی، گویا اس حوالے سے حضرت نے احقاق حق اور ابطال باطل کا حق ادا کر دیا، آج کروڑوں افراد اہل سنت کی نگاہیں ان کے ولولہ ارادت کو سلام عقیدت پیش کرتی ہیں۔

؎ بے ارادہ جب اٹھی میری نگاہ تیری طرف
تیرے دام زلف میں اٹکی اٹک کر رہ گئی
کیا کہوں میں لاکھ روکوں تب بھی یہ رکتی نہیں
میری جسم وجان بہت دن سے ہی تیری رہ گئی

امام اہل سنت حضرت لکھنویؒ کے تلامذہ میں سے حضرت تونسویؔ ایسے انمول جوہر ثابت ہوئے کہ جنھوں نے اپنے شیخ کی تربیت کا صحیح معنوں میں حق ادا کیا، وہ نصف صدی کے زائد عرصہ سے آج تک اپنے آپ کو صحابہ کرامؓ کے دفاع ووکالت کیخدمت کیلئے وقف کئے ہوئے ہیں، فن مناظرہ ہو یا مسند خطابت، میدان تحقیق ہو یا دفاع صحابہؓ کا مشن.... حضرت تونسویؔ، فکر لکھنویؒ کی حقیقی تصویر ہیں، اگر انہیں حضرت لکھنویؒ کا علمی جانشین یا فکر لکھنویؒ کا امین کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔

؎ تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

دارالمبلغین لکھنؤ میں امتیازی حیثیت سے کامیابی

آپ نے دارالمبلغین میں احقاق حق وابطال باطل کی مخصوص تربیت حاصل

کر کے امتحان میں امتیازی حیثیت سے کامیابی حاصل کی، حضرت لکھنوی آپ کی اعلی کامیابی دیکھ کر نہ صرف مسرور و محظوظ ہوئے بلکہ انہیں اسی دن اپنے شاگرد رشید سے امید وابستہ ہوگئی کہ یہ میرے مشن کے حقیقی علمبردار ہونگے۔ چنانچہ چشم عالم نے دیکھا کہ حضرت تونسوی نے اپنے استاذ مکرم کے گلشن کی آبیاری خونِ جگر سے کی یہاں تک کہ اسے سرسبز و شاداب اور پراز میوہ و بہار بنایا

ؔ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے ...؟

آپ نے وہاں سے جو سند حاصل کی، جس پر حضرت اقدس علامہ لکھنوی کے مبارک ہاتھوں سے دستخط ثبت ہیں اس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

دارالمبلّغین لکھنؤ کی سند کا عکس

سند دارالمبلغین لکھنؤ

۶۸۶

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلّیاً

تصدیق کی جاتی ہے کہ مولوی محمد عبدالستار ولد مولوی الٰہ بخش صاحب ضلع ڈیرہ غازی خان

خاص بمقام تونسہ شریف دارالمبلغین میں آئے اور یہاں رہ کر مذہب شیعہ کے متعلق معلومات

حاصل کیے ان کی استعداد اچھی ہے اور مذہبی مناظروں سے ان کو دلچسپی ہے

اللہ تعالیٰ ان کو احقاق حق و ابطال باطل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین فقط

ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۶ھ



احقر العباد محمد صدیق
دارالمبلغین لکھنؤ

حضرت تونسوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

''اس ناچیز کے پاس، آج جو کچھ بھی موجود ہے سب عنایت خداوندی ہے اور میرے شیخ حضرت اقدس مدنیؒ اور میرے مربی و محسن حضرت اقدس علامہ لکھنویؒ کا فیض ہے''

؎ نہ جانے کس ادا سے میری جانب انہوں نے دیکھا تھا
ابھی تک دل میں تاثیر نظر محسوس ہوتی ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ:

''میں اپنی زندگی میں جن شخصیات سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں، ان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور امام اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور صاحب لکھنویؒ سر فہرست ہیں''

یہ حقیقت ہے کہ حضرت تونسوی میں کتاب وسنت کے خالص عقیدہ توحید کی کیفیت، عشق مصطفیٰ ﷺ کا والہانہ ذوق اور دائمی حلاوت کا ولولہ، حضرت شیخ مدنیؒ سے ہی منتقل ہو کر آیا ہے۔ اسی طرح آپ کو مقام صحابہؓ وعظمت اہل بیتؓ کی معرفت، مذہب اہل سنت والجماعت کی حقانیت اور فرق باطلہ سے مناظرہ کی تربیت حضرت علامہ لکھنویؒ کی دعوت فکر سے ہی نصیب ہوئی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں مسند حدیث پر حضرت مدنیؒ کی ضیاء پاشیوں اور دارالمبلغین لکھنؤ میں حضرت لکھنویؒ کی نکتہ آفرینیوں کی عملی تفسیر حضرت تونسوی مدظلہ کی ذات گرامی ہے۔

أولائک آبائی فجئنی بمثلهم
إذا جمعتنا یا جریر المجامع

وطن واپسی

حضرت والا علم و حکمت اور تحقیق و دانش کے چشمہ حیواں کی جستجو میں نکلے اور پھر خوب سیراب ہو کر واپس لوٹے۔ جب آپ گھر سے تحصیل علم کیلئے نکلے تو اس وقت متحدہ ہندوستان تھا۔ مگر آپ کے دوران تعلیم تقسیم ہند ہوئی اور پاکستان جیسا خطہ معرض وجود میں آیا اب آپ کو وطن پاکستان واپسی پر خاصی دشواری کا سامنا ہوا، آپ اپنے ذوق کے مطابق کچھ اہم کتب بھی ہمراہ لانا چاہتے تھے، چنانچہ وہاں سے آنے والے مہاجرین کیساتھ ٹرین پر سوار ہوئے دوران سفر بے حد صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ ادھر آپ کے والدین، بیٹے کی کئی سال کی جدائی اور حالات کی سنگینی کے باعث انتہائی پریشان تھے۔ اس ہنگامہ میں خط و کتابت کا سلسلہ بھی گھر والوں سے منقطع رہا۔ مگر اللہ تعالی نے آپ کی خصوصی حفاظت فرمائی اور آپ نے تمام تکالیف و شدائد کو تحصیل علم دین کی دولت جاوداں کے مقابلہ میں ہیچ سمجھ کر نہ صرف برداشت کیا بلکہ اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ اور یوں حضرت والا قابل رشک علمی وجاہت لے کر وطن واپس تشریف لائے

ے دُرِّ مقصود پالینا بہت دشوار ہے انجم
صدف نے موج طوفان کو بنایا پاسبان اپنا

چند غلط فہمیاں

کچھ لوگوں سے یہ سنا گیا ہے کہ حضرت تونسویؒ، حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستیؒ اور حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ کے شاگرد ہیں حالانکہ درحقیقت یہ بات صراحتاً غلط ہے، حضرت تونسوی دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، وہاں کے اساتذہ کرام کے اسماء گرامی کی تفصیل ہم تحریر کر چکے ہیں، جبکہ حضرت درخواستیؒ اور مولانا قریشیؒ دونوں بزرگ دارالعلوم کے فاضل بھی نہیں تھے، البتہ انہیں حضرت تونسوی کے ساتھ ہم عصر ہونے کے ساتھ ساتھ ہم مسلک ہونے کی وجہ سے بے حد محبت تھی، بعض احباب کے استفسار پر ہم نے وضاحت کر دی ہے تا کہ اشتباہ نہ رہے۔

بابِ دوم

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریاء سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر

آغاز تدریس:

وطن واپسی کے بعد ۱۹۴۷ء کے آخر میں آپ نے اپنے محلہ کی مسجد خلفائے راشدینؓ (مسجد منجوٹھیاں والی) میں جہاں آپ کے والد صاحب امامت و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے، تدریسی سلسلہ کا آغاز فرمایا آپ نے چند طلباء اپنے ہاں رکھنے کا فیصلہ کیا مگر تھوڑے ہی عرصہ میں سارے علاقہ میں آپ کی آمد اور تدریس کا شہرہ ہونے لگا۔ مدرسہ محمودیہ کے پرانے طلباء جو آپ کے زمانہ تعلیم میں آپ سے کچھ اسباق پڑھ چکے تھے آپ کی آمد کے منتظر تھے جونہی آپ دیوبند و لکھنؤ سے تشریف لائے اور تدریس کا آغاز کیا تو وہ طلباء پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہوگئے ان حالات کو دیکھ کر آپ کے استاذ شیخ الحدیث مولانا خان محمد صاحبؒ نے آپ کو مدرسہ محمودیہ کا اعزازی مدرس رکھ لیا مگر آپ اپنے محلہ کی مسجد خلفائے راشدینؓ میں ہی روزانہ سات اسباق پڑھاتے تھے اور طلبہ مدرسہ محمودیہ سے وہیں آکر سبق پڑھتے تھے آپ کا علمی و تحقیقی ذوق اور افتاد طبع مطالعہ ہی تھا جو ان کا لازمہ زندگی بن گیا اسی محنت و عرق ریزی نے آپ کو بہت جلد بام عروج تک پہنچا دیا اگلے سال اہل علاقہ آپ کو بستی سنجر سیداں (تونسہ) لے گئے علاقہ بھر کے بیسیوں طلبہ تحصیل علم کے لئے آپ کے ساتھ وہیں چلے گئے وہاں آپ نے دو سال تک اہم درسی کتب کا درس دیا، حضرت تونسویؒ کی قابل رشک صلاحیت اور طلباء کے دل میں ان کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے باعث جامعہ محمودیہ کے اساتذہ اور مہتمم صاحب نے باہمی مشورہ سے فیصلہ کیا کہ آئندہ سال انہیں بہر صورت جامعہ محمودیہ تونسہ میں مدرس تعینات کیا جائے گا۔

مطالعاتی اسفار (ایران وعراق)

حضرت تونسوی ابتداء ہی سے علم مناظرہ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے، مگر انہیں اپنی عدیم النظیر محنت کے سبب حضرت علامہ لکھنویؒ کی خصوصی تربیت اور ان کے افادات عالیہ نے صیقل کا کام دیا۔ اہل فن خوب آگاہ ہیں کہ فرق باطلہ بالخصوص روافض سے مناظرہ میں کمال حاصل کرنا کارے دارد... کیونکہ شیعہ کتب معتبرہ عربی وفارسی میں مسطور ہیں جن کی عبارات صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ادق و مغلق ہیں، مناظرہ کیلئے علوم صرف ونحو، ادب و منطق، تفسیر وحدیث، علوم عالیہ وفنون آلیہ، فریقین کے عقائد ونظریات سے مکمل واقفیت اور علم مناظرہ میں کامل دسترس ضروری ہے اس کیلئے فریق ثانی کی کتب اصلیہ کا موجود ہونا ناگزیر ہوتا ہے انہی کتب کی جستجو میں حضرت والا نے ایران وعراق جانے کا عزم فرمایا، مگر آپ کو بعض دوستوں نے وہاں جانے سے روکا، کیونکہ شیعہ نظریات سے واقف اور مناظرانہ ذہن رکھنے والے شخص کا ایسے ملک میں جانا جہاں اکثریتی آبادی شیعہ ہو، خطرے سے خالی نہیں تھا، مگر حضرت ان باتوں کی پرواہ کئے بغیر تحقیق حق کیلئے بلاخوف وخطر ایران وعراق تشریف لے گئے... کیونکہ

غواص گر اندیشہ کند کام نہنگ
ہرگز نکند درّ گراں مایہ بہ چنگ

(غوطہ خور اگر مگر مچھ کے حلق سے ڈرے تو کبھی بھی قیمتی موتی حاصل نہ کر سکے)

وہاں پہنچ کر آپ نے دونوں ملکوں کے اہم شہروں مثلاً تہران، قم، کربلا، نجف

اشرف، بغداد، بصرہ، کوفہ ان کی عبادت گاہوں، مساجد، مدارس، تعلیمی مراکز، کتب خانوں اور لائبریریوں کا بنظر غائر معاینہ کیا، دونوں ملکوں کی مذہبی وسیاسی صورت حال کا جائزہ لیا، وہاں کے مشاہیر علماء سے ملاقاتیں کیں اوران سے تبادلہ خیال کیا، نامور کتب خانوں میں بیٹھ کرنادر ونایاب کتب کا مطالعہ کر کے خوب استفادہ کیا اس سفر میں آپ نے اپنا مقصود حاصل کرنے کیلئے جس محتاط طریقے سے وقت گزارا وہ آپ کی دور اندیشی اور بردباری کی نادر روئیداد ہے۔

☆ سب سے زیادہ شیعہ تہذیب کا مرکز نجف اشرف ہے، جہاں ان کے عظیم کتب خانے، لائبریریاں اور مدارس کثیر تعداد میں ہیں۔یہی شہر شیعہ علماء ومجتہدین کا مسکن بھی ہے،اس لئے وہاں حضرت والا کا سب سے زیادہ قیام رہا اور شیعہ مجتہدین سے تفصیلاً گفتگو کا بھی موقع ملا،ایک سوال کے جواب میں شیعہ مجتہدین نے بتایا:

''ہمارا مذہب وہی ہے جو ہماری کتب معتبرہ میں بیان کیا گیا ہے،عصر حاضر میں موجودہ اسلام اور قرآن اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں،مگر شیعہ مذہب جو کہ دین اصلی ہے جناب صاحب الامر امام مہدی کے زمانہ میں رائج ونافذ العمل ہوگا''

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں شیعہ علماء نے کہا کہ:

''ہماری مثال وقلیل من الآخرین کی سی ہے''

شیعہ علماء ومجتہدین کی صراحت پر حضرت تونسوی نے مذہب شیعہ تک رسائی حاصل کرنے کیلئے وہاں سے بیشتر شیعہ کتب اصلیہ معتبرہ بھاری رقم ادا کر کے خریدیں، قبل ازیں بعض کتب شیعہ ہندوستان لکھنؤ سے بھی آپ خرید کرلائے تھے اس طرح آپ

اپنی مطلوبہ کتب جمع کر کے بامراد واپس لوٹے۔

مقامات مقدسہ پر حاضری:

اسی سفر میں حضرت تونسوی کو جن مقامات مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا وہ حسب ذیل ہیں:

(ا) نجف اشرف میں خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام سے منسوب مزار پر انوار پر حاضری دی۔

توضیح قبر سیدنا علیؓ:

(الف) صاحب الطبقات الکبریٰ نے وضاحت کی ہے کہ حضرت علیؓ کی قبر کوفہ میں ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں گ

إن الحسن بن علی صلی علی علیؓ بن أبی طالب فکبر علیه أربعة تکبیرات و دفن بالکوفة عند المسجد الجماعة فی الرحبة مما یلیه أبواب الکنده

(طبقات ابن سعد ص ۳۸ جلد ۳)

سیدنا حضرت حسنؓ نے اپنے والد محترم کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں پھر سیدنا حضرت علیؓ کو کوفہ کے مقام رحبہ میں ابواب کندہ کے سامنے مسجد جماعت کے پاس دفن کیا گیا۔

(ب) باقی رہی یہ بات کہ روافض نے حضرت علیؓ کی قبر نجف اشرف میں مشہور کی ہوئی ہے تو اس کے بارے علامہ ابن کثیرؒ شدید مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

یہ قبر حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی ہے نہ کہ حضرت علیؓ کی۔ فتنہ خوارج کی وجہ سے قبر کو مخفی رکھا گیا اور نجف اشرف کی طرف شہرت ہوگئی۔

(البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۰ جلد ۷)

(ج) یہی بات مزید صراحت کے ساتھ المنتقیٰ منہاج الاعتدال کے متن اور حاشیہ پر بھی موجود ہے۔

(المنتقی من منهاج الاعتدال فی نقض کلام اهل الرفض و الاعتزال ص ۴۲۴)

(د) مجموع الفتاویٰ میں علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ نجف اشرف میں منسوب قبر درحقیقت حضرت علی کی نہیں بلکہ اسے جاہل عجمیوں نے تین سو سال کے بعد مشہور کیا، سیدنا حضرت علیؓ قصر الامارت کوفہ میں ہی مدفون ہیں۔

(مجموع الفتاوی ص ۴۴۷-۴۶۶-۴۹۳ ج ۲۷)

نوٹ: حضرت تونسویؒ نے کوفہ میں سیدنا حضرت علیؓ کی حقیقی قبر مبارک اور نجف اشرف میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی قبر کی بھی زیارت کی۔ بقول علامہ ابن کثیرؒ کے اگر روافض کو یہ علم ہو جائے کہ یہ قبر حضرت مغیرہؓ کی ہے تو وہ بغض صحابہؓ کی وجہ سے اس پر پتھر برسانے سے باز نہ آئیں۔

(البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۰ جلد ۷)

(۲) کربلا معلّٰی میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر حضرت والا نے حاضری دی، حضرت تونسوی مدظلہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہاں دو قبریں موجود ہیں ایک چھوٹی قبر جو کہ سیدنا حضرت حسینؓ کے نام سے منسوب ہے جبکہ ساتھ دوسری بڑی قبر موجود ہے جسے گنج شہداء کہا جاتا ہے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ میدان کربلا میں حضرت علیؓ کے صاحبزادے اور دیگر عزیز جوان کے ہمراہ شہید ہوئے تھے ان سب

کو وہاں اکٹھا دفن کیا گیا جن میں حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرات عثمانؓ وعمرؓ وغیرہ بھی شامل تھے۔ (جلاء العیون ص ۵۷۰ ج ۲)

شیعہ کا کتمان

چونکہ شیعہ مذہب میں کتمان حق اور تقیہ اہم ترین عبادتیں ہیں اس لئے انہوں نے عثمانؓ وعمرؓ کے اسماء گرامی کو چھپانے کیلئے گنج شہداء کا نام دے رکھا ہے، واضح رہے کہ سیدنا حضرت علیؓ وحضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ کو خلفاء ثلاثہؓ سے اس قدر محبت وعقیدت تھی کہ انہوں نے اپنے بچوں کے نام ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ رکھے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے اٹھارہ بیٹوں میں سے تین کے نام ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ تھے۔
(دیکھئے شیعہ کتاب جلاء العیون ص ۵۷۰ ج ۲)(.... تاریخ الائمہ ص ۴۳)

نیز حضرت حسنؓ کے بارہ بیٹوں میں سے دو ابوبکرؓ وعمرؓ تھے۔ (تاریخ الائمہ ص ۶۳)

سیدنا حضرت حسینؓ کے گیارہ بیٹوں میں سے دو ابوبکرؓ وعمرؓ تھے۔ (ایضاً ص ۸۳)

سیدنا حضرت زین العابدینؒ کے ایک بیٹے کا نام عمرؒ تھا۔ (ایضاً ص ۹۹)

اسی طرح امام موسیٰ کاظمؒ کے ایک بیٹے کا نام بھی عمرؒ تھا۔ (ایضاً ص ۱۵۳)

؎ میرے نقص خودی وبیخودی سے میکدے والو!
مجھی پر ہی نہیں ساقی پہ بھی الزام آتا ہے

(۳) ان حضرات کی قبور مبارکہ کی زیارت کے بعد حضرت تونسویؒ کوفہ، بصرہ اور بغداد، موصل اور سامراہ تشریف لے گئے، جہاں متعدد انبیاء کرامؑ، صحابۃ الرسولﷺ، اکابرین امت، محدثین عظام ومجتہدین کرام آسودہء خاک ہیں مثلاً بغداد میں کئی

انبیاء کرامؑ کے مزارات کے علاوہ امام اعظم سراج الامت امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام موسیٰ کاظمؒ، امام قاضی ابو یوسفؒ، محبوب سبحانی حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت معروف کرخیؒ کے مزارات پر انوارات کی زیارت کی۔ اسی طرح کوفہ میں سیدنا حضرت علیؓ وسیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور موصل میں کئی انبیاءؑ وصحابہؓ کے مزارات دیکھے۔ اس کے ساتھ سامراہ میں امام حسن عسکریؒ کی قبر کے علاوہ غار ''سرمن راہ'' کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو ایک تہہ خانہ بنا کر اس پر گنبد تعمیر کیا گیا ہے اس غار کے بارے میں شیعہ کا زعم باطل یہ ہے کہ ان کے امام مہدی، اصلی قرآن اور انبیاء کرامؑ کے ملبوسات ونوادرات سمیت اسی غار میں سنیوں کے قتل کے خوف سے چھپ گئے ھیں۔ مگر یہ بات عجوبہ سے کم نہیں کہ جس مذہب کا امام اور قرآن غار میں ہے ان کا آئے دن فتنہ وفساد، خنجر بردار خون آشام جلوس کیوں چوک بازار میں ہے..؟

اسطرح حضرت والا اس علمی، روحانی، مطالعاتی سفر سے باظفر ہو کر واپس لوٹے، ایران وعراق کے مطالعاتی سفر سے وطن مراجعت کے بعد آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ کے حکم پر مدرسہ محمودیہ کی تدریس کو قبول فرمایا۔

مدرسہ جامعہ محمودیہ تونسہ شریف کا تعارف:

تونسہ شریف کی نامور مذہبی شخصیت، روحانی پیشوا حضرت خواجہ محمود صاحبؒ (م ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء) نے تونسہ شہر میں تقریباً ۱۹۲۵ء کو ایک دینی درسگاہ جامعہ محمودیہ کے نام سے قائم کی جس میں ماہر علوم حضرت مولانا علی گوہر صاحبؒ کو تدریس کیلئے متعین کیا مدرسہ کے تمام تر اخراجات حضرت خواجہ صاحب خود برداشت کرتے تھے، یہاں تک کہ

آپ نے اپنی ذاتی زمین سے قطب پور ضلع ملتان میں تیرہ مربع کا قیمتی زرعی رقبہ مدرسہ کے نام وقف کر دیا، تا کہ مدرسہ کسی کا محتاج نہ رہے۔ یہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے اخلاص وانفاق فی سبیل اللہ کی اعلیٰ مثال ہے۔ بانی مدرسہ کی دینی حمیت وللّٰہیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اسی درسگاہ کے فیض نے تحصیل تونسہ کے سارے علاقہ کو روحانی وعلمی دولت سے مالا مال کیا اور اسی ادارہ سے شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ اور حضرت علامہ محمد عبدالستار صاحب تونسویؔ جیسی شخصیات پیدا ہوئیں۔

حضرت مولانا اللہ بخش صاحب ساکن بستی منگلا تونسہ کا بیان ہے کہ:

''استاذ مکرم مولانا خان محمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے فارسی سے لیکر موقوف علیہ تک تمام کتب مدرسہ محمودیہ ہی میں پڑھیں، جب دورہ حدیث کا وقت آیا تو ایک دن میں نے حضرت خواجہ محمود صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! میں نے تمام کتابیں پڑھ لی ہیں اب میرے بارے میں کیا حکم ہے، کہ دورہ حدیث کیلئے کہاں جاؤں؟ حضرت خواجہ صاحبؒ بعد از نماز عصر مسجد میں تشریف فرما تھے اور کافی لوگ آپ کے پاس موجود تھے آپ نے کچھ دیر کیلئے سر جھکا کر تامل فرمایا پھر سر اٹھا کر فرمایا: خان محمد! دورہ حدیث کیلئے دارالعلوم دیوبند چلے جاؤ، یہ سن کر ایک شخص بول پڑا کہ حضرت وہ تو وہابیوں کا مدرسہ ہے اس پر حضرت خواجہ محمود صاحبؒ نے حکیمانہ جواب دیا کہ: ''خاک از تودہء کلاں باید گرفت'' (مٹی کسی بڑے ٹیلے سے لینی چاہئے (جہاں سے اس کے ختم ہونے کا اندیشہ نہ ہو)

یعنی آپ نے دارالعلوم دیوبند کی علمی غزارت ووجاہت اور روحانی عظمت پر مہر تصدیق ثبت کی۔ ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید''

چنانچہ حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ خواجہ صاحب کے مشورے سے دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہاں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ فراغت کے بعد گھر واپس تشریف لے آئے بعدازاں انہیں مدرسہ محمودیہ میں تدریس کیلئے تعینات کیا گیا۔ آپ تادم زیست یہیں پر ہی علوم دینیہ کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کا تبحر علمی مسلم تھا، حضرت تونسویؒ بھی آپ کے فیض یافتہ ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ صاحب تونسویؔ

کی اکابرین دیوبند سے شیفتگی

حضرت خواجہ محمود صاحبؒ کے بعد ان کے خلف الرشید حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ مدرسہ محمودیہ کے مہتمم بنے۔ موصوف صاحب فہم وذکا، پابند صوم وصلوۃ، ذاکر وشاغل اور علم دوست انسان تھے، اللہ کریم نے آپ کو حسن سیرت کیساتھ حسن صورت سے بھی نوازا تھا، آپ دور اندیشی اور فیاضی میں اپنی مثال آپ تھے، آپ کے دور میں مدرسہ محمودیہ نے بہت زیادہ ترقی کی۔ درسگاہوں کا اضافہ دار الاقامہ کی تعمیر اور مدرسہ کی عظیم الشان لائبریری انہی کے دور کی یادگاریں ہیں آپکو اکابرین دیوبند سے والہانہ محبت تھی انکی زندگی کے حالات وواقعات اس کا بین ثبوت ہیں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کو دار العلوم دیوبند میں دورہ حدیث کرنے کا مشورہ حضرت خواجہ محمود صاحبؒ نے دیا تھا، اور واپسی پر انہیں اپنے مدرسے کا مدرس بنایا۔ حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ نے مولانا خان محمد صاحب کو تادم حیات مدرسہ محمودیہ میں صدر مدرس کے عہدے پر برقرار رکھا۔

(۲) حضرت تونسویؔ کو دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کرنیکا مشورہ بھی حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ نے ہی دیا تھا اور جب آپ فارغ ہو کر واپس آئے تو اپنے مدرسہ محمودیہ کا انہیں مدرس بنا لیا۔ نیز خواجہ نظام الدین صاحبؒ نے اپنے دونوں صاحبزادے خواجہ غلام فخر الدین صاحب اور خواجہ غلام معین الدین صاحب کو انہی کی

زیر تربیت رکھا۔ دونوں صاحبزادوں نے حضرت تونسویؒ سے متعدد کتب پڑھیں۔

(۳) حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ کی اکابرین دیوبند سے محبت و شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے تونسہ میں کئی مرتبہ جلسوں کا اہتمام کیا مگر علمائے دیوبند کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو دعوت نہیں دی۔ چنانچہ حضرت تونسویؒ کے بیان کے مطابق:

خواجہ صاحبؒ کے جلسہ میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بطل حریت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ تشریف لاتے رہے جنکے بیانات سے ہزاروں لوگ مستفیض ہوئے''

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(۴) حضرت خواجہ صاحبؒ کو شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے بے حد عقیدت تھی، یہاں تک کہ تقسیم ہند کے حوالہ سے بھی وہ حضرت مدنیؒ کے موقف کے حامی تھے۔ جب حضرت مدنیؒ کے انتقال کی خبر حضرت خواجہ نظام الدین کے ہاں پہنچی تو آبدیدہ ہوگئے، فوراً مدرسہ محمودیہ تشریف لائے جہاں حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ پڑھا رہے تھے حضرت کی درسگاہ میں پہنچ کر روتے ہوئے فرمایا:

آج آپکے استاذ بلکہ پورے ہند کے استاذ حضرت مدنیؒ وفات پاگئے ہیں (اناللہ وانا الیہ راجعون) اسلیئے آپکو اطلاع کرنے بھی آیا ہوں اور تعزیت کرنے بھی۔

افسوس کہ میرے پاس وہاں جانے کا کوئی انتظام نہیں۔ آج اگر نظام الدین

کے پاس ہوائی جہاز ہوتا تو میں ضرور حضرت مدنیؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کرتا۔مگر افسوس یہ سہولت بھی میسر نہیں۔

؎ زندگی جن کے تھورے سے چلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

(۵) حضرت خواجہ صاحب کے دور میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب فاضل دیوبند (تلمیذ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندیؒ) اور حضرت مولانا عبدالستار صاحب شہلانی دیوبندی کو مدرسہ محمودیہ میں مدرس تعینات کیا گیا بلکہ ان کے دور میں کسی بریلوی عالم کو یہاں مدرس نہیں رکھا گیا۔

(٦) شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کا بیان ہے کہ ہم حضرت خواجہ محمود صاحبؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں ایک بریلوی عالم بھی آموجود ہوئے کچھ دیر کے بعد علمائے دیوبند کی باتیں چل نکلیں حضرت خواجہ صاحبؒ نے بریلوی عالم سے علمائے دیوبند کے علم کی بابت حال واقعی دریافت فرمایا تو منصف مزاج بریلوی عالم نے بھری محفل میں حضرت سے کہا کہ ’’ہمارا اختلاف اپنی جگہ سہی مگر خدا معلوم بانی دارالعلوم دیوبند کا اخلاص کتنا تھا؟ کہ آج دیوبند جیسا کوئی مدرسہ نہیں،اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ جیسا آج دنیا میں کوئی عالم نہیں۔

(۷) حضرت مولانا اللہ بخش صاحب کا بیان ہے کہ ڈیرہ غازی خان میں حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ کا ایک ذاتی مکان تھا جہاں آپ کے متعلقین اور مہمانوں کی رہائش کا انتظام بھی ہوا کرتا تھا محترم سردار احمد خان صاحبؒ پتافی بانی تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان، خواجہ صاحب سے ملنے کیلئے تونسہ تشریف لائے، ملاقات کے

بعد انہوں نے خواجہ صاحب سے اپنا مدعا بیان کیا کہ آج دو درخواستیں لایا ہوں ایک تو یہ کہ ہمارا تنظیمی جلسہ ڈیرہ میں منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ حضرت مولانا لال حسین صاحب اخترؒ، مولانا امیر حسین صاحب اور دیگر علماء تشریف لا رہے ہیں براہ کرم آپ کو صدارت کی دعوت ہے، خواجہ صاحب نے اسے بطیب خاطر قبول فرمایا پھر دوسری بات دریافت فرمائی تو سردار احمد خان پتافی نے کہا کہ مہمانوں کی رہائش کیلئے ہمیں مکان کی ضرورت ہے، اگر گنجائش ہو تو آپ اپنا مکان عنایت فرما دیں، اس پر خواجہ صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا کہ سردار صاحب ایک گذارش میری بھی ہے کہ مہمان خانہ مشروط طور پر آپکو مل سکے گا، اگر میرے مکان پر علماء کرام کا قیام ہوگا تو سب کا کھانا بھی میرے ذمہ ہوگا، سردار صاحب نے اس تکلف کی معذرت چاہی مگر خواجہ صاحب نے برجستہ کہا، سردار صاحب! مکان میرا اور کھانا آپ کھلائیں...؟ کیسی نامناسب بات ہے۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے مہمان خانہ بھی عنایت فرمایا اور کھانے کا انتظام بھی کیا پھر حسب وعدہ جلسہ کی صدارت کیلئے تشریف لے گئے۔ دوران جلسہ سٹیج پر خواجہ صاحب کیلئے کرسئ صدارت موجود تھی مگر حضرت خواجہ صاحب جب وہاں پہنچے تو منتظمین کے اصرار کے باوجود کرسی کے بغیر قالین پر ہی تشریف فرما ہوئے اور فرمانے لگے کہ علماء کی موجودگی میں کرسی پر بیٹھنا میرے لئے مناسب نہیں۔

بنی آدم سرشت از خاک دارند
اگر خاکی نباشد آدمی نیست

(۸) حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جب انتقال ہوا تو حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ بے حد رنجیدہ ہوئے، طبیعت کے مضمحل ہونے کیوجہ

سے خود نہ جا سکے مگر اپنے دونوں صاحبزادوں خواجہ غلام فخر الدین صاحب اور خواجہ غلام معین الدین صاحب کو جنازہ میں شرکت کیلئے ملتان بھیجا۔ انہوں نے جا کر جنازہ میں شرکت بھی کی اور تعزیت بھی...

(۹) بریلوی مسلک کے بعض علماء نے حضرت خواجہ صاحب کو پیغامات بھیجے اور خطوط بھی لکھے کہ آپ نے اپنے مدرسہ محمودیہ میں دیوبندی علماء کو مدرس رکھا ہوا ہے جو کہ خطرہ سے خالی نہیں، اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ میری مجبوری ہے بریلوی علماء سرتال اور گانے میں ماہر ہیں جبکہ دیوبندی علماء کتب دینیہ پڑھانے میں ماہر ہیں۔

نوٹ:

مذکورہ بالا تمام واقعات، راقم الحروف نے شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحب، حضرت مولانا عبد الستار صاحب شہلانی، حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالستار تونسوی صاحب اور حضرت مولانا اللہ بخش صاحب آف بستی منگلہ (تونسہ) سے بالمشافہ سن کر بلا تبصرہ قلمبند کئے ہیں۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

حضرت تونسویؒ کی تدریسی خدمات

جامعہ محمودیہ تونسہ میں آپ کا زمانہ تدریس ایک مثالی دور کی حیثیت رکھتا ہے آپکا طلبہ کو کتاب دانی اور مطالعہ کا طریق بتلانا، ان سے اپنے سامنے عبارت پڑھوا کر خود اسکی توضیح فرمانا، مرادات سے عبارات کا انطباق پھر قیودات کے فوائد، مسائل کی تنقیح، فنی اور

ادبی مباحث، فرق باطلہ بالخصوص شیعہ شنیعہ کا مدلل رد، آپکی تدریس کے نمایاں شاہکار ہیں، عربی ادب میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی جس کی وجہ سے مدرسہ محمودیہ میں آپ کو شیخ الادب کے لقب سے پکارا جاتا تھا، جن لوگوں کو حضرت سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آج بھی انکے دوران سبق حقائق ودقائق کا ایک سمندر موجزن ہوتا ہے، انکی سب سے بڑی خصوصیت افہام وتفہیم کا ملکہ ہے کہ جس سے وہ ہر بات کو ایسے سہل انداز میں پیش فرماتے ہیں کہ عامی آدمی کے ذہن میں بھی بات اتر جاتی ہے۔سائل کے سوال پر اسے بلا کر اس کے ہاتھ کی انگلی کو دبانے کا عمل، حضرت کی مشفقانہ عادت کا حصہ ہے پھر ساتھ ہی سوال کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں، جس سے محسوس ہوتا کہ بجلی کے کرنٹ کی طرح کوئی چیز منتقل ہو رہی ہے، جامعہ محمودیہ میں آپ نے دس سال تک درج ذیل کتب پڑھائیں۔

گلستان، بوستان بدائع منظوم، سکندرنامه، صرف، کافیه، شرح جامی، عبد الغفور، هدایه اولین و آخرین، شرح وقایه، قطبی،نور الانوار، حسامی، سلم العلوم، قاضی حمدالله، نفحة العرب نفحة الیمن، مقامات مختصر المعانی، دروس البلاغة، رشیدیه، شافیه، امورعامه، حجة الله البالغة،مطول.

میبذی، صدراء، شمس بازغه، بیضاوی، توضیح تلویح ، شرح عقائد، طحاوی شریف، ابو داؤدشریف، ابن ماجه شریف، ترمذی شریف، اور بخاری شریف.

حضرت تونسوی کا ارشاد ہے کہ

”تدریس کے میدان میں کامیابی وترقی کیلئے غیر معمولی محنت وجانفشانی

سے کام کرنا، اپنے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرنا اور ہر کتاب کے سبق کو تیار کرنے کیلئے اسے تین بار دیکھنا ناگزیر ہے۔ نیز ٹھوس علمی استعداد وصلاحیت کے حامل اصحاب درس سے مشاورت اور انکی نگرانی میں رہنا از حد ضروری ہے مگر یہ بات ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اخلاص وتقوی کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا''۔

حضرت والا نے مزید فرمایا کہ:

''طلبہ میں استعداد وصلاحیت تین چیزوں سے پیدا ہوتی ہے، مکمل انہماک سے مطالعہ کتاب پورے ذوق وشوق سے مذاکرہ سبق (تکرار) اور استاذ کی تقریر کو توجہ سے سننا، کیونکہ مطالعہ کتاب سے صلاحیت واستعداد، سبق کے تکرار سے حافظہ وذکاوت اور استاذ کے درس کو ہمہ تن متوجہ ہو کر سننے سے فراست وتفہیم کا ملکہ پیدا ہوتا ہے''۔

تونسہ شریف میں درس قرآن

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے عوام کی رشد وہدایت کیلئے اپنے شہر میں درس قرآن کا آغاز فرمایا، چونکہ آپ کی علمی دھاک لوگوں کے دلوں پر بیٹھ چکی تھی اس لئے زیادہ لوگ آپکی طرف متوجہ ہونے لگے، مگر علاقائی رسومات وبدعات، سرداروں جاگیرداروں کا دام غلامی اور روافض خوافض کی خطرناک چالوں میں عوام الناس جکڑے ہوئے تھے بالخصوص سنی وشیعہ میں کوئی امتیاز نہ تھا، شیعوں کے ماتمی جلوسوں میں شرکت کرنا ثواب سمجھا جاتا تھا، جاہل سنی تعزیے اور گھوڑے کی منتیں مانتے اور نیاز کی دیگیں بھی تقسیم

کرتے تھے، سنی وشیعہ کے مابین شادی ونکاح کوروا سمجھا جاتا تھا، تبرائی شیعہ اپنی مجلسوں میں صحابہؓ پرلعن طعن کرتے مگر بے حس سنیوں کواس پرکوئی غیرت نہ آتی، مقام صحابہؓ کا بنیادی مسئلہ علماء کرام کی بے اعتنائی کا شکار ہو چکا تھا، ان حالات کے پیش نظر حضرت تونسوی نے سب سے پہلے اپنے شہر میں درس قرآن حکیم شروع فرمایا، تاکہ لوگوں کے عقائد کی اصلاح ہو ابتداءً مخصوص لوگ اس درس میں شریک ہوئے، مگر تھوڑے عرصے میں اس کی تعداد روز افزوں ہونے لگی، چند دنوں بعد ایک مستقل مکان اس بابرکت کام کیلئے مختص کر دیا گیا۔ جو ''ترجمہ گاہ'' کے نام سے مشہور ہوا، آپ کے ساتھ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب حضرت مولانا اللہ داد صاحب اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب بھی درس دیا کرتے تھے بحمد اللہ درس قرآن کے انوارات نے ہزاروں انسانوں کے عقائد کوجلا بخشی۔

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

آغاز تبلیغ

حضرت نے درس وتدریس کے علاوہ تبلیغی سلسلے کا آغاز بھی اسی دور میں فرمایا چونکہ آپ کی علمی قابلیت درسی مہارت اور تحقیقی ذوق سے لوگ متاثر ہو چکے تھے اس لئے آپکو تمام علاقے میں جانے کی دعوت دی گئی، آپ نے ایک ایک بستی اور قصبہ میں جا کر حق وصداقت کا پیغام پہنچایا، عقیدہ توحید کی حقیقت، عظمت رسالتؐ ومقام صحابہؓ جیسے اہم عناوین پرآپ نے تقاریر کیں، مگرآپکا خاص موضوع شیعی حملوں سے صحابہ کرامؓ اور مسلک

اہل سنت کا دفاع اور مذہب تشیع کی ضلالتوں کو واضح کر کے حجت قائم کرنا تھا، آپ کی تبلیغ سے سنی مسلمانوں میں مذہبی حمیت پیدا ہوئی، متلاشیان حق کو صراط مستقیم سے آگاہی ہوئی اور اہل سنت کا مذہبی تشخص قائم ہوا یہاں تک کہ حق و باطل میں امتیاز ہونے لگا۔

☆ حضرت تونسوی کا متکلمانہ ذہن، حکمت مدنیہ و تربیت لکھنؤیہ سے جلا پائے ہوئے دل و دماغ، افہام و تفہیم کا بے نظیر ملکہ اور مشکل ترین مسائل کو امثال و نظائر کے ذریعہ مدلل طریقے سے ذہن نشین کرانے کی مہارت تامہ ایسے کمالات ہیں کہ جن کی وجہ سے آپ کی حیثیت ایک بحر بیکراں کی سی معلوم ہونے لگی۔

ے دیکھئے تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی میرے دل میں ہے

پہلا مناظرہ:

جنوری ۱۹۴۹ء میں آپ کا سب سے پہلا مناظرہ بمقام منگروٹھہ شرقی (تونسہ) شیعہ مناظر ذوالفقار علی شاہ سے تحریف قرآن کے موضوع پر ہوا، شیعہ مناظر کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اپنی چار معتبر کتابوں کا حافظ ہے، سنی و شیعہ کے مابین یہ پہلا مناظرہ تھا جس میں ہزاروں آدمی تلاش حق کے جذبے سے دیوانہ وار جمع ہوئے چشم فلک نے اس موقع پر حضرت تونسوی کی جرأت و عبقریت کے کرشمے دیکھے، شدید سردی کے باوجود نام نہاد چار کتابوں کا حافظ شیعہ مناظر پسینہ پسینہ ہو گیا، اور بالآخر اسے عبرت ناک شکست ہوئی، حضرت تونسوی کی اس شاندار کامیابی سے ان کی مناظرانہ شان کو چار چاند لگ گئے اور اسی مناظرہ سے حضرت والا کی تحقیق انیق اور تدقیق رشیق کا طوطی بولنے لگا،

جس سے اہل سنت والجماعت کے حوصلے بلند ہو گئے، بعد ازاں حضرت تونسوی نے چکوال، تونسہ، لتڑی شمالی، اسلام پور، سیت پور، ضلع رحیم یار خان، اور بستی شیر ضلع ملتان میں شیعہ فرقہ کے مشہور مناظرین سے متعدد مناظرے کئے جنہیں ہم تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ پیش کریں گے۔

خود سراپا نور بننے سے کب کام چلتا ہے
تجھے اس ظلمت کدے میں نور کو پھیلانا بھی ہے

تنظیم اہل سنت میں ورود مسعود

حضرت موصوف کے گلدستہ کمالات میں فن مناظرہ کے کمال کو گل سرسبد کی حیثیت حاصل ہوئی، اس فن میں کامل دسترس اور غائر نظر کے سبب متعدد مناظروں میں آپ کی فاتحانہ شہرت نے جہاں دشمنان صحابہ کو مایوس کیا وہاں اہل سنت کو خوشی کی نوید بھی سنائی، اس موقع پر اہل علم حضرات نے آپ سے روابط شروع کر دیئے مگر سب سے پہلے تنظیم اہل سنت (جو کہ فرق ہائے باطلہ کی سرکوبی کیلئے معرض وجود میں آچکی تھی) کے بانی جناب سردار احمد خان صاحب پتافیؒ اور حضرت علامہ سید نور الحسن شاہ صاحب بخاریؒ کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی چونکہ اس دور میں روافض کی صحابہؓ کے خلاف چیرہ دستیوں اور مناظرہ بازی کی شاطرانہ چالوں نے اہل اسلام کو پریشان کر رکھا تھا اس لئے مخدوم اہل سنت سردار احمد خان پتافی نے تنظیم اہل سنت کا ایک خصوصی وفد تونسہ شریف بھیجا جس میں حضرت علامہ سید نور الحسن شاہ بخاریؒ اور حضرت علامہ مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ شامل تھے وہاں پہنچ کر اس وفد نے حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ حضرت مولانا خواجہ

نظام الدین صاحب" اور حضرت تونسوی صاحب سے ملاقاتیں کیں۔ تنظیمی زعماء نے حضرت خواجہ صاحب سے اپنا مدعا بیان کیا کہ ہماری جماعت کا مشن فرق باطلہ کا علمی طریقے سے سد باب کرنا ہے، ہم پورے ملک میں شیعہ فتنہ کے خلاف ایک باوقار عملی محاذ قائم کرنا چاہتے ہیں اس کام کیلئے ہمارے ہاں صاحب وجاہت، کوئی تربیت یافتہ مناظر ایسا نہیں کہ جس کے پاس مکمل شیعہ لٹریچر بھی موجود ہو، اس حوالے سے ہم حضرت تونسوی کا شہرہ سن کر آپ کے پاس آئے ہیں، ہمیں ان کے تعاون کی اشد ضرورت ہے، حضرت خواجہ صاحب چونکہ ایک علم دوست انسان تھے آپ نے فرمایا کہ مولانا تونسوی ہمارے مدرسہ کے بہترین مدرس، نامور مقرر اور قابل ترین مناظر ہیں، بہر حال آپ حضرات کو جب بھی ان کی ضرورت محسوس ہو تو آپ ان کو لے جا سکتے ہیں۔ اسی دن حضرت تونسوی تنظیم اہل سنت والجماعت کے ساتھ منسلک ہوئے چنانچہ جہاں کہیں بھی تقریر یا مناظرہ کی ضرورت ہوتی تو آپ تنظیم کے پروگرام پر تشریف لے جاتے، حتیٰ کہ آپ کی مقبولیت عام ہونے لگی آپ نے وہاں مزید مناظرے کر کے اپنے علمی تبحر کا لوہا منوالیا، جماعتی پروگرام کی بڑھتی ہوئی مصروفیت کے باعث حضرت خواجہ صاحب سے آپ کے بارے میں مزید اجازت لی گئی تو انہوں نے ہر ماہ دس دن تنظیمی امور کیلئے وقف کر دیئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد تبلیغ اور مناظروں کا سلسلہ مزید بڑھ گیا جماعتی احباب نے آپ کو بھی مجبور کیا اور پھر خواجہ صاحب سے آپ کے بارے اجازت چاہی، جس پر انہوں نے بیس روز جماعت کیلئے اور دس روز تدریس کیلئے مقرر کر دیئے۔ اس دور میں حضرت تونسوی بخاری شریف جیسی اہم کتاب پڑھاتے تھے مگر آپ کی مصروفیت ملک بھر میں زیادہ ہوگئی بالآخر تعلیمی سال کے اختتام پر آپ نے خواجہ صاحب سے مستقل اجازت چاہی کہ دس روز میں

تعلیم کا کام کما حقہ نہیں ہو پاتا جس کے باعث حضرت خواجہ صاحب نے بادل ناخواستہ آپ کو اجازت دے دی، اور فرمایا کہ جب بھی آپ کے پاس وقت ہو آپ ہمیں استفادہ کا موقع ضرور دیا کریں۔ حضرت والا اس وقت سے لے کر آج تک تنظیم اہل سنت والجماعت کے پلیٹ فارم پر دین متین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

اکابر علماء وصلحاء کی رفاقت

حضرت تونسوی مدظلہ نے جب تبلیغی میدان میں قدم رکھا تو اس وقت اکابر و اعاظم، علماء کرام، دین متین کی محنت میں شب و روز کوشاں تھے حضرت والا کو ان کی معیت و رفاقت میں کام کرنے کا موقع ملا، ان حضرات نے ایک مخصوص عنوان پر اپنی نوعیت کا منفرد کام دیکھ کر آپ کے جذبے کو سراہا اور خوب دعائیں دیں۔

☆ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری، شیخ طریقت حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ، اور امیر جمعیت حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ نور اللہ قبورہم، کے ساتھ آپ نے کئی تقاریر کیں ان اکابرین نے آپ کے پروگرام کی تائید وتوثیق فرمائی اور آپ کو اپنے ہاں خصوصی اجلاسوں میں دعوت بھی دی۔

☆ ۲۷ اگست ۱۹۵۷ء میں بمقام بستی سرگانہ ضلع ملتان، جو کہ شیعہ آبادی کی مرکزی جگہ تھی آپکو اور حضرت بخاری صاحبؒ کو مدعو کیا گیا، چنانچہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے قبل آپ نے رد شیعہ میں تاریخ ساز مدلل خطاب فرمایا جسے حضرت بخاریؒ سماعت فرماتے رہے پھر امیر شریعتؒ نے خطاب کرتے

ہوئے فرمایا:

''حضرت لکھنویؒ کے بعد آج پھر ایک بار مدلل گفتگو سننے کا موقع ملا۔ انشاء اللہ یہ شخص سنی مذہب کا لائق وکیل ثابت ہوگا'' (اور ساتھ ہی بہت دعائیں دیں)

☆ شیخ المشائخ، عارف باللہ حضرت مولانا علی المرتضی صاحبؒ (م ۱۹۸۸ء) تلمیذ رشید حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے حضرت تونسوی کا خصوصی تعلق تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ہر سال اپنے سالانہ اجتماع پر دعوت دیتے تھے کیونکہ حضرت شیخ کا علاقہ موضع گدائی ڈیرہ غازیخان، رافضیت کی نجاست سے آلودہ تھا، وہاں رد رفض کیلئے حضرت شیخؒ کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ کی دعوت پر امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے رہے بلکہ ایک مرتبہ گدائی ہی میں ایک شیعہ مجتہد سے مناظرہ کیلئے حضرت لکھنویؒ تشریف لائے مگر شیعہ مجتہد مناظرہ کی جرأت نہ کر سکا اس کے بعد اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت مولانا علی المرتضیٰؒ نے حضرت تونسوی مدظلہ کو دعوت دی۔ آپ ہر سال گدائی تشریف لے جاتے ہیں۔

☆ شیخ طریقت رہبر شریعت حضرت پیر خواجہ غلام حسن صاحب سواگؒ (م ۱۳۵۸ھ کروڑ لعل عیسن) کا آخری دور بھی حضرت تونسوی نے پایا ہے، حضرت خواجہ صاحب ایک درویش صفت، خدا رسیدہ، صاحب کرامت ولی تھے، حضرت تونسوی کے استاذ حضرت مولانا عبد الستار صاحب شہلانی مدظلہ نے احقر کو بتایا کہ

''میرے ساتھ مولانا محمد جمال صاحبؒ فاضل دیوبند ساکن سوکڑ تحصیل تونسہ بھی تھے کہ ہم دونوں حضرت خواجہؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی

کرامات دیکھ کران سے نسبت بیعت حاصل کر کے واپس لوٹے"

حضرت تونسوی صاحب نے فرمایا کہ خواجہ صاحب انتہائی ذاکر وشاغل اور صاحب نظر ولی تھے، انہیں کشف قبور کا ملکہ حاصل تھا ان کی نگاہ ایمان سے کئی ہندو مسلمان ہوئے پھر قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت خواجہ سواگ صاحب کو علمائے دیوبند سے خاص عقیدت تھی اور حضرات علماء کرام دیوبند ہی سے تحقیق مسئلہ فرما کر فتویٰ دیتے تھے انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے جو فتاوی حاصل کئے، ان پر علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا رسول خان صاحبؒ کے دستخط موجود ہیں۔ (کمالات حسنیہ ص ۱۳۷ از مولانا صوفی محمد اسد صاحب)

پھر اس پر مستزاد یہ کہ حضرت خواجہ صاحب نے مولانا شیخ کلیم اللہ صاحب، مولانا شیخ عبداللہ صاحب، اور مولانا شیخ غلام رسول کو ہندو مذہب سے تائب کر کے مسلمان کیا، اور تعلیم دین کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا۔

(فیوضات حسنیہ المسمی بہ کمالات حسنیہ ص ۲۳۵)

حضرت پیر خواجہ غلام حسن صاحب سواگؒ کے پوتے حضرت مولانا صاحبزادہ غلام محمد صاحب نقشبندی نے دس نومبر ۱۹۵۷ء کو حضرت تونسوی مدظلہ کو خصوصی خط لکھا جس میں اپنے دادا مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے جلسہ منعقد کرانے کا ذکر کیا، اس موقع پر مذہب حقہ اہل سنت والجماعت کی ترجمانی اور رد رفض کیلئے حضرت علامہ محمد عبد الستار صاحب تونسوی مدظلہ کو خصوصی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمایا۔ اور وہاں جا کر تقریر فرمائی۔

باب سوم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم از تو میخواہم خدا را
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

ایمان ما اطاعتِ خلفائے راشدینؓ
اسلام ما محبت آلؓ محمدؐ است

تبلیغی سرگرمیاں

حضرت تونسوی ایک عظیم مبلّغ اور نامور مناظر کی حیثیت سے دنیا میں ابھرے جنہوں نے دین حق کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ پاکستان میں پشاور سے لیکر کراچی تک کوئی شہر ایسا نہیں جہاں حضرت نہ پہنچے ہوں وہ جادہ اعتدال کے ایسے راہی ہیں جنہیں ابناء دنیا کے منصوبے یا کفر کی طاغوتی قوتیں اپنے مشن سے نہ ہٹا سکیں۔ آپ نے پاکستان بھر میں اس وقت عظمت صحابہؓ کا پرچم بلند کیا، جب یہاں صحابہؓ کا نام لینا بھی جرم سمجھا جاتا تھا، حق گوئی و بے باکی ہمیشہ آپ کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ آپ مذہب حقہ اہل سنت والجماعت کے حقیقی ترجمان، صحابہؓ کے سچے وکیل اور مسلک دیو بند کی عملی تفسیر ہیں۔ آپ کی زندگی کا تقریباً ساٹھ سالہ تبلیغی دور اسلام کی خدمت کا درخشندہ باب ہے۔

؎ یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ مردوں کی ہیں شمشیریں

آداب تبلیغ

تبلیغ دین اور دعوت الی اللہ، انبیاء کرامؑ کا پہلا فرض منصبی ہے، اس کے اصول وقواعد اور آداب خلاق عالم نے خود بیان فرمائے ہیں۔

(۱) چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

(سورۃ النحل ۱۲۵)

ترجمہ:- (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو.......الخ

اس آیت میں خود پیغمبرؐ اسلام کو تعلیم دی جارہی ہے کہ تین باتوں کا لحاظ رکھیں۔

(الف) حکمت یعنی مقتضائے حال، اور مخاطب کی رعایت کرتے ہوئے مدلل طریقے سے بات کریں۔

(ب) موعظۃ حسنۃ یعنی خیر خواہی کے جذبے سے، نرم لہجے کے ساتھ بہترین اسلوب کلام اختیار کیا جائے جس میں دل خراش باتیں اور بد اخلاقی کا مظاہرہ نہ ہو۔

(ج) اگر بحث و مناظرہ کی ضرورت پیش آئے تو وہ بھی خشونت اور شدت سے خالی ہو۔

(۲) دوسری جگہ ارشاد ہے:-

وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

(بنی اسرائیل ۵۳)

ترجمہ:- اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ اعدائے اسلام کے انکار پر اشتعال انگیز پہلو اختیار نہ کریں کیونکہ باہمی مذاکرہ میں شدت اور خشونت سے بجائے فائدہ کے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس صورت میں شیطان جھگڑا ڈالنے کی کوشش کرتا ہے جس سے ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔

(۳) جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فرعون جیسے سرکش کافر کے پاس تبلیغ کے لئے جانے لگے تو یہی نرمی کا طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔

فَقُولَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

(سورۃ طٰہٰ ۴۴)

ترجمہ:- اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔

اس آیت کے تحت حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

''دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے وقت نرم، آسان، رقت انگیز اور بلند بات کہو، گو اسکے تمرد و طغیان کو دیکھتے ہوئے قبول کی امید نہیں تاہم تم یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کر لے یا اللہ کے جلال و جبروت کو سن کر ڈر جائے اور فرماں برداری کی طرف جھک پڑے، گفتگو نرمی سے کرو اس سے دعاۃ و مبلغین کیلئے بڑا دستور العمل معلوم ہوتا ہے''

(۴) ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ عدواً بغیر علم ... الخ (سورۃ انعام ۱۰۹)

''اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے...''

اس کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ رقمطراز ہیں کہ

''تم تبلیغ و نصیحت کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اب جو کفر و شرک یہ لوگ کریں اسکے خود ذمہ دار ہیں تم پر اسکی کچھ ذمہ داری نہیں، ہاں یہ ضروری ہے کہ تم اپنی جانب سے بلا ضرورت ان کے مزید کفر و تعنت کا سبب نہ بنو، مثلاً

فرض کیجئے کہ انکے مذہب کی تردید و بحث و مناظرہ کے سلسلہ میں تم غصہ ہو کر انکے معبودوں اور مقتداؤں کو سب وشتم کرنے لگو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جواب میں تمہارے معبود برحق اور محترم بزرگوں کی بے ادبی کریں گے اور جہالت سے انہیں گالیاں دیں گے، اس صورت میں اپنے واجب التعظیم معبود اور قابل احترام بزرگوں کی اہانت کا سبب تم بنے، لہذا اس سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہئے، کسی مذہب کے اصول وفروع کی معقول طریقے سے غلطیاں ظاہر کرنا یا اسکی کمزوری اور رکاکت پر تحقیقی والزامی طریقوں سے متنبہ کرنا جداگانہ چیز ہے، لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر وتوہین دلخراش الفاظ نکالنا، قرآن نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔

(۵) آنحضرت ﷺ کا ارشادگرامی ہے۔

یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا

(بخاری کتاب العلم...)

لوگوں پر آسانی کرو، دشواری پیدا نہ کرو، اور انہیں اللہ کی رحمت کی خوشخبری سناؤ اور انہیں مایوس یا متنفر نہ کرو۔

انبیاء کرامؑ کی دعوت وتبلیغ کے عملی نمونے اور معاندین کے ساتھ مجادلات کے واقعات سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ اس میں پیغمبر نے مذکورہ ہدایات کیخلاف اپنی قوم پر ثقیل کلمہ بھی استعمال کیا ہو، مگر افسوس کہ کچھ لوگوں نے لسانی شدت وخشونت، گالی گلوچ اور بیہودہ زبان کو جرأت وحق گوئی کا نام دیکر اسے دین کی خدمت گردانا ہے۔ حالانکہ یہ تمام افعال شنیعہ بجائے خود تبلیغ دین اور ہدایت کی راہ میں

رکاوٹ بنتے ہیں۔ ماشاء اللہ اکابرین دیوبند (کثر اللہ سوادھم) نے ہمیشہ مذکورہ ہدایات کے مطابق انبیاء کرام کی طرز پر تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا ہے اس قافلہ حق وصداقت کے ایک سالار حضرت تونسوی بھی ہیں کہ جن کا انداز تبلیغ کتاب وسنت کے مطابق ہے۔

تقریر اور تحقیق کا حسین امتزاج

حضرت علامہ مدظلہ کے مواعظ اور تقاریر محض قصہ گو واعظوں کا وعظ یا جوش بیان مقرر کی غیر مدلل بے اثر تقریروں جیسی نہیں ہوتیں بلکہ آپ کی گفتگو میں تقریر و تحقیق کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ آپ کے مواعظ عالمانہ، محققانہ اور حکیمانہ ہیں، جن سے خواص وعوام یکساں استفادہ کرتے ہیں۔ آپ کی زندگی کا نصف صدی سے زائد عرصہ جو کہ تبلیغ دین کی خدمت پر محیط ہے اس بات پر شاہد عدل ہے کہ آپ نے کبھی بھی اعتدال سے ہٹ کر یا غیر تحقیقی بات نہیں فرمائی، بلکہ ہمیشہ خیر الکلام ما قلّ و دلّ کے اصول کو ملحوظ خاطر رکھا، اس وجہ سے آپ کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی، آپ کے انہماک تدریس اور اشتغال تبلیغ کی یہ کیفیت ہے کہ سارے سال میں آپ کے پاس ایک دن بھی فارغ نہیں ہوتا، بلکہ سال نو کی آمد سے پہلے تبلیغی پروگرام حضرت کی ڈائری میں مرتب ہو جاتا ہے۔ آپ کے عزم وہمت اور قوت گویائی کا یہ عالم ہے کہ اکثر عشاء سے لے کر طلوع صبح صادق تک ان کی تقریر جاری رہتی ہے۔ اگر کسی بستی، گاؤں یا جنگل میں آپ کی آمد کا اعلان ہو جائے تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ وہاں جمع ہو جاتے ہیں آپ کی شبانہ روز کی مساعی جمیلہ سے لاکھوں انسانوں کے عقائد کی اصلاح ہوئی۔ محترم ملک حاجی اللہ بخش

صاحب اولکھ سکنہ چاہ بخشووالا (بھکر) کا بیان ہے:

''اگر حضرت تونسوی ہمارے علاقے میں آکر دفاع صحابہؓ کا کام نہ کرتے تو آج ہمارے سمیت بے شمار لوگ شیعہ ہوتے، ہم جیسے لاکھوں سنی تونسوی فیضان کے مرہون منت ہیں''

سٹیج ایک کتب خانہ

علماء امت ہمیشہ درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کے ذریعے پیغام حق پہنچاتے رہے، مگر حضرت تونسوی نے مذہب حقہ اہل سنت والجماعت کو مدلل طریق سے پیش کیا، آپ نے عام طریقہ تقریر سے ہٹ کر مخصوص انداز اپنایا، وہ یہ کہ سٹیج پر فریقین کی اہم کتب سامنے رکھتے ہیں پھر دوران تقریر بوقت ضرورت کتاب کا صفحہ کھول کر پورے مجمع کو دکھاتے اور حوالہ پڑھ کر سناتے ہیں۔ خاص طور پر کتب شیعہ ہر وقت سفر وحضر میں آپ کے پاس ہوتی ہیں کتابوں سے بھرے بیگ اور بکس آپ کے خدام اٹھاتے ہیں، اور اس میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اس موقع پر آپ کے خادم خاص صوفی محمد یار صاحب مرحوم کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جس نے تیس سال تک آپ کی خدمت کی اور کتابوں کے وزنی بیگ اور بکس اٹھائے صوفی صاحب مرحوم کا ۱۹۸۸ء میں انتقال ہوگیا۔ (اللھم اغفرہ وارحمہ) (اب حضرت کے ساتھ محترم صوفی محمد رمضان صاحب اس خدمت پر مامور ہیں) اس طرز بیان کی ایک خصوصیت اور بھی ہے وہ یہ کہ سارے مجمع میں سے ہر فرد کو حضرت والا سے سوال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ لوگوں کے اشکالات بالخصوص روافض کے اعتراضات پر حضرت کا حسن جواب، طرز تکلم اور انداز خطابت بدل جاتا ہے۔

تقریر کی روانی اور طبیعت کی جولانی دیدنی ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے عنبر (مچھلی) کو تیرنے کیلئے دریا یا شاہین کو کھلی فضا مل گئی ہو۔

سٹیج پر سجی ہوئی کتب کا دل نشین منظر ایک کتب خانے کا سا سماں پیش کرتا ہے۔ حضرت والا عقلی و نقلی جوابات سے شیعہ شنیعہ کا ایسا مدلل رد کرتے ہیں کہ باطل کو کہیں چھپنے کی جگہ نہیں ملتی، یہی وجہ ہے کہ کسی رافضی یا بدعتی کو آپ سے مناظرہ کی ہمت نہیں ہوتی واضح رہے کہ حضرت نے یہ مخصوص و منفرد انداز اپنے اساتذہ سے وراثتاً پایا ہے۔ حضرت علامہ لکھنویؒ دوران اسباق کتب شیعہ ساتھ رکھتے اور موقع پر کتاب کھول کر سناتے تھے اسی طرح حضرت شیخ مدنیؒ جب مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوتے تھے تو کتب حدیث کا مکمل سیٹ آپ کے پاس رکھا ہوتا تھا تمام فقہاء کے دلائل کتاب کھول کر سناتے کسی امام کی دلیل کو حوالہ کتب کے بغیر نہ چھوڑتے تھے۔

حافظہ وذکاوت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا حافظہ، مافوق الوہم جفاکشی اور زبردست ذکاوت سے نوازا ہے۔ حافظ قرآن نہ ہونے کے باوجود آپ کو آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ کا خاصہ حصہ زبانی یاد ہے خاص کر اہل سنت کی حقانیت کے دلائل از بر ہیں شیعہ فرقہ کی معلومات اس قدر ہیں کہ ان کے مسائل، مطاعن، عقائد، اعتراضات مع جوابات، شیعہ کتب کے حوالے مع صفحات بلکہ سطریں تک یاد ہیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ شہید فرمایا کرتے تھے کہ:

"میں نے عصر حاضر میں حضرت تونسوی سے زیادہ حافظے والا کسی کو نہیں

پایا مجھے وہ کتب شیعہ کے حافظ نظر آتے ہیں جب بھی وہ کسی کتاب کو کھولتے ہیں تو فوراً مطلوبہ صفحہ نکال لیتے ہیں، خدا معلوم یہ ان کا تجربہ ہے یا کرامت....؟"

ے این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حاضر جوابی وظرافت

حضرت کی تقریر کے دوران اکثر و بیشتر سوالات بھی اٹھائے جاتے ہیں لوگ ہر مسلک کے متعلق مسائل کاغذ پر لکھ کر پرچیوں کی شکل میں سٹیج پر بھیج دیتے ہیں کبھی کبھار باطل عقیدہ اور کمزور نظریہ کے حاملین شیخ کی حق گوئی کو برداشت نہ کرتے ہوئے دوران تقریر کھڑے بھی ہوجاتے ہیں ایسی صورت میں سامعین کو تسلی بخش جواب دینا اور مدلل گفتگو کرنا معنی دارد... بصورت دیگر نہ صرف تقریر و شخصیت کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے بلکہ نظریات وافکار میں کمزوری کا پہلو واضح نظر آنے لگتا ہے۔ مگر اللہ کریم نے حضرت تونسوی کو مدلل تقریر کرنیکا ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ جس سے مخالفین دم بخود رہ جاتے ہیں۔ آپکا ہر جواب برجستہ، ظرافت آمیز اور نہایت اثر انگیز ہوتا ہے کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ روافض کا رد انہی کی کتب سے پیش کرنا حضرت کا خصوصی کمال ہے۔ بنا بریں کبھی کبھی حضرت دوران گفتگو پر لطف مزاح کر کے سامعین کی اکتاہٹ کو تازگی میں بدل کر پورے پنڈال کو تازہ دم کردیتے ہیں، ہر بات کو نقلی طور پر مدلل پیش کرنا پھر اس پر عقلی دلائل وامثلہ لاکر مشکل سے مشکل مسئلہ کو آسان تر بنا دینا... شیخ کے فکر ذہنی اور دماغ کی نکتہ رسی کی

خوب عکاسی کرتے ہیں، شاید اہل نظر اسی کو فصاحت و بلاغت سے تعبیر کرتے ہیں۔

سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سننے والوں پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

زود خوانی وخوش نویسی

حضرت والا کو زود خوانی کی اس قدر مشق ہے کہ حیرت ہوتی ہے آپ اگر چہ حافظ قرآن مجید نہیں مگر ایک مختصر سی نشست میں دس پارے ختم کر دیتے ہیں رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا انہماک بڑھ جاتا ہے کہ اکثر قرآن پاک روزانہ ختم کرنے کا معمول ہے۔ دیگر کتب کے بارے میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ عام دیکھنے والا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ آپ محض اوراق کی گردانی کر رہے ہیں پھر لطف یہ ہے کہ اس قدر زود خوانی کے باوجود اپنا مقصود تلاش کرنے اور حوالہ کی تحقیق و تنقیح میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "جب مجھے کسی حوالے کی ضرورت ہوتی تھی، جب تک اسے تلاش نہ کر لیتا اس وقت تک مجھے نیند نہیں آتی تھی اور پوری رات کتب بینی میں صرف ہو جاتی"

البتہ آجکل ضعف پیری کے سبب زیادہ سماع فرماتے ہیں اسکام کیلئے انکے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالغفار صاحب تونسوی یا کبھی احقر کو موقع ملتا رہتا ہے۔

علاوہ ازیں آپ عمدہ خوش نویس بھی ہیں، دارالعلوم دیوبند میں آپ نے اپنے اساتذہ کے دروس کو قلمبند کیا آپ کے وہ تحریری مسودے آپ کی خوش نویسی کے خوب مظہر ہیں، یوں لگتا ہے کہ کسی کاتب نے باقاعدہ طریقہ سے انہیں تحریر کیا ہے ہمارے ایک مخلص دوست محترم ڈاکٹر محمود عالم صاحب درانی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے

حضرت سے آٹوگراف لیا، پیرانہ سالی میں حضرت کے مبارک ہاتھوں کی وہ تحریر دلپذیر میرے لئے نادر یادگار، عمدہ نصیحت اور خوش نویسی کا دلکش نمونہ ہے۔

محبت رسول ﷺ و معرفت صحابہؓ

مقام صحابہؓ کی معرفت تک رسائی حاصل کرنا، موقوف ہے مقام رسالتؐ کے سمجھنے پر، چونکہ سرکار دو عالمؐ سید الکونین ﷺ کی ذات اقدس ساری دنیا کیلئے سراج منیر ہے، رحمۃ للعالمینؐ کے مقدس سر پر دنیا بھر کے تمام انسانوں کی ہدایت کا تاج ہمیشہ کیلئے رکھا گیا ہے اس لئے آپ کی ذات گرامی منبع کمالات عظیمہ اور سرچشمہ فیوض عمیمہ ہے اور آپ کی سیرت مقدسہ جامعیت کے شرف سے مشرف اور آپکی حیات طیبہ اکملیت کے فضل سے ممتاز ہے۔ مبدء فیاض اور قسام ازل سے دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ بھی عطا فرمایا گیا وہ سب کاملاً سید الاولین والآخرینؐ کو عطا فرمایا گیا۔

ے حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ، ید بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کو کتاب اللہ میں سراج منیر فرمایا گیا ہے آپؐ دعوت وارشاد کا چمکتا ہوا سورج ہیں اور حدیث رسولؐ میں اصحابؓ رسول کو ستارے کہا گیا ہے ستارے سورج سے اکتساب ضیاء کرتے ہیں اور اندھیری رات میں جب سورج آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے (گو اس کا وجود برقرار رہتا ہے) تو یہ دنیا پر ضیاء پاشی کرتے ہیں اور ظلمت وضلالت دور کر کے راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔ حدیث میں اہل بیتؓ کو سفینہ سے تشبیہہ دی گئی ہے، جبکہ رات کو کشتیاں بھی ستاروں ہی سے راستہ پاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے اس دار فانی سے انتقال کے بعد صحابہ کرامؓ نے دنیا کی ہدایت وراہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور خلق خدا کو کفر وضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں گھر جانے سے بچالیا (رضی اللہ عنہم) اصحابؓ رسول نے اپنی اپنی فطرت اور مزاج کے مطابق فیوض وعلوم نبوت کے سرسبز وشاداب گلشن سدا بہار سے خوشہ چینی کی اور اپنے اپنے مزاج کے موافق صفات وکمالات رسالتؐ کے خوان کرم سے زلہ ربائی فرمائی، اگر حضرات صدیقؓ وفاروقؓ وعثمانؓ وعلیؓ اور حسنؓ ومعاویہؓ نے اصول حکمت وسیاست وتدبیر سیکھ کر سپین سے ہندوستان تک جہانگیری وجہاں بنانی فرمائی تو خالد بن ولیدؓ ابو عبیدہ بن جراحؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور عمرو بن عاصؓ نے رموز جنگ وجہاد سیکھ کر جابر وظالم قیصر وکسریٰ کی گردنیں مروڑ ڈالیں اور عراق وایران، مصر وشام کی پرشکوہ وپرہیبت حکومتوں کا تختہ الٹ کر رکھ دیا اگر حضرات عبد اللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اجلہ صحابہؓ نے قرآن ناطق سے اکتساب علم کر کے علم وفہم اور فقہ واجتہاد کے نور سے دنیا کو جگمگا دیا تو علی المرتضیٰؓ، سلمان فارسیؓ، عثمان بن مظعونؓ ، ابو درداؓ اور اصحاب صفہؓ سرچشمہ صدق وصفا سے سیراب ہو کر دنیا کے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب میں لگ گئے اگر عثمان غنیؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زبیرؓ وطلحہؓ نے حضور ﷺ سے تجارت کا سبق پڑھ کر کثیر دولت جمع کر لی اور کافی اللہ کی راہ میں لٹادی تو حضرت ﷺ ہی سے فقر وتوکل سیکھ کر مسیح الاسلام ابوذرؓ اور مصعب بن عمیرؓ جیسے متوکل علی اللہ اور تارک الدنیا حضرات نے کل کیلئے روٹی کا ٹکڑا بھی اٹھا رکھنے کو روا نہ سمجھا، اور پیوند لگے کپڑے پہنے، الغرض رسالتؐ کے آفتاب عالمتاب سے ان تمام روشن ستاروں نے اپنے اپنے مذاق، اپنی فطرت وصلاحیت کے مطابق اکتساب نور اور حصول ضیاء کیا اور سرچشمہ فیوض برکات منبع محاسن وکمالات سے

حسب استعداد سیراب وشاداب ہوئے۔

بقدر ظرف طالب یاں، ہیں پیمانے مقدر کے
لئے جاتا ہے جو جس کو ملا پیمانہ بھر بھر کے

مگر اصحابؓ پیغمبر ﷺ کی عظمت کو پہنچاننے کیلئے ایمان کامل، یقین صادق اور عقل سلیم وفہم مستقیم چاہئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ارباب بصیرت کا انتخاب فرمایا ہےاس دور میں صحابہؓ کی معرفت کے ساتھ ساتھ ان کی وکالت کی خدمت حضرت تونسویؒ کے حصے میں آئی ہے۔

حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاریؒ (ابن امیر شریعتؒ) فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ حال میں حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاریؒ اور حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسویؒ کو صحابہؓ کی معرفت حاصل ہے۔

دشمنان صحابہؓ کا تعاقب

انسانیت کی بدقسمتی ہیکہ دنیا میں ایسے بھی لوگ بستے ہیں جوایسی جامع کمالات اور ہمہ صفت موصوف ہستیوں سے بغض وعداوت رکھتے ہیں اور یہاں تک کہتے نہیں شرماتے

"شیعہ اگر چند مخصوص اصحاب کے طرز عمل کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتے تو ان کو حق حاصل ہے کہ وہ ان سے دوری چاہیں، برے کو اچھا نہ سمجھنا یا ظلم پر بوجہ اس کے مظالم کے نفرین کرنا کسی تہذیب میں برا نہیں، یہ غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے کہ تبرا خلاف تہذیب ہے، تبرا عین فطرت،

عین اخلاق اور عین مذہب ہے، بلکہ ایسے موقع پر خاموشی مجرمانہ حیثیت رکھتی ہے''
(رموز حقیقت صفحہ نمبر ۱۰-۱۱ شائع کردہ ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان)

وہ تربیت یافتگان رسولؐ جن کی قرآن نے مدح سرائی وثنا خوانی کی، احادیث رسول کا دفتر جن کے فضائل ومناقب سے لبریز ہے مگر روافض زمانہ نے انہی حضرات صحابہؓ سے تبرا، ان کی شان میں ہرزہ سرائی حتی کہ ان کی تکفیر کرکے ان پر سب وشتم کو اپنا مذہبی فریضہ گردانا ایسی ناگفتہ بہ کیفیت میں عوام تو کیا خواص بھی دم بخود ہونے لگے۔ ان حالات میں پاکستان کی تاریخ میں سب سے پہلے تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے علماء حقہ نے دفاع صحابہؓ کا پرچم بلند کیا تنظیم کے اکابرین میں سے حضرت تونسوی نے اس عنوان پر سب سے پہلے کام شروع کیا ہر شہر اور ہر گاؤں میں جا کر اہل سنت کی ذہن سازی کرکے انہیں مقام صحابہؓ سے روشناس کرایا اور اعدائے صحابہؓ کا علمی تعاقب، تحریر وتقریر کے علاوہ مناظروں کی شکل میں کیا، اور انہیں ایسا لاجواب کیا کہ اس زمانے کے شیعہ اپنے حواس کھو بیٹھے، شیعہ مناظرین ہمیشہ اپنی شاطرانہ چالوں سے سنیوں پر اعتراض کرتے جب کہ کم فہم سنی ان کے سوالات کے جواب دیتے رہے مگر حضرت تونسویؒ نے اپنے مناظروں میں ان کے باطل عقائد من گھڑت مسائل پر کڑی جرح کرکے انہیں مجیب بنایا۔ جس سے شیعیت مبہوت ہوگئی۔ یہ حضرت تونسوی کی مناظرانہ بصیرت کی ایک عدیم النظیر مثال ہے۔

تحریک تنظیم اہل سنت تاریخ کے آئینے میں

مخدوم اہل سنت جناب سردار احمد خان صاحب پتافیؒ (م ۱۹۶۰ء) نے ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۴۳ء میں بمقام جامپور ضلع ڈیرہ غازی خان، تنظیم کی بنیاد رکھی سردار صاحب ایک متمول زمیندار سراپا درد واخلاص اور مجسمہ تبلیغ تھے جن کی زندگی ملی سوز وگداز کا حسین مرقع تھی آپکے بیدار مغز دماغ نے اغیار کی مذہبی بیداری وحرکت، تبلیغی تنظیم ومرکزیت اور ایثار وفدائیت کا عمیق مطالعہ اور اضطراب انگیز احساس کیا اور انکا دردمند دل اپنوں کے مذھبی جمود وغفلت اور تبلیغی انتشار ولامرکزیت پر تڑپا، آپ نے اسلام کے مستقل نظام تبلیغ کی ضرورت محسوس کی کہ اس طریقہ سے اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اھل اسلام کو باطل کی یورش ویلغار سے بچایا جاسکتا ہے، اسی مقصد کے پیش نظر آپنے تحریک تنظیم اھل سنت کی بنیاد ڈالی۔ تنظیم کا پہلا اجلاس ۱۲ دسمبر ۱۹۴۳ء میں سردار صاحب کے دولت کدہ پر ہوا جسمیں بالاتفاق جناب نواب زادہ محمود خان صاحب لغاری کو صدر، سردار احمد خان صاحب پتافی کو بانی وناظم، جبکہ حضرت مولانا نورالحسن شاہ صاحب بخاریؒ کو مہتمم نامزد کیا گیا ۱۴ اپریل ۱۹۴۴ء کو امرتسر میں تنظیم کا پہلا مرکزی دفتر قائم ہوا جو بعد میں لاہور منتقل ہوا۔ اسوقت کے اخبارات ''زمزم لاہور''، ایسٹرن ٹائم لاہور، نیرّ اسلام لاہور، اور روزنامہ شہباز لاہور نے تنظیم اھل سنت کو خوب متعارف کرایا ۔اکثر مشاھیر علماء ومشائخ وقت نے تحریک تنظیم اھل سنت کا خیر مقدم کرتے ہوئے بانی تحریک سردار احمد خان پتافی کے فکر وتدبر کی تحسین وتصدیق فرمائی۔ مثلاً

۱۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ (م ۱۹۵۷ء)

۲۔ امام اھل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ (م ۱۹۶۲ء)

۳۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ (م ۱۹۵۲ء)

۴۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ (م ۱۹۴۹ء)

۵۔ مؤرخ اسلام حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ (م ۱۹۵۳ء)

۶۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ (م ۱۹۶۲ء)

۷۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ (م ۱۹۶۱ء)

۸۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (م ۱۹۸۳ء)

۹۔ پیر طریقت حضرت خواجہ نظام الدین صاحب تونسویؒ (م ۱۹۶۵ء)

۱۰۔ متاع اھل سنت حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ (م ۱۹۷۱ء)

۱۱۔ بطل جلیل حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ (م ۱۹۸۱ء)

مارچ ۱۹۴۵ء میں تحریک تنظیم اھل سنت کا پہلا مرکزی اجلاس لاہور میں ہوا جسمیں حضرت اقدس شیخ مدنیؒ اور مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلویؒ اور امام اھل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے شرکت فرمائی ان اکابر کے قدموں کی برکت سے تنظیم کا تعارف ملک بھر میں ہوا اور یوں اس تحریک کا تبلیغی کام شروع ہو گیا۔

ابتدائی طور پر تنظیم نے مرزائیت اور آریہ سماج کی مزاحمت میں خوب کام کیا اس حوالے سے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اخترؒ کی خدمات جلیلہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر تنظیم کی تعمیر و ترقی میں سرمایہ اھل سنت حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاریؒ کی مساعی جمیلہ اساسی حیثیت رکھتی ہیں

جنکی علمی قابلیت، تنظیمی بصیرت اورادبی وتصنیفی لیاقت نے تنظیم اھل سنت کو بام عروج تک پہنچا دیا، بعد ازاں ۱۹۴۹ء میں حضرت علامہ دوست محمد صاحب قریشیؒ تنظیم میں شامل ہوئے جوایک جید عالم دین، مجسمہ اخلاق و یقین اور نامور مبلغ تھے۔ جنہوں نے شرک و بدعت کے مضبوط قلعوں کو کتاب وسنت کی گولہ باری سے مسمار کر کے رکھ دیا۔

۱۹۵۰ء میں جب ملک بھر میں شیعیت پورے جوش وخروش سے مسلمانوں کے متاع ایمان پرشرر باری کرنے لگی اور اھل سنت کو مناظروں کا چیلنج دیا جارہا تھا اس وقت تنظیم اھل سنت نے ردشیعہ کی طرف توجہ دی اور حضرت تونسوی کو تنظیم میں شمولیت کی دعوت دی گئی جسے آپ نے قبول فرمایا۔

میں تو تنہا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ کچھ ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

حضرت تونسوی نے پورے ملک میں شیعوں کو برسر میدان بانگ دہل للکارا اور بالآخر جابجا روافض سے مناظرے کر کے انہیں عبرت ناک شکست دی حتی کہ چشم دنیا نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ حضرت تونسوی جہاں بھی قدم رکھتے، سناٹا چھا جاتا اور یوں محسوس ہوتا کہ شیعیت کو سانپ سونگھ گیا ہے۔

وہ بے حجاب دیکھ رہے تھے میری طرف
میں نے نظر اٹھائی تو گھبرا کے رہ گئے

آج ملک پاکستان میں جواسلامی روح، دینی جذبہ واصلاحی ولولہ، ایمانی جوش، اور تبلیغی کام، خواہ وہ کسی جماعت کی قیادت میں نظر آتا ہے وہ تنظیم اھل سنت کے انہی مردان حق آگاہ وغازیان سرفروش کے شبانہ روز عمل اور جہاد مسلسل کا نتیجہ وثمرہ ہے،

ماشاء اللہ آج تحریک تنظیم اہل سنت جسکے قائد و سرپرست اعلیٰ، قائد اہل سنت حضرت علامہ تونسوی مدظلہ ہیں انکے زیر قیادت پچاس سے زائد علماء مبلغین و مناظرین، تبلیغ اسلام اور مدافعت دین کی محنت میں سرگرم عمل ہیں جبکہ تنظیم کے مرکزی صدر، حضرت مولانا صاجبزادہ محمد عبدالغفار صاحب تونسوی ہیں، جماعت کا مرکزی دفتر ابدالی روڈ نواں شہر ملتان میں ہے۔

سنی شیعہ اختلاف اصولی ہے:

سنی تعلیم یافتہ طبقہ کے بعض حضرات ناواقفیت کی بنا پر عموماً یہ کہتے ہیں کہ سنی شیعہ اختلاف ایک فروعی اختلاف ہے اور ان میں کوئی اصولی اختلاف نہیں اور شیعہ علماء بھی ازروئے تقیہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ سنی شیعہ فروعی اختلاف ہے لیکن شیعہ کی مستند کتب میں معتبر روایات سے روزِ روشن کی طرح یہ بات عیاں ہے کہ سنی و شیعہ کا اختلاف اصولی ہے کیونکہ دونوں کا توحید سے لیکر آخرت تک اور کلمہ سے لیکر جنازہ تک کسی چیز کا بھی آپس میں اشتراک نہیں ہے چونکہ فرق باطلہ میں اہل تشیع اسلام دشمنی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں اور صحابہؓ کے بغض و عناد کی مشتعل آگ میں جل بھن کر دلائل و بینات اور حقائق و واقعات تک کو مسخ کرنے سے باز نہیں آتے۔اس لئے ہم یہاں شیعہ عقائد کا ایک اجمالی خاکہ انہی کی کتب معتبرہ سے پیش کردیتے ہیں تاکہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ سنی شیعہ کے مابین اختلاف اصولی ہے یا فروعی....؟

ے اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شئے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا !

شیعہ عقائد کا اجمالی خاکہ

۱۔شیعوں کے نزدیک موجودہ قرآن مجید محرّف ومبدّل اور ناقص ونامکمل ہے۔
(اصول کافی ص ۶۷۱)(مرأۃ العقول ص۵۳۶)(فصل الخطاب ص ۲۱۱،۲۳۹،۲۲۷،۲۳)(ترجمہ مقبول ص۶۷۱) (صافی ص ۳۵ ،۷۵،ج ۶)
(تفسیر البرہان ص ۵۳۷،۱۹۰ ج۴)(احتجاج طبرسی ص ۷۷،۸۷ج۱)
(انوار النعمانیہ ص ۲۴۷ ج۱)(تفسیر قمی ص ۲۱۹)

۲۔شیعہ کے ہاں بداء کا عقیدہ ایک بہت بڑی عبادت ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی پہلے جاہل ہوتا ہے بعد میں اسے چیزوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ (اصول کافی ص ۱۴۶، ۳۲۷ج۱)

۳۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ دنیا میں ناکام ہو گئے (نعوذ باللہ)(پیامہا و حرانیہای امام خمینی، در شماہہ اول سال ۱۳۵۹ ص ۱۸۴)(اتحاد و یک جہتی از خمینی ص ۱۵)

۴۔شیعہ امامیہ کے ہاں امامت کا درجہ نبوت سے بالاتر ہے۔
(حیات القلوب ص ۲، ج ۳)الحکومۃ الاسلامیہ از خمینی ص ۸۲)

۵۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ جب امام مہدی ظاہر ہونگے سب سے پہلے انکے ہاتھ پر حضرت محمد ﷺ بیعت کریں گے۔ (حق الیقین ص ۱۳۹)

۶۔شیعہ کے ہاں ان کے ائمہ ،نور اللہ، عین اللہ، لسان اللہ، مفترض الطاعۃ ،معصوم عن الخطا، حاضر و ناظر، عالم الغیب، مشکل کشاء و حاجت روا، معین و مددگار اور حلال و حرام کا مکمل اختیار رکھتے ہیں۔ (اصول کافی ص ۱۰۹،۱۱۰،۱۱۷،۱۲۱،۱۲۲)،(تاریخ الائمہ ص ۵۲)

۷۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم، عام طریقہء پیدائش سے ہٹ کر عورت کی ران سے

پیدا ہوتا ہے۔ (جلاء العیون ص ۳۴۴)

۸۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ (حضرات) ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ زندیق، کافر و منافق تھے۔ (نعوذ باللہ) (فروع کافی کتاب الروضہ ص ۶۲)، (حق الیقین ص ۵۲۲،) (اصول کافی ص ۲۶۵)، (صافی ص ۹۸ ج ۲)

۹۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سوائے تین کے سارے صحابہ مرتد ہو گئے (نعوذ باللہ)

(فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۴۵)، (حیات القلوب ص ۶۲۷، ۶۷۶، ج ۲)، (عین الحیاۃ ص ۳) (تفسیر البرھان ص ۳۱۹، ۳۲۰ ج ۱) (رجال کشی ص ۶، ۸) (انوار النعمانیہ ص ۸۱ ج ۱) (منتہی الآمال ص ۱۱۸ ج ۱) (تفسیر عیاشی ص ۱۹۹ ج ۱)

۱۰۔شیعہ مصنفین نے جا بجا لکھا ہے کہ: صحابہ پر لعنت ہو (نعوذ باللہ)

(کتاب الروضہ ص ۲۴۶)، (عین الحیوۃ ص ۵۹۹) (جلاء العیون ص ۲۱۱، ۲۱۵، ۲۱۹، ۲۳۲)

۱۱۔شیعہ فرقہ کا وظیفہ ہے کہ: ہر نماز کے بعد ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ ومعاویہؓ وعائشہؓ و حفصہؓ پر لعنت کرنا چاہئے (نعوذ باللہ) (عین الحیاۃ ص ۵۹۹)۔

۱۲۔شیعوں کے نزدیک حضرت علیؓ دابۃ الارض ہیں۔

(تفسیر البرہان ص ۲۰۹، ۲۱۰ ج ۳) (حق الیقین ص ۳۳۶ ج ۲) (ضمیمہ جات وحواشی مقبول ترجمہ ص ۳۸۵)

۱۳۔شیعوں کے نزدیک ایک دفعہ متعہ کرنے سے حضرت حسینؓ کا درجہ، دو دفعہ متعہ کرنے سے حضرت حسنؓ کا درجہ، تین دفعہ متعہ کرنے سے حضرت علیؓ اور چار دفعہ متعہ کرنے سے پاک نبی ﷺ کا درجہ ملتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

(تفسیر منہج الصادقین ص ۳۵۶ ج ۱) (برہان المتعہ ص ۵۲)

۱۴۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ: امام مہدیؒ (حضرات) ابو بکرؓ اور عمرؓ کو زندہ کر کے سولی پر لٹکائیں گے پھر انہیں جلا کر انکی خاک سمندر میں اڑا دیں گے۔نعوذ باللہ (حق الیقین ص ۳۶۱)

۱۵۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ: امام مہدیؒ حضرت عائشہ کو زندہ کریں گے پھر ان پر حد جاری کریں گے۔(کوڑے ماریں گے) نعوذ باللہ۔

(حق الیقین ص ۱۳۹) (ضمیمہ جات وحواشی ترجمہ مقبول ص ۳۴۰)

۱۶۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ: امام مہدیؒ تمام کفار سے پہلے سنیوں کو اور ان کے علماء کو قتل کریں گے۔ (حق الیقین ص ۵۲۷)

۱۷۔شیعوں کے علاوہ تمام لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں۔

(فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۸۵) (تفسیر البرہان ص ۸۷ ج ۲)

۱۸۔شیعہ مذہب میں تقیہ (جھوٹ بولنا) ایک اہم عبادت ہے اور دین کے نو حصے تقیہ کے اندر ہیں۔ (اصول کافی ص ۲۱۷ ج ۲)

۱۹۔شیعہ مذہب میں کتمان حق (دین کو چھپانے) سے خدا عزت دیتا ہے جبکہ دین کو ظاہر کرنے سے خدا ذلیل کرتا ہے۔ (اصول کافی ص ۲۲۲ ج ۲)

۲۰۔شیعہ کا عقیدہ ہے کربلا کو کعبہ شریف پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ (حق الیقین ص ۳۶۰)

(نقل کفر کفر نباشد)

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ

(آل عمران ۱۸۸)

؎ ستم کیشی کو تیری کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا
اگرچہ ہو چکے ہیں تجھ سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

حضرت تونسویؒ کی دینی حمیت:

انہی مذکورہ شیعہ عقائد کی سنگینی کا پاکستان میں سب سے پہلے جس نے اضطراب انگیز احساس کیا اور انہیں دینی حمیت نے چین سے بیٹھنے نہ دیا وہ حضرت تونسویؒ کی ذات گرامی ہے ہم نے بارہا انہیں کتب شیعہ کے مطالعے کے دوران محزون واشکبار دیکھا ہے اس سوز و درد اور دینی غیرت نے آپ کو برانگیختہ کیا تو آپ نے شیعہ کفریات کو برسر منبر طشت از بام کیا جس سے دنیا ششدر رہ گئی- اسوقت متعدد علماء نے اس موضوع کی معلومات نہ رکھنے کیوجہ سے آپکو متشدد کہا مگر آپ نے اس کی قطعاً پروانہ کی، پاکستان کی تاریخ میں حضرت نے ہی سب سے پہلے سنی و شیعہ کو دو الگ الگ نظریات قرار دیکر اسے ثابت کیا جس کا کوئی علمی طاقت انکار نہ کر سکی۔ اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ شیعہ فرقہ کی اصلی پہچان حضرت تونسویؒ نے ہی کرائی ہے۔

آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد ہے کہ آپ نے کبھی اپنے عقیدہ اور مسلک میں لچک پیدا نہیں کی تا کہ مسلک حقہ پر آنچ نہ آنے پائے اگر کسی نے سیاسی اغراض کے لئے اپنے ہاں کسی شیعہ لیڈر کو دعوت دی تو حضرت والا نے اس سنی کی سٹیج پر بھی جانا روانہ سمجھا ایک دفعہ ۱۹۹۷ء میں بمقام ڈب کلاں تحصیل شور کوٹ ضلع جھنگ میں محترم ملازم حسین نے آپ کو تقریر کی دعوت دی جب حضرت وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ جس مسجد میں جلسہ رکھا گیا ہے اس کا امام مسجد عقیدہ حیات النبی ﷺ کا منکر ہے حضرت نے فرمایا کہ جب تک منکر حیات النبی ﷺ اپنے عقیدے سے تائب نہیں ہوگا میں اس مسجد میں تقریر نہیں کروں گا چنانچہ ایک مکان خالی کرا کے اس کی حویلی میں جلسہ ہوا اور حضرت نے تقریر فرمائی یہ سب آپ کی دینی حمیت کی واضح مثالیں ہیں۔

مودودی صاحب کے نظریات سے اختلاف

حضرت تونسویؒ نے جہاں دشمنان صحابہؓ کا تعاقب کیا، وہاں مودودی صاحب کے نظریات سے بھی اختلاف کیا ہے ان کا یہ اختلاف کسی ذاتی غرض یا معاصرانہ چشمک کینہ سے نہیں جیسا کہ بعض سطحی نظر لوگوں کا قیاس ہے بلکہ یہ اختلاف اصولوں کی بنیاد پر ہوا اس سے قبل اکابرین دیوبند مثلاً حکیم الامت حضرت تھانویؒ، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ بھی مودودی نظریات کو رد کر کے اس کی صراحت کر چکے ہیں۔ حضرت تونسوی نے ''خلافت وملوکیت'' کے جواب میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ بنام ''مدلل جواب'' تحریر فرمایا ہے مودودی افکار کی توضیح کے لئے ہم یہاں ان کے چند حوالے نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، چنانچہ مودودی صاحب رقم طراز ہیں۔

۱۔ حضرت عثمانؓ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو، اسکو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ ہی دین کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔

(خلافت وملوکیت ص ۱۱٦)

۲۔ مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۷۴)

۳۔ میں نہ مسلک اھل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کیساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں۔ (رسائل مسائل ص ۲۳۵ ج ۱)

۴۔ رسول خدا ﷺ کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے

بالاتر نہ سمجھے... (دستور جماعت اسلامی ص ۱۴)

۵۔ یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی... بس ایک فوری جذبے نے جو شیطانی تحریض کے زیر اثر ابھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے۔ (تفہیم القرآن ص ۱۳۳ ج ۳)

ان دل آزار اور زہر آگیں عبارات سے مودودی نظریات کی خوب عکاسی ہوتی ہے مودودی صاحب کی کتب میں کہیں تو انبیاء علیہم السلام پر بشری کمزوریوں اور ہوائے نفس سے مغلوب ہونے کے الزامات، کہیں فریضہء رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی واضح خرافات تک درج ہیں اور کہیں صحابہؓ کے خلاف واقدی اور کلبی جیسے کذاب اشخاص کی روایات کو جمع کر کے ملمع سازی کے ذریعے ایک رنگین افسانہ بنا کر پیش کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے پھر تعجب یہ ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک یہی رطب و یابس کا مرکب حق اور سچ ہے چنانچہ وہ اپنی خوش فہمی کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ "میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلاف حق نہیں کہا"۔ (رسائل مسائل ص ۳۶ ج ۱)

مولانا مودودی کے عقیدت کیش ہی از روئے انصاف فیصلہ کر سکتے ہیں کہ بانی جماعت اسلامی کی یہ خدمات اسلامی ہیں یا غیر اسلامی....؟

ناطقہ سر بگر بیاں ہے اسے کیا کہیے؟
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیے؟

عبارات تونسویؒ

جناب مودودی صاحب کی کتب میں مرقوم مذکورہ تحریرات پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت تونسویؒ مدظلہ لکھتے ہیں کہ

''ایسے جلیل القدر عظیم الشان خلیفہ راشد داماد رسول ﷺ ذوالنورینؓ جس سے خود حضور پرنور ﷺ اور اللہ کے فرشتے تک حیا کریں اور حضور ﷺ اسکو ایسے اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ کا مستحق قرار دیں کہ آج کے بعد حضرت عثمانؓ سے کوئی ایسا کام نہ ہوگا جو نقصان دہ اور باز پرس کا موجب ہو اس عظیم المرتبت شخص کے متعلق اس قسم کے نظریات و خیالات پھیلانا کہ ان کی پالیسی غلط تھی اور ان کی غلط پالیسی کو ضرور غلط کہنا ہوگا اور ان کی غلط پالیسی سے اسلام میں جاہلیت (کفریہ امور) کو گھس آنے کا موقع مل گیا۔ اور اسلامی خلافت کو غیر اسلامی ملوکیت کی طرف لے جانے والے تغیر کا آغاز انہی کی غلط پالیسی سے ہوا جس سے خلافت راشدہ کا نظام پھونکا گیا آخر یہ کونسی دینی و علمی خدمت ہے؟ حتی کہ ہر کہ و مہ بازاری غنڈے تک ایسے جلیل القدر عظیم الشان خلیفہ راشد کو ہدف تنقید اور نشانہ ملامت بنائے ہوئے ہیں'' فاعتبروا یا أولي الألباب (مدلل جواب ص ۴۸، ۴۹)

دوسری جگہ حضرت والا لکھتے ہیں کہ

''غور فرمایئے! کہ سلف صالحین نے کسی کتاب میں ایسے الفاظ لکھے ہیں؟ جب سیدنا حضرت عثمانؓ خود غلط پالیسی رکھتے تھے اور ان کے عامل

غیر دینی سیاست میں مہارت دکھا رہے تھے تو ان کی خلافت کیسے خلافت راشدہ رہی۔؟'' (مدلل جواب ص ۱۱۷)

حضرت تونسوی ایک اور مقام پر ارقام فرماتے ہیں کہ

''اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد میں کسی منکر اور غیر شرعی کام کا کبھی ارتکاب نہیں کیا''

(نبراس ص ۵۱۱)

لیکن آزادانہ تحقیق کا راستہ اختیار کرنے والے مودودی صاحب نے ان کو کتاب وسنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرنے والا، شریعت کی حدیں توڑنے والا، احکام شریعت کے مطابق عمل کرنے سے انکار کرنے والا لکھ کر غالباً آئین اسلامی کے نفاذ کی کوئی مجتھدانہ تجویز سوچی ہوگی۔ والی اللہ المشتکیٰ (مدلل جواب ص ۴۱)

عبرت ہی عبرت

مولانا مودودی صاحب نے تاریخ کی بے سند اور رطب ویابس عبارات سے صحابہ کرامؓ پر ایسے گھناؤنے حملے کئے کہ شیعیت بھی دم بخود رہ گئی بلکہ روافض کو ان کی کتب سے تقویت ملی ۱۹۷۰ء کی بات ہے کہ ہمارے شہر تونسہ شریف میں شیعوں نے اپنے جلوس میں علانیہ حضرت معاویہؓ پر تبرا کیا اور معاویہؓ باغی ہے، 'معاویہؓ' مردہ باد کے نعرے لگائے (نعوذ باللہ) نعرے لگوانے والے مقصود احمد بلوچ شیعہ، مختار حسین پچہ شیعہ تھے، ہمارے احتجاج کرنے پر تبرائی شیعوں کے خلاف مقدمہ قائم ہو گیا، اہلسنت کی طرف سے مدعی محترم منشی لال دین صاحب تھے مگر شیعوں نے فوراً عبوری ضمانت کرالی

پھر مقصود بلوچ اور اس کے شیعہ وکیل نے عدالت میں ہمارے سامنے مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' پیش کی اور کہا کہ جب سنیوں کے مشہور عالم مولانا مودودی نے اپنی اس کتاب میں حضرت معاویہؓ کو باغی لکھا ہے تو ہمارے آدمی کا معاویہؓ کے خلاف نعرہ لگانا کونسا جرم ہے...؟ خلافت وملوکیت دیکھ کر جج حیران رہ گیا اور مجبور ہو کر شیعوں کی ضمانت کنفرم کر دی بالآخر چند پیشیوں کے بعد کیس ختم ہو گیا (مؤلف) نام نہاد اسلامی انقلاب کے علمبردار اس سے عبرت حاصل کریں۔

إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُۥ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى ٱلسَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾

(ق ۳۷)

پہلا حج

۱۹۷۰ء میں آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا حکیم اللہ بخش صاحبؒ نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا تو آپ بھی ان کی رفاقت میں حجاز مقدس تشریف لے گئے اس مبارک سفر میں آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا احسان الحق صاحبؒ بھی آپ کے ہمراہ تھے مکۃ المکرمۃ میں ارکان حج سے فراغت کے بعد آپ کا زیادہ قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ حجازِ مقدس میں قیام کے بارے میں قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے عجیب بات ارشاد فرمائی ہے کہ

> ''جسکو صرف دنیا مقصود ہو وہ جدہ میں رہے اور جس کو دین و دنیا مقصود ہو وہ مکہ مکرمہ میں رہے اور جس کو صرف دین مقصود ہو وہ مدینہ منورہ میں رہے''

(حیات شیخ الاسلام ص ۲۱)

زہے نصیب کہ حضرت تونسوی کو پہلے حج کے بعد کئی مرتبہ حجازِ مقدس جانے اور وہاں کئی مہینے قیام کرنے کا شرف حاصل ہوا اس وقت تک آپ بحمد اللہ تعالی سات مرتبہ حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

روافض کی اسلام دشمنی

اہل علم سے مخفی نہیں کہ شیعہ وامامیہ کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا جس کا اقرار شیعہ مجتہدین خود اپنی کتب معتبرہ میں کر چکے ہیں۔

(دیکھئے رجال کشی ص ۱۰۸) (فرق الشیعہ ص ۳۰) (تنقیح المقال ص ۸۷)
(تفسیر مراۃ الانوار ص ۶۲)

ابن سبا یہودی منافق نے اسلام کے لبادہ میں اسلام و اہل اسلام کے خلاف بڑی سازشیں کیں اسی مشن کی تکمیل کے لئے ہر دور میں روافض زمانہ نے اسلام، قرآن، صحابہ کرامؓ اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کی توہین و تنقیص میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مستعصم باللہ کا وزیر ابن علقمی شیعہ، نصیر الدین طوسی شیعہ، اور اورنگ زیب عالمگیرؒ جیسے خدا رسیدہ مغل شہنشاہ کے علانیہ دشمن، بیجا پور اور گولکنڈہ کے شیعہ حکمران، اور نواب سراج الدولہ، حیدر علی، سلطان ٹیپو سے غداری کرنے والے ننگ ملت و دین میر جعفر شیعہ اور میر صادق شیعہ، اسی طرح مغل دربار کے ایک امیر نجف علی شیعہ جیسے روافض کی دسیسہ کاریوں سے تاریخ لبریز ہے۔

مؤرخ اسلام حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ رقم طراز ہیں کہ

''یہ عجیب بات ہے کہ انگریزوں کی حمایت میں جو پیش پیش رہے مثلاً میر جعفر (بنگال) میر صادق (میسور) شجاع الدولہ (لکھنو) نجف خان

(دہلی) یہ سب شیعہ تھے'' (علماء ہند کا شاندار ماضی ص۷۳ ج۲)

علامہ عبدالرحمٰن جامیؒ (م ۸۹۸ھ) نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے

شکل ایشاں شکل انساں فعل شاں فعل سباع

ھم ذئاب فی ثیاب أو ثیاب فی ذئاب

جیسا کہ سلطان نورالدین زنگیؒ (م ۵۶۹ھ) کے عہد میں بقعہ مبارکہ (آرام گاہ رسول اکرم ﷺ وحضرات شیخینؓ) میں دشمنانِ پیغمبر ﷺ (نصرانیوں) کی نقب زنی کا روح فرسا واقعہ جو بہت ہی مشہور ہے، خدا نے انہیں ذلیل ورسوا کیا اور سلطان زنگیؒ کے ہاتھوں کیفر کردار تک پہنچایا۔ (فضائل حج ص۱۷۹)

اسی طرح حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ کو حضور ﷺ سے جدا کرنے کے منصوبے بھی ہر دور میں ہوتے رہے چنانچہ چالیس حلبی شیعہ اسی نیت سے آئے تھے تو وہ زمین میں دھنس گئے اور اللہ تعالی نے شیخینؓ کی حفاظت فرما کر دشمنوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ (فاعتبروا یا أولی الأبصار)

(فضائل حج ص ۱۸۰، ۱۸۱ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ بحوالہ وفا از علامہ سمہودی)

۱۹۷۱ء میں بھی ایران کے شیعہ گروہ حرم کعبہ میں ایک منصوبے کے تحت آئے اور خفیہ تبلیغ کرنے لگے پھر مختلف اوقات میں حرم کے اندر گندگی پھینکی، ایک مرتبہ کعبہ شریف پر گندا خون پھینکا، اسی طرح ہر سال ایام حج کے بعد مدینہ منورہ میں حضرات شیخینؓ کے مواجہہ شریف کے سامنے شیعہ ٹولیاں بنا کر آتے اور تھوک کر چلے جاتے کئی دفعہ انہوں نے جنت البقیع میں اپنی مجلس کا پروگرام بنایا، ۱۹۷۹ء میں وہاں آکر ''اللہ اکبر، خمینی رہبر''

کے نعرے لگائے ، مرکز اسلام میں اسلامی عقائد کے برعکس خود ساختہ نظریات لکھ کر پمفلٹ شائع کیے اصلی کلمہ اسلام کی بجائے "علي ولي الله وصي رسول الله و خليفته بلافصل" کے بینر اٹھائے ہوئے وہاں کی پرامن فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی مگر سعودی حکومت نے ان کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

علماء حجاز کی خصوصی دعوت

روافض کی ان حرکات شنیعہ کو دیکھ کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حضرات مثلاً حضرت مولانا الشیخ محمد مکی صاحب مدرس حرم مکہ، حضرت مولانا سید محمد عارف شاہ صاحب مدنی ، حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب ، ملک الحاج لطیف احمد جھنگوی اور الحاج محمد شفیع صاحب نے علماء حجاز سے مشورہ کیا کہ اس دفعہ حج کے موقع پر حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی کو مدعو کیا جائے کیونکہ وہ پاکستان میں اہل سنت کے امام سمجھے جاتے ہیں اور انہیں ردشیعیت میں مہارت تامہ حاصل ہے، چنانچہ علمائے حجاز نے ان حضرات کی رائے کو اہمیت دیتے ہوئے حجاز مقدس میں حضرت تونسوی کو خصوصی دعوت دینے کا فیصلہ کیا اور مولانا سید محمد عارف شاہ صاحب کو حضرت سے رابطہ کرنے پر مقرر کیا۔ شاہ صاحب نے حضرت والا سے رابطہ قائم کیا اور پورے حالات کی ژولیدگی پیش کرتے ہوئے یہاں تک بتایا کہ:

"رافضیوں نے جنت البقیع میں مجلس عزا کا پروگرام بنایا اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعے مجلس اور ماتم کا آغاز کیا تو سعودی حکومت نے فوراً نوٹس لے کر اس پروگرام کو ختم کر دیا۔ حج کے موقع پر شیعہ مدینہ منورہ آکر محلہ وار گشت

کرتے ہیں اور بچوں سے ان کے نام پوچھتے ہیں اگر کسی بچے کا نام علی، حسن، حسین، عابد، یا جعفر ہو تو انکو دس سے پندرہ ریال تک انعام دیتے ہیں اور اگر کسی بچے کا نام ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ ہو تو نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور ان بچوں سے کہتے ہیں اگر تم اپنے نام تبدیل کر کے فلاں فلاں نام رکھو گے تو تمہیں بھی انعام دیا جائے گا"

حضرت تونسوی مدظلہ نے جب یہ افسوس ناک حالات سنے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور سرد آہ بھر کر فرمایا کہ اسلام دشمن عناصر کی کارستانیوں سے اب مرکز اسلام بھی محفوظ نہیں رہا۔

حضرت تونسوی نے اپنی جماعت کے سرپرست امام اہل سنت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاریؒ اور مجلس شوریٰ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ تنظیم کے زعماء نے یہ فیصلہ کیا کہ گو پاکستان میں حضرت کی اشد ضرورت ہے مگر حرمین شریفین کو بحیثیت مرکز اسلام ہونے کے اولیت حاصل ہے لہذا حضرت والا کا وہاں تشریف لے جانا نہایت ضروری ہے چنانچہ حضرت تونسوی، ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۹۷۸ء میں حجاز مقدس تشریف لے گئے وہاں کے علماء اور دیگر احباب نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

مشائخ عرب سے ملاقاتیں

حضرت تونسوی نے مکہ مکرمہ کے جن مشائخ، علماء، وزرا، رؤسا سے خصوصی ملاقاتیں کیں اور ان سے علمی گفتگو کے علاوہ باہمی مشاورت بھی رہی ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ الشیخ عبدالعزیز بن بازؒ رئیس دارالافتاء السعودی، ورئیس رابطہ العالم الاسلامی۔ مکۃ المکرمۃ

۲۔ الشیخ ناصر راشد رئیس رئاستہ العامہ لشؤن الحرمین الشریفین۔

۳۔ الشیخ محمد عبداللہ بن سبیل امام مسجد الحرام کعبہ شریف۔

۴۔ الشیخ طٰہٰ بن عبدالواسع رئیس الراقبین بالمسجد الحرام۔

۵۔ الشیخ صالح رئیس الراقبین۔

۶۔ الشیخ سلمان نائب رئیس حرم مکی۔

۷۔ الشیخ منظور حسین نقشبندی۔

۸۔ الشیخ الطریقۃ محمد نور سیف المالکی۔

۹۔ الشیخ محمد علوی مالکی مدرس بالمسجد الحرام واستاذ جامعۃ الملک عبدالعزیز بمکۃ المکرمۃ۔

۱۰۔ الشیخ شمیم صاحب مدیر مدرسہ صولتیہ۔

۱۱۔ الشیخ عوض شیخ الحدیث مدرسہ صولتیہ ومدرس مسجد الحرام

۱۲۔ الشیخ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ صولتیہ۔

مدینہ منورہ میں جن اکابر شیوخ سے حضرت کی ملاقاتیں ہوئیں اور انہوں نے سرکاری سطح پر آپ کا پروگرام ترتیب دیا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ الشیخ عبدالمحسن عباد، وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی

۲۔ الشیخ عمر محمد فلاتہ، امین العام مدینہ یونیورسٹی

۳۔ الشیخ سید حبیب محمود صاحب نائب گورنر مدینہ منورہ

۴۔ الشیخ عبداللہ زاحم، نائب امام وخطیب مسجد نبویؐ

۵۔ الشیخ عبداللہ عقلاء، مدیر حرم نبویؑ

حضرت تونسویؒ نے جب ان مشائخ کو رافضیت کی حقیقت، ان کے کفریہ عقائد اور اسلام دشمن منصوبوں سے آگاہ کیا اور انہیں روافض کی کتب اصلیہ دکھائیں تو مشائخ عظام کے استعجاب وحیرت کی انتہا نہ رہی تمام شیوخ نے حضرت کی ژرف نگاہی، باطل کی مدافعت کے جذبات واحساسات اور آپ کے فکر دوراندیش سے متاثر ہو کر ان کے مشن کی تائید وتوثیق فرمائی۔

حرمین شریفین میں تبلیغی وتدریسی خدمات

حضرت نے مکہ مکرمہ، حرم کعبہ میں شیخ محمد مکی صاحب کے منبر پر تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا اور سارے عالم سے آئے ہوئے مسلمانوں کو فتنہ رفض سے روشناس کرایا آپ کی تقاریر عربی اور اردو دونوں زبانوں میں ہوئیں اس طرح حرم نبویؑ مدینہ طیبہ میں آپ نے کئی تقاریر کیں جامع مسجد خلیل مدینہ میں آپ کی تاریخی مفصل تقریر ہوئی، جدہ میں آپ کی بہت زیادہ تقاریر ہوئیں کچھ مساجد میں اور کچھ احباب کے مکانات پر، آپ کی وہ تمام اردو وعربی تقاریر ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

تبلیغ کے علاوہ وہاں کے علماء نے زیادہ تر آپ کی تدریس کا پروگرام ترتیب دیا آپ کے خصوصی درس میں علماء حجاز کے علاوہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما، افریقہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، ترکی، مصر، اور ایران کے علماء شامل ہوتے تھے یہ درس عربی میں دئے گئے۔ حضرت تونسویؒ نے ان دروس میں روافض کی تاریخ، شیعہ کے کفریہ عقائد، مطاعن، اس فتنہ کی شر انگیزی اور انکے اسلام دشمن منصوبوں سے سارے عالم کے علماء و

زعماء کو آگاہ کیا، یہ درس جہاں حقائق و معلومات کا خزینہ تھے وہاں حضرت تونسویؔ کے تحقیقی شاہکار بھی تھے آپ نے حرمین شریفین میں مذہب حقہ اہلسنت والجماعت کی تبلیغ و توضیح میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ و امام اہلسنت حضرت لکھنویؒ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

حضرت کے ایک درس کے دوران حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند اچانک تشریف لے آئے اور کئی گھنٹے درس کا سماع فرماتے رہے اختتام درس پر حضرت قاری صاحبؒ نے حضرت تونسوی کو گلے لگا کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ حضرت تونسوی نے انہیں بتایا کہ یہ ناچیز آپ کا ادنیٰ شاگرد ہے جس نے دارالعلوم دیوبند میں آپ سے ابن ماجہ پڑھی تھی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمایا کہ:

''آج آپ کے درس سے ہم بہت مستفید ہوئے...آپ تو میرے استاد معلوم ہوتے ہیں پھر خوب دعائیں دیں''

حضرت تونسویؔ مدظلہ نے ان علماء کو نہ صرف شیعہ کفریات وخرافات ان کی کتب اصلیہ سے دکھائے بلکہ انہیں یہ دلائل لکھوا بھی دیئے تمام علماء نے شیعہ کتب کی اہم عبارات کے عکس بھی لئے۔ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ

''حضرت تونسویؔ کی نشاندہی پر اہم کتب شیعہ کے عکس لیکر مدینہ یونیورسٹی کے دارالافتاء میں محفوظ کر لئے گئے بعد ازاں انہیں مسودوں کی بنیاد پر علماء حجاز نے رد شیعیت میں عملاً کام کا آغاز کیا اور وہاں کے شیوخ خصوصاً مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن باز رئیس رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

نے ۲۲ صفر ۱۴۰۷ھ/۱۵ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں شیعہ کی تکفیر اور خمینی کے مرتد ہونے کا فتویٰ بھی جاری کیا اس حوالے سے حضرت علامہ تونسوی مدظلہ العالی کی خدمات جلیلہ نا قابل فراموش ہیں"

علمائے عرب کا اصرار

حضرت تونسوی کی تبلیغ وتدریس سے مشائخ وعلمائے عرب بہت متاثر ہوئے خاص طور پر مدینہ یونیورسٹی کے علماء نے آپ کے مشن کو خوب سراہا اور اس کی طرف خصوصی توجہ دی، تمام مشائخ کے باہمی مشورے سے شیخ عبداللہ عقلاء مدیر حرم نبویؐ نے بار بار اصرار کیا کہ حضرت تونسوی صاحب مستقل طور پر ہمارے دارالافتاء میں کام کریں ہم ان کے دروس کو مختلف زبانوں میں شائع کریں گے جس سے پورے عالم کو فائدہ ہوگا مگر حضرت نے اپنے ملک کی ضرورت اور تنظیمی مصروفیات کے سبب ان سے معذرت کی اور تین ماہ کا کامیاب دورہ کر کے ان سے اجازت چاہی، جب آپ وہاں سے الوداع ہونے لگے تو شیخ عبدالمحسن عباد وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی نے آپ کو ۳۵ ہزار ریال ماہانہ مشاہرہ کی بھی پیش کش کی جسے حضرت والا اپنی شان بے اعتنائی سے خاطر میں نہ لائے۔

بقول سعدیؒ

؎ مکن سعدیا دیدہ بر دست کس
کہ بخشندہ پروردگار است و بس

دیگر ممالک کے اکابرین سے ملاقات

قیام حرمین شریفین کے دوران حضرت تونسوی کو دیگر ممالک کے جن اکابر علماء

ومشائخ سے ملاقات کا موقع ملا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارن پوریؒ۔

۲۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

۳۔ شیخ طریقت حضرت مولانا ابرارالحق صاحب خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ۔

۴۔ حضرت مولانا محمد اسعد مدنی صاحب جانشین حضرت مدنیؒ۔

۵۔ حضرت مولانا قاری محمد سالم صاحب قاسمی۔

۶۔ شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب زاہدانی (ایران)۔

۷۔ حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مقیم لندن۔

۸۔ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب، فاضل مدینہ یونیورسٹی۔

۹۔ حضرت مولانا شیخ محمد مکی صاحب مدرس حرم کعبہ۔

۱۰۔ حضرت مولانا سعید احمد صاحب مراقب حرم کعبہ، ومدرس صولتیہ۔

۱۱۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی، مقیم مکہ مکرمہ۔

۱۲۔ حضرت مولانا سید محمد عارف شاہ صاحب مدنی مقیم مدینہ منورہ۔

۱۳۔ حضرت شیخ سراج الحق صاحب برماوی، مبلغ ومراقب حرم نبوی الشریف۔

۱۴۔ حضرت شیخ مہدی محمود مصری، مدرس دارالحدیث۔

۱۵۔ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ۔

۱۶۔ حضرت ڈاکٹر قاری منصور احمد صاحب مدرس اُم القریٰ مکہ مکرمہ۔

۱۷۔ حضرت مولانا سعید احمد خانؒ صاحب رئیس التبلیغ سعودی عرب۔

۱۸۔ مناظر اسلام حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی، پاکستان۔

مدینہ طیبہ میں مناظرہ

سعودی عرب کے اپنے مخصوص حالات اور انفرادی ماحول کی وجہ سے وہاں اگرچہ عام بحث ومناظرہ کا دستور نہیں مگر خاص مقامات میں علمی مباحثے ہوتے رہتے ہیں مدینہ طیبہ میں ایک شیعہ عالم ضامن علی ایک کمپنی میں ملازم تھا اس نے خفیہ تبلیغ سے سینکڑوں افراد کو گمراہ کر رکھا تھا ایک دفعہ حضرت تونسوی نے اسے للکارا وہ حضرت کی مناظرانہ قابلیت اور علمی غزارت سے ناواقف تھا اس لئے بیشتر کمپنی کے افراد کو جمع کر کے لے آیا حضرت تونسوی نے بہت جلد ہی اس کا ناطقہ بند کر دیا اور اسے ایسا لا جواب کیا کہ وہ مبہوت ہو کر بھاگنے لگا۔ فبهت الذي كفر ...

(اس مناظرہ کی گفتگو ریکارڈ شدہ ہے) مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح میں شدہ شدہ اس مناظرہ کی خبر پھیل گئی، یہاں تک کہ اطراف عالم سے آئے ہوئے مسلمانوں میں حضرت تونسوی کے اس مناظرہ کا خوب شہرہ ہونے لگا کہ ایک پاکستانی عالم جو کہ کتب شیعہ ساتھ لایا ہے اور ہر بات مدلل طریق سے پیش کرتا ہے، اس نے شیعہ مناظر کو شکست دے دی، اس مناظرہ سے مکہ ومدینہ کے علمی حلقوں میں حضرت تونسوی کی علمی دھاک بیٹھ گئی۔

؎ گر سنگ ہمہ لعل بدخشاں بودے
پس قیمت لعل وسنگ یکساں بودے

انہی دنوں وہاں کے رہائش پذیر شیعوں نے ایک چال چلی کہ ایک کتاب ''مناظرات فی الحرمین'' شائع کی جس میں اہل تشیع کے علماء حرمین سے مناظروں کی من گھڑت کہانیاں، علماء عرب کی شکست فاش اور اہل سنت پر سوالات کی بوچھاڑ کرنے کی

مذموم کوشش کی گئی بنابریں حضرت تونسوی نے مشائخ کے اصرار پر اس کتاب کے رد میں ''بطلان عقائد الشیعہ'' کے نام سے عربی کتاب تصنیف فرمائی جسے بے حد مقبولیت حاصل ہوئی اور سعودی حکومت نے اسے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا۔

حجاز مقدس میں حضرت تونسوی مدظلہ کے تبلیغی، تصنیفی اور تدریسی کارہائے نمایاں دیکھ کر مشائخ عرب بے حد ممنون ہوئے۔ اس کامیاب دورے کے بعد انہوں نے آپکو وہاں مزید پانچ مرتبہ دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمایا اور اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر آپ وہاں تشریف لے جاتے رہے علمائے حرمین کے توسط سے آپ نے اہل سنت والجماعت کی حقانیت، عقائد شیعہ کا بطلان اور دفاع صحابہؓ کے عظیم مشن کو مرکز اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں خوب اجاگر کیا اس سے نہ صرف اہل عرب بلکہ وہاں آئے ہوئے عالم اسلام کے لاکھوں فرزندان توحید بھی مستفید ہوئے۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز سے ملاقات

سعودی عرب کے علماء، مشائخ اور وزراء نے جب اپنی حکومت کو حضرت تونسوی کے علم وفضل سے آگاہ کیا تو شاہ فہد نے حضرت تونسوی کو خصوصی دعوت دیکر اپنی ضیافت میں بلالیا، چنانچہ ۱۹۸۵ء میں حضرت والا وہاں تشریف لے گئے، شاہ فہد سے خصوصی ملاقات کی، شاہی مہمان خانہ میں شاہ فہد اور ان کے مخصوص حضرات مشائخ اس پر تکلف ضیافت میں شریک تھے۔ سعودی ترجمان نے شاہ فہد سے حضرت علامہ تونسوی کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

''حضرت والا دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، انہیں حضرت شیخ مولانا

حسین احمد مدنیؒ اور حضرت شیخ علامہ عبدالشکور صاحب لکھنویؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ ردشیعیت میں حضرت نے بین الاقوامی سطح پر جو کام کیا ہے، وہ لائق تحسین ہے، "بطلان عقائد الشیعة" نامی عربی کتاب، جسے ہم نے لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا ہے وہ حضرت تونسوی کی محققانہ تالیف ہے"

بعد ازاں حضرت تونسوی نے روافض کے عقائد ونظریات کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ فہد اوران کے وزراء کو دشمنان صحابہ کے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا۔

؎ کہاں سے اے اقبال تو نے سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

ایک حادثہ فاجعہ

۱۹۷۹ء میں سعودی عرب حرم کعبہ پر چند شر پسند عناصر نے اچانک حملہ کیا اس موقع پر بھی حضرت حرم کعبہ میں مقیم تھے سرکاری طور پر آپ کو صفاء کے نیچے حرم شریف میں ایک کمرہ ملا ہوا تھا۔ مفسدین نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت حرم کعبہ پر حملہ کیا جس سے بے حد جانی و مالی نقصان ہوا حرم کعبہ کی عزت وحرمت ان ظالموں کے ہاتھوں تار تار ہوئی حضرت تونسوی اس حادثہ فاجعہ کے عینی شاہد ہیں، انکی توضیح کے مطابق حرم کعبہ میں بغاوت پھیلانے والے غیر مقلدین، نام نہاد اہل حدیث سلفی تھے جن کی حیثیت پورے عالم میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، ایک طرف سے تو حدیث کی آڑ میں ان کا بلند بانگ دعویٰ جبکہ دوسری طرف انکا صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتھدین عظام کی تنقیص کا وطیرہ اور مرکز اسلام میں بغاوت کا منصوبہ، انکی اصلیت کی صحیح معنوں میں غمازی کرتا ہے۔

حضرت تونسویؒ فرماتے ہیں کہ

''حرم کعبہ میں حملہ کرنے سے انکا مقصود حرمین پر قبضہ کرنے کے بعد پوری مملکت سعودیہ پر قابض ہونا تھا چونکہ علمائے سعودیہ مقلد ہیں اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پیروکار ہیں''

(وضاحت کے لئے دیکھئے، کتاب الشیخ محمد بن عبدالوہاب عقیدۃ السلفیہ ودعوۃ الاصلاحیہ ص ۳۱، ۳۲، ۳۸، ۵۹ شائع شدہ ۱۳۹۵ھ مکہ مکرمہ)

اس لئے ان مقلدین کو ہٹا کر غیر مقلدیت کے افکار ونظریات کو فروغ دینے کے لئے یہ ساری کاروائی کی گئی۔ سب سے پہلے باغیوں نے حرم کعبہ پر حملہ کیا حرم کے سارے دروازے بند کر کے حرم کے اندر موجود ہزاروں آدمیوں کو محصور کر دیا (جسمیں خود حضرت تونسویؒ بھی شامل تھے۔ مؤلف) باہر سے کسی آدمی کو حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی سارے حرم کی لائٹ آف کر دی جس سے اندھیرا چھا گیا۔ مفسدین کے مسلح گماشتے میناروں پر چڑھ گئے اور مسلمانوں کو اس مقدس مقام پر گولیوں کا نشانہ بناتے رہے جہاں ایک مچھر دمکھی کو بھی مارنے کی اجازت نہیں، سارے حرم حتی کہ کعبہ شریف کی دیواریں ان ظالموں کی فائرنگ سے مجروح ہوئیں، سترہ روز تک مسجد حرام میں طواف تو کجا اذان ونماز تک نہ ہو سکی حرم میں محصور لوگ وہیں پیشاب و پاخانہ کرنے پر مجبور ہو گئے کمروں کو آگ لگا دی گئی، میرا (حضرت تونسوی) سامان اور قیمتی کتابیں بھی نذر آتش ہو گئیں، نام نہاد اہل حدیثوں نے وہاں اعلان کیا کہ امام مہدی ظاہر ہو چکے ہیں تمام لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں، حالات کی سنگینی کا یہ عالم ہوا کہ سعودی حکومت ان کے تعاقب میں ناکام ہوگئی اور پاکستان سے فوج طلب کر لی گئی پاک فوج نے وہاں پہنچ کر

اپنی مخصوص تربیت اور جنگی حکمت عملی سے سترہ دنوں بعد ان باغیوں پر قابو پایا۔ بعد ازاں حرم کی صفائی ہوئی اور نظام عبادت بحال ہوا۔ یہ ساری کارروائی غیر مقلدین کی کارستانیوں کا شاخسانہ ہے۔

حضرت مولانا سید محمد عارف شاہ صاحب، جو تیس سال سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں، نے وضاحت کی ہے کہ

''۱۹۷۹ء میں حرم کعبہ میں بغاوت پھیلانے والے غیر مقلدین ہی تھے جو اپنے آپکو اہل حدیث اور سلفی کہلواتے تھے یہ ایک گہری منظم سازش تھی جس میں پاکستان سمیت متعدد ممالک کے غیر مقلدین شریک کار تھے جن میں سے بعض لوگ وہ تھے جو مکہ و مدینہ کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم تھے، بعد میں انہیں وہاں سے فارغ کر دیا گیا اور کچھ لوگ اس ہنگامے میں مارے بھی گئے مگر اللہ تعالی نے حرمین شریفین کی حفاظت فرما کر انکے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ مولانا سید محمد عارف شاہ صاحب ہی نے بتایا کہ اس روح فرسا واقعہ کے بعد مسجد قبا مدینہ منورہ میں ہفتہ کے روز اچانک مولانا عبدالقادر روپڑی سے میری ملاقات ہوئی، (روپڑی صاحب پاکستان میں اہل حدیثوں کے مشہور عالم تھے) جب میں نے ان سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا تو مولوی عبدالقادر صاحب روپڑی نے مجھ سے سرگوشی کے انداز میں کہا ''شاہ صاحب! یہ سارے لوگ ہمارے اہل حدیث ہی تھے، مگر موقع و محل صحیح نہیں تھا انہیں ریاض پر حملہ کرنا چاہئے تھا یہاں حرمین کی بہت زیادہ بے حرمتی ہوئی ہے جسکی وجہ سے پورے عالم میں مسلک اہل حدیث بدنام ہو گیا ہے''

غیر مقلدین سے اختلاف

اہل سنت والجماعت کو غیر مقلدین سے دو طرح کا اختلاف ہے:

(۱) فروعی مسائل کا اختلاف مثلاً قراۃ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ۔ فروعی اختلاف ایک فطری عمل ہونے کی وجہ سے ناگزیر ہے، مگر واضح رہے کہ ایسے بیشتر مسائل میں اختلاف کی نوعیت افضل یا غیر افضل سے زیادہ نہیں۔

فروعی مسائل کا اختلاف صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتھدین کے دور سے چلا آرہا ہے شاید اسمیں یہ راز پوشیدہ ہے کہ اس طریقہ سے اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کی ہر ادا اور ہر ایک سنت کو کسی نہ کسی شکل میں جاری و ساری رکھنا چاہتے ہیں اس لئے اس اختلاف کو حدیث میں رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (واللّٰہ أعلم بالصّواب)

(۲) اہل سنت کو غیر مقلدین سے نظریاتی اختلاف ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین کا ائمہ کرام کی تقلید چھوڑ کر آزادی کی روش اختیار کرنا اور ماہرین شریعت کی تحقیقات سے صرف نظر کر کے بزعم خویش ہر آدمی کا اپنے آپ کو مرتبہ اجتھاد پر فائز سمجھنا اور سواد اعظم اہل سنت والجماعت سے ہٹ کر نئی راہ نکالنا ایک فتنہ سے کم نہیں اور یہی گمراہی کی بنیاد ہے۔

؎ گو فکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

چنانچہ اھل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی ترک تقلید کا ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعوی کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں کفر و ارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں"

(اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد نمبر ۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

مگر عصر حاضر کے غیر مقلدین کے نزدیک تقلید شرک و بدعت سے کم نہیں اور اجتہاد و فقہ جو کہ کتاب و سنت کی تفہیم و تشریح کا دوسرا نام ہے، کی عیب جوئی غیر مقلدین کا شعار بن چکا ہے حالانکہ تیسری صدی سے لے کر آج تک تمام اکابر و مشائخ امت، ارباب فضل و کمال، مفسرین و محدثین، اولیاء و اتقیاء، سبھی چار ائمہ کرامؒ (امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کسی ایک کے پیرو تھے لہذا غیر مقلدین کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ چوتھی صدی سے لیکر آج تک امت مسلمہ کی اس جمعیت اور سواد اعظم کو اللہ تعالیٰ نے شرک و ضلالت پر کیونکر مجتمع رکھا...؟ امام ابو الحسن مصری شافعیؒ نے خوب فرمایا۔

عاب التفقه قوم لا عقول لهم – وما عليه إذا عابوه من ضرر

ما ضر شمس الضحى و الشمس طالعة – أن لا يرى ضوئها من ليس ذا البصر

ترجمہ:- فقہ کو بے عقل لوگ برا کہتے ہیں ان کے برا کہنے سے فقہ کو کوئی نقصان نہیں، بلند اور روشن آفتاب کی روشنی کو اندھا نہ دیکھے تو آفتاب کا کیا نقصان؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

حضرت علامہ تونسوی مدظلہ کا فرمان ہے کہ عصر حاضر میں اعدائے اسلام و مستشرقین کیطرف سے اسلام وقرآن پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات اور دور جدید کے نت نئے پیش آمدہ مسائل کا حل علماء احناف کے علاوہ کوئی پیش نہیں کر سکا، جوں جوں افراد زمانہ ترقی کریں گے اتنی ہی زیادہ فقہ حنفی کی ضرورت واہمیت کا احساس بڑھتا چلا جائے گا، کیونکہ فقہ حنفی کی خصوصیات میں یہ بات شامل ہے کہ اس کی توضیحات سب سے زیادہ انسانی عقل کو اپیل کرتی ہیں...قال الشاعر...

تفقه فإن الفقة أفضل قائد ÷ إلى البر و التقوى و أعدل قاصد

هو العلم الهادى الى سنن الهدى ÷ هو الحصن ينجى من جميع الشدائد

فإن فقيهاً و احداً متورعاً ÷ أشد على الشيطان من ألف عابد

ترجمہ: فقہ ضرور حاصل کرو، کیونکہ اس سے اعمال صالحہ کی توفیق وتقوی کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور فقہ سے ہدایت کی راہیں فقیہ پر کھلتی ہیں اور یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ جس کی پناہ میں فقیہ تمام حوادث اور آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ بیشک ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی کتاب الجنائز میں احادیث نقل کر کے، غسل میت سے متعلق مسئلہ کی وضاحت کرنے کے بعد فرمایا "**كذلك قال الفقهاء، وهم أعلم بمعاني الحديث**" (**ترمذي ص ۱۹۳ ج ۲ كتاب الجنائز باب ماجاء في غسل الميت**) یعنی فقہاء نے اسی طرح فرمایا ہے اور فقہاء ہی حدیث کے معانی کو زیادہ

جانتے ہیں۔نیز امام اعمشؒ کا وہ مشہور مقولہ بھی ملحوظ خاطر رہے جس وقت وہ امام ابوحنیفہؒ کی تحقیقات علمیہ اور تدقیقات فقہیہ دیکھ کر پکار اٹھے "نحن صيادلة و أنتم الأطباء"

(جامع بیان العلم ص ۱۳۰،۱۳۱ ج ۲)

ہم تو فقط اجزاء فروش ہیں درحقیقت جوہر شناس طبیب تو آپ ہی ہیں۔

ائمہ مجتہدین کی تقلید اور جاہلانہ تقلید میں فرق

بعض لوگ مطلق تقلید ائمہ مجتہدین کے خلاف قرآن پاک کی آیت

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ (البقرہ)

پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔حضرت تونسوی اس کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد باطل عقائد واعمال میں آباء واجداد کی تقلید کرنا ہے، نہ کہ عقائد صحیحہ واعمال صالحہ میں ...جیسا کہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں اس بات کی صراحت کی ہے۔

تعلق قوم بهذه الآية فى ذم التقليد(إلى) وهذا فى الباطل صحيح، أما التقليد فى الحق فاصل من أصول الدين وعصمة من عصم المسلمين يلجأ إليها الجاهل المقصر عن درك النظر (قرطبی ص ۱۹۴ ج ۲)

(کچھ لوگوں نے اس آیت کو تقلید کی مذمت میں پیش کیا ہے حالانکہ یہ باطل کے معاملہ میں تو صحیح ہے لیکن حق کے معاملہ میں تقلید سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔حق میں تقلید کرنا تو دین کے اصولوں میں سے ایک مستقل بنیاد ہے۔اور مسلمانوں کے دین کی

حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ دین کے معاملہ میں تقلید ہی پر اعتماد کرتا ہے۔

اس بات کی تائید حضرت یوسف علیہ السلام کے فرمان میں موجود ہے۔

إِنِّى تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَـٰفِرُونَ

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ ءَابَآءِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْحَـٰقَ وَيَعْقُوبَ (یوسف ۳۷،۳۸)

''میں نے ان لوگوں کی ملت ومذہب کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور جو آخرت کے منکر ہیں، اور میں نے اتباع کیا اپنے آباء ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا'' اس سے مترشح ہوتا ہے کہ آباء کی تقلید، باطل میں ناجائز اور حق میں جائز بلکہ مستحسن ہے، نیز سورۃ لقمان کی آیت '' وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ '' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

مختلف ممالک میں تبلیغ وتدریس

۱۸ جنوری ۱۹۷۹ء کو حضرت تونسوی جب سعودی عرب کا پہلا کامیاب تبلیغی دورہ کر کے پاکستان واپس تشریف لائے تو کراچی کے نامور علماء نے آپ کا پرجوش استقبال کیا حضرت والا نے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں علماء کے ایک نمائندہ اجلاس سے خطاب فرمایا اور اپنے تبلیغی دورہ کی تفصیل بھی بیان کی تمام علماء کرام جن میں مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب، اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ شامل تھے۔ تمام حضرات نے آپ کی خدمات کو سراہا اور دعائیں دیں۔

حج کے موقع پر بیرون ملک سے آئے ہوئے علماء کرام نے جب حرمین میں حضرت تونسوی کی تقاریر سنیں تو واپس جا کر اپنے ممالک میں ضرورت محسوس کرتے ہوئے حضرت تونسوی کی خصوصی دعوت کا انتظام کیا اور مشائخ عرب کے واسطے سے انہیں بلوایا چنانچہ مشائخ عرب اور دیگر علماء کے توسط سے حضرت کو مختلف ممالک میں جانے کا موقع ملا آپ نے ملکی ضرورت سے فراغت پا کر بیرون ملک جانے کا پروگرام بنایا تا کہ پیغام حق اطراف عالم تک پہنچایا جا سکے یوں تو حضرت کی ساری زندگی سفر ہی سے عبارت ہے مگر یہ اسفار تاریخی لحاظ سے منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔

☆سعودی عرب، حرمین شریفین، جدہ کے بعد آپ نے سب سے پہلے افریقی ممالک کا دورہ کیا جن میں سے جنوبی افریقہ میں آپ نے کئی ماہ قیام کیا وہاں کے علماء اور سیاہ فام مسلمانوں میں آپ نے مذہبی حمیت کو ابھارا اور ان کے سامنے مذہب اہل سنت کو مدلل طریقے سے پیش کیا حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ ہم نے افریقہ کے مختلف ممالک میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ کے تبلیغی قافلوں کو دیکھا کہ وہ سیاہ فام لوگوں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کر رہے ہیں ان کی کوششوں سے کئی چرچ، مساجد میں تبدیل ہو چکے ہیں اور لاکھوں انسانوں کو ہدایت نصیب ہوئی ہے ماشاء اللہ تبلیغی جماعت پر کلمہ خیر غالب ہے۔ جبکہ دوسری طرف افریقہ میں بیشتر مسلمان، غربت وافلاس اور قحط سالی کیوجہ سے نہایت مجبور و مقہور ہو چکے ہیں، عیسائی مشنری انکی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، دولت، سامان، اشیاء خوردنی، کپڑے اور دوائیوں کا لالچ دیکر انہیں عیسائی بنانے کی کوشش کر رہی ہے ایسی ناگفتہ بہ حالت میں عالم اسلام کے اہل خیر حضرات و مسلم حکمرانوں کو چاہئے کہ ایسے ستم رسیدہ مسلمانوں کی ضرور مدد کریں، چاہے وہ مظلوم، دنیا

کے جس کونے میں بھی بستے ہوں، انشاء اللہ اس سے معاونین حضرات دنیا و آخرت میں اجر عظیم کے مستحق ٹھہریں گے۔

حضرت تونسویؒ نے فرمایا کہ افریقہ میں نامور عالم دین، مناظر اسلام شیخ احمد دیدۃ مدظلہ العالی کی خدمات جلیلہ کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، جنہوں نے عیسائی پادریوں سے بیسیوں مناظرے کر کے انہیں عبرت ناک شکست دی، شیخ احمد دیدہ کی تبلیغ و مدافعت دین کی کوششوں سے بے شمار مسلمانوں کا ایمان کامل و یقین مستحکم ہوا۔ جزاہم اللہ خیراً

☆ دوسرا دورہ انگلینڈ میں لندن، گلاسکو، مانچسٹر، برمنگھم، شیفیلیڈ کا ہوا جہاں حضرت علامہ خالد محمود صاحب، مولانا ضیا القاسمی صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے آپ نے وہاں کئی تقاریر کیں اور علماء کو خصوصی تعلیم دیتے ہوئے، ردشیعیت کے دلائل سے انہیں آگاہ کیا انگلینڈ کے شہر ہولکمب میں قیام کے دوران آپ نے اہل عرب کے لئے ایک عربی کتاب ''بطلان عقائد الشیعہ'' تصنیف فرمائی جسے مکہ مکرمہ سے شائع کیا گیا۔

☆ تیسرا سفر بنگلہ دیش کی طرف ہوا جس کے مشہور شہروں ڈھاکہ، حبیب گنج، سلہٹ میں آپ نے ہزاروں کے اجتماع سے خطاب کیا اس سفر میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمان صاحب بھی آپکے ہمراہ تھے۔ سلہٹ کے جامعہ اسلامیہ میں جہاں آپکے استاد حضرت مدنیؒ چھ سال تک حدیث کے موتی بکھیرتے رہے اسی مسند حدیث پر بیٹھ کر آپ نے سینکڑوں علماء کرام کو سبق پڑھایا اور انہیں روافض کے فتنے سے آگاہ کیا اور اہلسنت کی حقانیت کے دلائل بیان کر کے حضرت شیخ مدنیؒ و حضرت لکھنویؒ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

☆ چوتھے، متحدہ عرب امارات کا بھی آپ نے دورہ کیا جن میں دوبئی، ابوظہبی، مسقط، قطر، راس الخیمہ، کویت کے عرب حضرات کو آپ نے اپنے مذہب کا بھولا ہوا سبق

یاد دلایا ان کے سامنے اسلام کی پر شکوہ وجاہت و عظمت کو پیش کیا اور توحید و رسالت کے حقیقی پاسداران، گواہان نبوتؐ کاتبین وحی، راویان حدیث یعنی اصحاب پیغمبر ﷺ کے مقام سے روشناس کراتے ہوئے دشمنان صحابہؓ کے خطرناک عزائم سے انہیں آگاہ کیا وہاں کے علماء و عوام آپ کے دلائل قاہرہ سے بے حد متاثر ہوئے آپ کے بیانات اور دروس سے ہزاروں آدمی مستفید ہوئے۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

علماء کی تربیت

متعدد ممالک میں آپ کی تبلیغ و تدریس کا پروگرام انتہائی کامیاب رہا مگر سب سے زیادہ انگلینڈ، جنوبی افریقہ اور بنگلہ دیش میں علماء کے خصوصی تربیتی پروگرام میں حضرت کے مدلل خطابات اور وقیع بیانات اپنی مثال آپ تھے جن میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہاں کے علماء نے حضرت کے سامنے اپنے اشکالات وسوالات پیش کئے اور آپ سے علمی و برہانی مسکت جوابات سن کر نہ صرف محظوظ ہوئے بلکہ اس بحر بیکراں سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔

بنگلہ دیش میں ایک بزرگ عالم نے (تفنن طبع کے لئے) آپ سے پوچھا کہ اہل تشیع حب علیؓ کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اسکے باوجود بھی آپ انہیں مطعون کر رہے ہیں اسکے جواب میں حضرت والا نے مسکراتے ہوئے برجستہ فرمایا کہ یہ تو دشمن کا پرانا شکوہ ہے جسکا ہمارے اکابر جواب دے چکے ہیں ایک شیعہ شاعر نے اہل سنت پر یہی طعن کیا تھا کہ

نحن أناس قد غدا دأبنا
حب علیؓ ابن ابی طالب
یعیبنا الناس علی حبه
فلعنت الله علی العائب

''ہمیں اہل سنت حب علیؓ کیوجہ سے عیب لگاتے ہیں لہذا عیب لگانے والوں پر لعنت ہو''

اس کے جواب میں اہلسنت کے شیخ محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی اسکلیبی ، معروف بہ ابی السعود حنفیؒ (م ۹۸۲ھ) نے یہ دو شعر کہے

ما عیبکم هذا و لکنه
بغض الذی لُقّب بالصاحب
و قولکم فیه و فی بنته
فلعنة الله علی الکاذب

''تمہیں حب علیؓ کا عیب کس نے لگایا؟ حب علیؓ میں تو ہم بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں، البتہ تمہارا عیب تو صاحبؓ رسول ﷺ (حضرت صدیق اکبرؓ) سے بغض ہے اور ان (سیدنا صدیق اکبرؓ) کے اور ان کی صاحبزادی (سیدہ عائشہؓ) کے بارے میں جھوٹی باتوں کا افتراء ہے لہذا جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔

(شذرات الذهب للعلامة ابن عماد حنبلی ص ۴۰۰ ج ۸)

حضرت تونسوی کبھی کبھی مقام صدیقؓ بیان کرتے ہوئے وجد میں آکر فرماتے ہیں کہ میرا پیر صدیقؓ کائنات کا وہ عظیم انسان ہے کہ جس کی تعریف سننے کے لئے خود

رسول اللہ ﷺ بھی بے تاب نظر آتے تھے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ تو نے میرے ابوبکرؓ کی تعریف میں کوئی شعر نہیں کہا انہوں نے جواباً عرض کیا کہ میں نے کہا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا سناؤ - تو حضرت حسانؓ نے یہ اشعار پڑھے۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف و قد
طاف العدو بہ إذ صاعدا الجبلا
وکان حب رسول اللّٰہ قد علموا
من الخلائق لم یعدل بہ بدلا

عقیدۂ حیات النبی ﷺ

حضرت تونسوی مدظلہ کا فرمان ہے کہ: ''ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں پس اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی قبر کے پاس سے صلوۃ وسلام پڑھتا ہے تو اسے آپ ﷺ خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں دور سے پڑھے ہوئے صلوۃ وسلام کو فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں''۔

تمام اکابر علماء دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ کچھ لوگ دیوبندیت کے نام سے مسلمانوں کو دھوکا دینے یا بعض لوگ علماء دیوبند کو متہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کے عقائد ونظریات، قرآن سنت اور اجماع امت کے عین مطابق ہیں لہذا تمام حضرات کو چاہئے کہ ہمارے عقائد کی وضاحتی دستاویز، کتاب المہند علی المفند مؤلفہ فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

مقام اہل بیت عظامؓ

حضرت تونسویؒ نے مقام اہل بیتؓ کی وضاحت کرتے ہوئے چند علمی نکات بیان فرمائے ہیں جنہیں افادۂ خاص وعام کے لئے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اولاً: عربی زبان میں گھر والوں کیلئے اہل بیت کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور ہر صاحب عقل وخرد جانتا ہے کہ انسان کے گھر میں پہلے بیوی آتی ہے بعد میں بچے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل بیت کا لفظ پہلے گھر والی پھر بچوں کو شامل ہے قرآن مجید میں آیت تطہیر پیغمبر علیہ السلام کے اہل بیتؓ یعنی ازواج مطہراتؓ کے حق میں نازل ہوئی جیسا کہ آیت کے سیاق وسباق میں تمام مذکور صیغہائے مونث سے واضح ہے مگر آنحضرت ﷺ نے خصوصی دعا فرما کر سیدہ فاطمہؓ وحضرات علیؓ وحسنؓ وحسینؓ کو اس فضیلت میں شامل کیا بالفرض اگر آیت تطہیر، ازواج مطہراتؓ کی بجائے ان پانچ نفوس کیلئے نازل ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ کو یقیناً اس کا علم ہوتا اور دعا کی ضرورت پیش نہ آتی؟ کیونکہ یہ تو تحصیل حاصل ہے دعائے نبوی ﷺ اس امر کی دلیل بین ہے کہ آیت تطہیر، ازواج مطہراتؓ کے حق میں ہی نازل ہوئی پھر دعا کے سبب چار نفوس کو فضیلت تطہیر میں شامل کیا گیا پس معلوم ہوا کہ نبیؐ کے اہل بیتؓ میں ازواج واولاد دونوں شامل ہیں۔

ثانیاً: آل کا لفظ جب کسی کی طرف مضاف ہوکر استعمال ہوتا ہے تو اس سے وہ لوگ مراد ہوں گے جو اس سے قریبی رشتہ اور دوستی ومحبت رکھتے ہونگے آل داؤد وآل ابراہیم میں یہی لوگ مراد ہیں جبکہ آل النبیؐ سے مراد آنحضرت ﷺ کے اہل خاندان بھی ہوئے ہیں اور وہ بھی جن کو علم کامل اور عمل صالح کے ذریعہ دامان نبوتؐ سے وابستگی

ہو یعنی آل محمدؐ کا اطلاق امت محمدیہؐ کے برگزیدہ افراد پر بھی ہوتا ہے امام جعفر صادقؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

''آل محمد ﷺ صرف وہ مسلمان ہیں جو شریعت محمدیہ کی شرائط پوری کرتے ہیں'' (مفردات القرآن، امام راغب)

ثالثاً: اہل سنت والجماعت جس طرح اصحابؓ محمد ﷺ کی عظمت کے قائل ہیں اسی طرح آل محمد ﷺ کی محبت کو بھی اپنے ایمان کا جزو سمجھتے ہیں بحمد اللہ سنیوں کی دونوں آنکھیں روشن ہیں آنحضرت ﷺ کے اہل بیتؓ کی عزت و توقیر، دراصل آنحضرت ﷺ کی عزت و توقیر کا ایک شعبہ ہے۔

سرکار مدینہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

''أحبو الله لما يغذو كم به من نعمه و أحبوني لحب الله و أحبوا أهل بيتي لحبي'' (ترمذی ص۲۲۰ ج۲)

''اللہ تعالی سے محبت رکھو کیونکہ اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کے ساتھ پالا ہے، اور مجھ سے محبت رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے، اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے۔''

خانوادۂ نبوتؐ (ازواج نبیؐ، اولاد یعنی بیٹےؓ، بیٹیاںؓ اور نواسوںؓ) کی نسبی شرافت مسلم ہے نیز انہیں پیغمبر ﷺ کی رفاقت کی وجہ سے شرف صحابیت بھی حاصل ہے ہمارے نزدیک تمام صحابہؓ و اہل بیت قطعی جنتی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی تحقیر و تنقیص کفر و زندقہ ہے۔

ایمان ما اطاعت خلفائے راشدینؓ
اسلام ما محبت آلؐ محمدؐ است

اہل تشیع نے اپنی کتب معتبرہ میں آل رسول ﷺ سے محبت کی علامت یہ بیان کی ہے کہ محب آل محمدؐ کا خاتمہ سنت والجماعت کے مذہب پر ہوگا۔

ألا ومن مات على حب آل محمدؐ مات على السنة و الجماعة

(کشف الغمہ ص ۱۰۷، جامع الاخبار ص ٦٦، تفسیر مرأۃ الانوار ص ۲۱)

(الفضل ما شهدت به الأعداء)

رابعاً: اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ سیدنا حضرت حسینؓ (نواسہ رسولؐ) حق پر تھے اور ان کے مقابلے میں جو لوگ تھے ان کا موقف صحیح نہیں تھا۔ تقریباً اہل سنت و الجماعت کا یزید کے فسق پر اتفاق ہے جبکہ فرمان نبویؐ کے مطابق حضرات حسن و حسینؓ نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

واہ حسینؓ! کہ جس نے

سوز دروں سے ظلم کو فی النار کر دیا
ہر وار کو یزید کے بیکار کر دیا
نیند آگئی تلوار کے سایہ میں لیٹ کر
خود سو گئے حیات کو بیدار کر دیا

ایک شبہ کا ازالہ

غالباً ۱۹۶۲ء کی بات ہے کہ ابو یزید محمد دین بٹ نے حضرت تونسوی صاحب کو

خط لکھا کہ آپ یزید کو جنتی کہتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ
''اہلسنت کے نزدیک ہر وہ شخص یقیناً بہشتی ہے جس کے متعلق بہشتی ہونے کا
رسول اللہ ﷺ فرما گئے ہیں، اس کے سوا کے لئے قطعی فیصلہ کرنا خلاف شریعت ہے''۔

العبد محمد عبدالستار تونسویؒ

(رشید ابن رشید ص ۳۶۹)

محمد دین بٹ نے اس طرح کے بیشتر خطوط پاکستان کے نامور علماء کو لکھے اور ان
کی آراء لے کر ایک کتاب ''رشید ابن رشید'' کے نام سے شائع کر دی حالانکہ تمام علماء اس
ہونے والی کارروائی سے بے خبر تھے اس کتاب میں مؤلف نے یزید کی حمایت میں اپنا
نقطہ نظر بیان کر کے ان علماء کی آراء کو بھی اپنی تائید میں لینے کی لاحاصل کوشش کی۔ بعض
لوگ اس کتاب سے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ علماء اہل سنت
والجماعت اور حضرت تونسویؒ کا محمد دین بٹ کی کارروائی سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کوئی نئی
بات نہیں ہے کیونکہ روافض اور خوارج اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے اہل
سنت کو بدنام کرنے کی سعی مذموم کرتے رہتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ حضرت کی تحریر میں
یزید کا نام تک درج نہیں یہ حضرت تونسویؒ کی کرامت سمجھئے یا ایمانی فراست؟ کہ ان کی
تحریر آج بھی حقیقت کی آئینہ دار ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو روافض (دشمنان صحابہؓ) اور
خوارج (دشمنان اہلبیتؓ) کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

سنت نبوی ﷺ کی مہر

حضرت تونسویؒ اپنے عقائد و نظریات کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''میں علماء دیوبند کا ادنیٰ خادم ہوں اللہ تعالیٰ کی توحید، عقیدہ رسالتؐ، ختم نبوتؐ، اور عقیدہ آخرت پر ہمارا کامل ایمان، جبکہ قرآن کی حقانیت، اور تمام صحابہؓ و اہل بیتؓ کی عظمت پر صادق یقین ہے۔ائمہ اربعہ کی اجتہادی بصیرت، انبیاء کے معجزات، اولیاء کی کرامات، روحانیت، تصوف اور بیعت پر ہم مکمل اعتماد رکھتے ہیں، ہمارے نزدیک ہر وہ عمل قابل حجت ہے جس پر سنت نبویؐ کی مہر اور تصدیق موجود ہو، نبیؐ کی مہر کے بغیر ہم کسی عبادت کو بھی روا نہیں سمجھتے جبکہ بیشتر لوگ سنت کو چھوڑ کر بدعات و رسومات کے دلدادہ نظر آتے ہیں''

دل نہ چاہے تو رسالتؐ کا بھی ارشاد غلط
من کو بھا جائے تو بھانڈوں کی خرافات بجا

(معاذ اللہ)

سیاسی موقف

حضرت تونسوی مدظلہ نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

''اسلام ایک جامع دستور حیات ہونے کی وجہ سے اپنے تمام شعبوں پر حاوی ہے شریعت و طریقت کی طرح سیاست بھی اسلامی نظام حیات کا اہم جزو ہے لیکن مذہب کی حدود و قیود سے آزاد، اشتراکیت، مغربی جمہوریت یا لادین سیاست سے ہمارا کوئی تعلق نہیں''

حضرت تونسوی کا سیاسی موقف وہی ہے جو اکابر علماء دیوبند خصوصاً حضرت شیخ

مدنیؒ کا تھا، عصر حاضر کی انگریزی جمہوریت، فسطائیت اور بے دین سیاست کے وہ شدید مخالف ہیں البتہ اسلامی سیاست کے حوالے سے علماء کرام نے جب بھی نفاذ اسلام کے لئے کوشش فرمائی تو حضرت تونسوی نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۷۰ء میں تمام علماء وزعماء اور مشائخ کے اصرار پر مجبوراً آپ نے الیکشن میں حصہ لیا اس سال پورے ملک میں نامور علماء و مشائخ نے باہمی مشورہ سے اس لئے الیکشن میں حصہ لیا تھا کہ اہل علم کے اسمبلی میں جانے سے اسلامی نظام کے نفاذ کی راہیں ہموار ہوسکیں گی، مگر دین دشمن قوتوں نے ایک گہری سازش کے تحت ان علماء کو کامیاب نہ ہونے دیا اسی دن اھل بصیرت نے کہا تھا کہ آج کے بعد الیکشن کی صورت میں اسلامی نظام کے نفاذ کا ناممکن ہونا واضح ہو گیا ہے...

فالی اللہ المشتکی...

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ در مغز دو صد خر فکرِ انسانی نمے آید

علماء دیوبند کی کردار کشی

حضرت تونسوی نے ارشاد فرمایا کہ

''کچھ لوگوں کے دلوں کی ٹھنڈک اسمیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ اکابرین دیوبند کی کردار کشی کی جائے اور توہین و تنقیص شان کی ہر ایک صورت پر عمل کیا جائے مگر... (حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو کر رہتی ہے)۔

برصغیر میں جہاد آزادی کی ابتدا کرنے اور اسے پروان چڑھانے میں انہی علماء دین نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے اور علماء کی قربانیوں کے

نتیجے میں اس خطہ کو انگریز سے نجات حاصل ہوئی مگر افسوس کہ تاریخی حقائق کو مسخ کر کے علماء دیو بند کی کردار کشی کیجاتی ہے تاریخ شاہد ہے کہ علم وعمل کے یہ سنگم اور جرات واستقامت کے یہ پہاڑ اقوام عالم میں اپنی مثال آپ ہیں۔

باقی رہا مسئلہ پاکستان ... تو واضح رہے کہ حضرت شیخ مدنیؒ اور ان کے رفقاء کرام متحدہ ہندوستان کے مجموعی مفاد کیلئے تقسیم کے مخالف تھے نہ کہ اسلامی ریاست کے ان حضرات کی مخالفت اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ اسلامی مملکت کے قیام کے حق میں نہیں... یہ تو ایسا پاکیزہ مقصد ہے کہ کسی ادنی مسلمان کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔

(تفصیل دیکھئے روزنامہ الجمیعۃ دہلی ۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء)

یہی وجہ ہے کہ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو انہوں نے نہ صرف اسے بسرو چشم تسلیم کیا بلکہ اسے مسجد کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کے تقدس کو اجاگر کیا اور پاکستان کے استحکام اور اس کی سالمیت کو مسلمانوں کا ملی فریضہ قرار دیا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کو لکھا...

''پاکستان ایک اسلامی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا ہے اب یہ 'مسجد' کے درجے میں ہے اسکی حفاظت ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے''

(کردار قائداعظم، از منشی عبدالرحمان چہلیک ملتان ص ۴۹۹)

جامعہ دار المبلغین کا قیام

حضرت تونسویؒ نے جس طرح ہزاروں میل لمبے سفر کر کے عمر کا بیشتر حصہ دین متین کی تحقیق میں صرف کیا اسی درد و فکر اور جانفشانی سے آپ نے پیغام حق کو ملک کے کونے کونے میں پہنچایا شب و روز کی کاوشوں سے اہلسنت کی فکری و ذہنی اصلاح وتعمیر

آپ کی زندگی کا اصل سرمایہ ہے مگر آپ کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ جب تک علماء کی علمی و روحانی اور فکری و نظری خصوصی تربیت کر کے انہیں میدان عمل میں نہیں اتارا جائے گا اس وقت تک ہمارے مشن کی تکمیل اور مقاصد مطلوبہ کی تحصیل چنداں ممکن نہیں، اس کام کے لئے ایک جامعہ دارالمبلغین کا ہونا ناگزیر ہے آپ نے اپنی اس غیر معمولی فکر کو تنظیم کے اجلاس میں پیش کیا تمام علماء نے نہ صرف آپ کی رائے کی تصویب و تائید فرمائی بلکہ ۱۹۶۰ء میں مرکز تنظیم کی طرف سے دارالمبلغین کے قیام کا اعلان کیا جس کے اندر سال کے دو ماہ شعبان و رمضان میں علماء کرام کی خصوصی تربیت، انہیں مناظروں کی ٹریننگ اور براھین اہلسنت پڑھانے کا فیصلہ کیا۔ دارالمبلغین میں حضرت تونسوی مدظلہ کے علاوہ مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاریؒ، مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ، علامہ خالد محمود صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب منہاج جیسے نامور علماء کو اس اہم تدریس کے لئے مقرر کیا گیا۔ تنظیم اہل سنت کے اس ادارہ میں ہزاروں علماء نے استفادہ کیا بحمداللہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے دارالمبلغین، جامع مسجد تنظیم اہل سنت چوک نواں شہر ابدالی روڈ ملتان میں حضرت ہی کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے اسمیں فاضل علماء کے علاوہ منتہی طلباء، دانشور، سکالرز، سنی وکلاء، ڈاکٹرز اور پروفیسر حضرات کو اہل سنت کی حقانیت کے ساتھ ساتھ مذاہب باطلہ یہودیت، عیسائیت، ہندومت، مرزائیت، رافضیت، پرویزیت، بریلویت، غیر مقلدیت، مودودیت اور معتزلیت کا رد مدلل اور مفصل طریقے سے پڑھایا جاتا ہے جس کیلئے حضرت تونسوی مدظلہ، علامہ خالد محمود صاحب، صاحب التحقیق والقلم مولانا محمد نافع صاحب جھنگوی، مولانا محمد عبدالغفار صاحب تونسوی، فاتح قادیانیت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی، مولانا محمد امین صاحب صفدر، مولانا بشیر احمد صاحب

الحسینی، مولانا حافظ محمد احمد صاحب مظفر گڑھی کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

تدریسی مراکز:

تنظیم اہل سنت والجماعت کے دار المبلغین میں حضرت تونسویؒ کی تدریسی خدمات سے ملک وبیرون ملک کے علماء نے خوب استفادہ کیا اس سے آپ کی تدریس کا ڈنکا چارسو بجنے لگا ہر طرف سے اکابر علماء نے آپ کی تدریس کے خصوصی پروگرام ترتیب دیکر آپ کو دعوت دی تو آپ نے مختلف مقامات پر جاکر اپنے منفرد انداز تدریس کے ذریعہ علماء کی تربیت فرمائی جن میں بعض اہم تدریسی مراکز حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مرکز شیرانوالہ گیٹ لاہور میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انورؒ کی دعوت پر آپ نے وہاں کے علماء کو خصوصی تربیت دی۔

۲۔ محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ نے آپکو اپنے مدرسہ میں دعوت دی مگر آپ کسی مجبوری سے نہ جاسکے پھر حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے آپ سے اصرار کیا تو آپ بنوری ٹاؤن تشریف لے گئے اس وقت سے لیکر آج تک آپ ہر سال شعبان میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے جاتے ہیں اور دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے علماء کو ردّ رفض کے دلائل پڑھاتے ہیں بلکہ گزشتہ آٹھ سالوں سے آپکے خلف الرشید مولانا عبد الغفار صاحب تونسوی بھی بنوری ٹاؤن میں ردّ رفض وبدعت کے موضوع پر تدریس کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔

۳۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب اشرفی مدظلہ کی دعوت پر آپ جامعہ اشرفیہ لاہور میں بھی فن مناظرہ پڑھاتے رہے۔وہاں کے نامور علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔

۴۔ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ کی دعوت پر جامعہ مخزن العلوم خانپور میں بھی آپ نے فرق باطلہ کا رد اور اہل سنت کی حقانیت کے دلائل پڑھائے۔

۵۔ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ نے یار با آپ سے تبلیغ و تدریس کے لئے اصرار کیا مگر حضرت مصروفیت کے باعث وہاں نہ جا سکے۔

۶۔ حضرت علامہ دوست محمد صاحب قریشیؒ کے مدرسہ فرقانیہ دار المبلغین نقشبندی جامع مسجد کوٹ ادو میں حضرت ایک طویل عرصے تک اس موضوع پر پڑھاتے رہے،اور ہزاروں علماء فیض یاب ہوئے۔

۷۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب کے مدرسہ قاسمیہ فیصل آباد میں متعدد بار آپ نے علماء وطلباء کو دفاع صحابہؓ کے حوالے سے مستفیض کیا۔

۸۔ حضرت مولانا شریف اللہ کے ہاں بستی مولویاں، رحیم یار خان۔

۹۔ قاری حماد اللہ صاحب کے مدرسہ فاروق اعظم رحیم یار خان۔

۱۰۔ مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی۔

۱۱۔ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا۔

۱۲۔ جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۳۔ جامع مسجد احمد پور شرقیہ

۱۴۔ مدرسہ عربیہ سراج العلوم بلاک نمبر ا سرگودھا

۱۵۔ جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور

۱۶۔ جامع مسجد کوہ مری

۱۷۔ مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب بخاری کی دعوت پر مدرسہ بچل شاہ میانی سکھر میں علماء، طلباء، سکالرز اور وکلاء کو مقام صحابہؓ سے روشناس کرایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی علمی و اصلاحی خدمات کو قبول فرمائے آمین۔

؎ ارباب چمن ہم کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پہ اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

باب چہارم

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں ابتک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے ید بیضاء

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

علم مناظرہ

لغوی اور اصطلاحی تعریف:

(۱) مناظرہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے جسکے معنی ہیں باہم نظر کرنا، مشابہ ہونا، بحث و مباحثہ کرنا۔ (مصباح اللغات ص ۸۸۶)

(۲) کسی چیز کی حقیقت و ماہیت کے واسطے باہم فکر کرنا۔ جمع مناظرات (فیروز اللغات ص ۱۲۸۹)

(۳) قاضی آفندی ''علم آداب البحث والمناظرہ'' میں لکھتے ہیں۔

''المناظرہ هی النظر من الجانبین فی النسبة بین الشیئین إظهاراً للصواب ''

یعنی مناظرہ کے معنی جانبین سے دو چیزوں کے درمیان نسبت میں بغرض اظہار صواب، نظر کرنا ہے۔ (خواہ اظہارِ صواب فی الواقع ہو یا فی الاعتقاد)

(۴) وقال الصبری هو علم بأصول وقواعد كلية يتوصل بها إلى معرفة ما قبل توجيه من الدفع والاستدلال مما لا يقبل...

علم مناظرہ وہ علم ہے جس میں اظہار حق کے لئے مطلوب ثابت کرنے اور مد مقابل کی دلیل اور اس کے مدعا کو باطل ٹھہرانے کے قواعد بیان ہوں۔

(۵) مناظرہ کی مشہور تعریف یوں کی گئی ہے۔

توجه المتخاصمين فى النسبة بين الشيئين اظهاراً للصواب

درست بات کو ظاہر کرنے کیلئے دو چیزوں کے درمیان (اثبات یا نفی کی) نسبت کے بارے میں دو مدمقابل آدمیوں کا ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہونا (بحث کرنا)۔

قابل توجہ امر:

حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ ”علم مناظرہ کی مذمت کرنے والے دراصل اسکی تعریف اور حقیقت سے آگاہی نہیں رکھتے اگر باہمی مباحثہ سے متخاصمین کی غرض اظہار حق وصواب ہو تو اصطلاح میں اسی کا نام مناظرہ ہے جو کہ امر ذیشان ہے کیونکہ اسی کے ذریعے احقاق حق اور ابطال باطل ہوتا ہے اور اگر صرف الزام خصم کی نیت ہو تو اسے مجادلہ کہتے ہیں اور اگر محض شیخی کا اظہار اور اپنے قول پر ڈٹے رہنا مقصود ہو تو اسکو مظاہرہ کہتے ہیں جو کہ شرعاً جائز نہیں۔ فافہم واستقم...“

علم مناظرہ کا موضوع اثبات مدعی اور نفی مطالب کے آداب ہیں جبکہ اسکی غرض وغایت، مباحث جزئیہ میں خطا واقع ہونے سے ذہن کو بچانا ہے تاکہ تحقیق مسائل کے ساتھ ساتھ حق واضح ہو سکے البتہ دوران مناظرہ شدت کلام اور درشتی کے لہجہ سے بچنا ضروری ہے ورنہ ہدایت کی راہیں مسدود ہو جایا کرتی ہیں۔

تاریخ وتدوین علم مناظرہ:

علم مناظرہ علوم عقلیہ میں سے ایک قدیم علم ہے جس کا وجود اول یونان ہی میں ہوا۔ حکمائے یونان کی جن تصنیفات کا عربی میں ترجمہ ہوا ان میں علم مناظرہ کی بعض کتب موجود تھیں حکمائے متاخرین کا رئیس امام فلسفہ ارسطاطالیس (م ۳۸۴ ق م) جو سکندر بادشاہ کا استاد تھا، نے فن مناظرہ میں ”طوبیقا“ نامی کتاب لکھی تھی۔ عہد اسلام میں اس کا

ترجمہ سریانی پھر عربی میں ہوا بعد ازاں اسکی مبسوط شرح لکھی گئی علاوہ ازیں مسلمانوں نے فن مناظرہ میں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

امام غزالیؒ علم مناظرہ کی تاریخ وطریق ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب خلفائے راشدینؓ نے عنان خلافت ہاتھ میں لی تو چونکہ انکو خود اجتہاد کا درجہ حاصل تھا اس لئے وہ مسائل فقہیہ خود اپنی رائے واجتہاد سے فیصل کرتے تھے۔ خلفائے راشدینؓ کے بعد جو لوگ مسند خلافت پر بیٹھے وہ علوم دینیہ سے کم واقفیت رکھتے تھے، اس لئے انکو فقہ سے استعانت کی ضرورت پیش آئی، اس زمانے تک ایسے فقہاء موجود تھے جن میں صحابہ کرامؓ کا انداز پایا جاتا تھا، اور اسی لئے وہ سلطنت وحکومت کے تعلقات سے گریز کرتے تھے لیکن چونکہ ان کے بغیر افتاء وعدالت کا کام نہیں چل سکتا تھا خلفائے بنو امیہ کو ان کی خدمت میں منت ولجاجت کرنی پڑی، یہ حالت دیکھ کر تمام لوگ فقہ پر ٹوٹ پڑے اور اس فن میں مہارت حاصل کر کے معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے اس زمانے میں سلاطین کو مناظرے ومباحثے کے تماشے دیکھنے کا شوق ہوا، چنانچہ سلاطین وامراء اپنے درباروں میں مجالس مناظرہ منعقد کرتے، اور علماء ان میں شریک ہو کر آپس میں علمی مباحثے کرتے تھے رفتہ رفتہ اس کا عام رواج ہو گیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے ہاں ماتم پرسی میں بھی علماء جمع ہوتے تو مناظرہ شروع ہو جاتا، چنانچہ ابن السبکی نے طبقات الشافعیہ میں بتصریح اس رواج کا ذکر کیا ہے۔ غرض علماء نے سلاطین کی رغبت دیکھ کر اس کی طرف خاص توجہ کی اور رفتہ رفتہ یہ ایک مستقل فن بن گیا جو آج تک برابر ترقی کرتا چلا جا رہا ہے۔

(احیاء العلوم ص ۹۷)

حضرت تونسوی کے مشہور مناظرے

۱۹۴۸ء کے اواخر کی بات ہے جب وطن عزیز پاکستان کا قیام عمل میں آچکا تھا تو دنیا بھر کے روافض کی نظریں اسی خطہ پر مرکوز ہو گئیں کہ کسی طریقے سے شیعہ نظریات کی تشہیر و تبلیغ کر کے یہاں بھی شیعیت کا نظریاتی تشخص قائم کیا جائے، اس کام کیلئے شیعہ پرچار کنندگان کی طرف سے جلسے، جلوس، اشتہارات واعلانات کے ساتھ ساتھ اہل سنت کو جابجا مناظروں کا چیلنج دیا جانے لگا، اس وقت حضرت تونسوی مدظلہ تحصیل علم سے مکمل فارغ ہوکر درس وتدریس میں ہمہ تن مشغول ومنہمک ہو چکے تھے مگر اس سنگین صورت حال نے آپ کو برانگیختہ کیا کہ میدان عمل میں اتر کر دشمن کی ہر سازش کو ناکام بنا دیا جائے یہ وہ وقت تھا کہ جس نے شیر بیشہء حمیت سنی وغیرت اسلامی کو موقع دیا کہ اپنے نیستاں سے نکل کر شیعہ فرقہ کی سربستہ حقیقت وبطلان کا انکشاف کرتے ہوئے اپنی للکار سے حق وباطل کے مابین فیصلہ کر دے۔

؎ عام حالت پر بسر کی زندگی تو نے تو کیا
کچھ تو کر ایسا کہ عالم بھر میں افسانہ رہے

چنانچہ حضرت تونسوی نے روافض کے نامور مناظرین سے بیسیوں مناظرے کئے جن میں ہر جگہ رافضی فرقہ کو عبرت ناک شکست ہوئی، ان مناظرات ومناقشات کی

تفصیلات کیلئے دفتر چاہییں، مگر چند اہم مناظروں کے احوال بالاجمال پیش خدمت ہیں۔

مناظرہ منگروٹھہ شرقی (تونسہ)

جنوری ۱۹۴۹ء میں آپ کا سب سے پہلا مناظرہ بمقام منگروٹھہ شرقی نزد تونسہ شریف، شیعہ مناظر ذوالفقار علی شاہ سے تحریف قرآن کے موضوع پر ہوا۔ شیعہ مناظر کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اپنی چار معتبر کتابوں کا حافظ ہے، اس مناظرہ کو سننے کیلئے ہزاروں لوگ تلاش حق کے جذبے سے دیوانہ وار جمع ہوئے چنانچہ مناظرہ شروع ہوا تو حضرت تونسوی نے شیعہ مناظر کو چند منٹوں کے اندر اپنی گرفت میں لے لیا، ذوالفقار علی شاہ علم سے بے بہرہ تھا بہت جلد ہی نہایت بے بس ہوگیا، ہزاروں انسانوں نے دیکھا کہ نام نہاد چار کتابوں کا حافظ شدید سردی کے موسم میں پسینہ پسینہ ہوگیا ہے۔ بالآخر شیعہ مناظر کو ذلت آمیز شکست ہوئی، اس مناظرہ سے حضرت تونسوی کی مناظرانہ شان اور علمی بصیرت کو چار چاند لگ گئے، اور ہر طرف اہل سنت والجماعت کی حقانیت کا ڈنکا بجنے لگا مگر دوسری طرف ذوالفقار علی شاہ نے اپنے شیعہ مناظرین وذاکرین کو اس مناظرہ کی مکمل صورت حال سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی حضرت تونسویؒ کی علمی غزارت ووجاہت اور ان کی مضبوط گرفت سے متنبہ کرتے ہوئے انہیں برانگیختہ کیا کہ اگر ہم نے تونسویؒ کا راستہ نہ روکا تو مستقبل قریب میں اس کی للکار سے ہمارا بھرم کھل جائے گا اور شیعہ مذہب کی ساکھ جاتی رہے گی، چنانچہ ذوالفقار علی شاہ کی اس انگیخت سے ملک بھر کے شیعہ علماء ومناظرین نے بڑی تیاری کے ساتھ باقاعدہ منظم ہوکر مناظروں کی ٹھان لی مگر خدا کی

شان کہ پھر بھی ان میں سے کوئی شیعہ مناظر حضرت تونسوی کے سامنے نہ ٹھہر سکا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

مناظرہ چکوال

۱۹۴۹ء میں بمقام چکوال، تحریف قرآن کے موضوع پر شیعہ مناظر مولوی الٰہی بخش نے چیلنج کیا۔ انہی دنوں حضرت تونسوی کی مناظرانہ شہرت کا آغاز ہوا تھا، اہل سنت نے حضرت کا نام سنکر انہیں دعوت دی حضرت تونسوی اسوقت مدرسہ محمودیہ تونسہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اہل چکوال کی دعوت پر دور دراز کا سفر طے کر کے حضرت والا تونسہ سے چکوال پہنچے۔ کتابوں سے بھرے بکس و بیگ آپ کے ہمراہ تھے، اس دور میں سواریوں کا بھی خاطر خواہ انتظام نہیں ہوتا تھا۔

حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ:

''میں نے تبلیغ دین اور مناظروں کیلئے بیشتر سفر پیدل کئے، شہروں کی طرف جانے کے لئے ایک ہی لاری چلتی تھی۔ پھر شہر سے قصبوں، دیہاتوں تک پہنچنے کے لئے اونٹوں، گھوڑوں، گدھوں اور خچروں پر عموماً ہمارا سفر ہوا کرتا تھا۔ تبلیغ دین کی برکت سے ان مذکورہ جانوروں کی سواری کی سنت بھی ادا ہوتی رہی''۔

حضرت تونسوی جب اپنا علمی اثاثہ لے کر چکوال پہنچے تو گرد و نواح کے علماء جمع ہو گئے، ادھر عوام الناس بھی مناظرے کا اعلان سن کر میدان مناظرہ میں پہنچنا شروع

ہو گئے۔ شیعہ مولوی الٰہی بخش جو وہاں کا مشہور عالم اور نامور مدرس سمجھا جاتا تھا، حضرت تونسوی کی وجاہت دیکھ کر ہی مرعوب ہو گیا۔ جب حضرت نے شرائط کے بارے اس سے گفتگو کی تو آپ کی جہیرانہ آواز اور اصولی وفنی بات چیت سنکر بدحواس ہونے لگا۔ بالآخر مناظرہ سے جان چھڑانے کیلئے دوسری تاریخ مقرر کرنے پر اصرار کرنے لگا، حتیٰ کہ اپنی کتب وغیرہ لانے اور اپنے مولویوں سے مشورہ کے بہانے بھاگ گیا، پھر زندگی بھر حضرت تونسوی مدظلہ کے سامنے نہیں آیا۔

مناظرہ تونسہ شریف

۱۹۴۹ء کے اوساط میں بمقام تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخان چند معززین شہر نے ایک محفل مناظرہ منعقد کی۔ تونسہ ہی کا ایک شیعہ مولوی غلام محمد محمودی جو کہ شیعہ فرقہ کا نمائندہ عالم سمجھا جاتا تھا اور اسے اپنے شیعوں میں خاصی مقبولیت حاصل تھی۔ ادھر حضرت تونسوی مدظلہ دارالعلوم دیوبند و دارالمبلغین لکھنؤ سے فراغت کے بعد ایران وعراق کا دورہ کر کے واپس تشریف لائے تو شیعہ وسنی دونوں طبقوں کی نظریں آپ پر مرکوز ہونے لگیں اور لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ آپ اپنے علمی تبحر سے دلائل دیکر مسلک حقہ کی وضاحت کریں، اس مقصد کے پیش نظر تونسہ میں یہ مناظرہ رکھا گیا۔ شیعہ کی طرف سے مولوی محمودی اور اہل سنت کی طرف سے حضرت تونسوی نے مسئلہ بنات پر گفتگو کی۔ نام نہاد مولوی محمودی محض ادیب وشاعر قسم کا آدمی تھا مگر علم سے بے بہرہ ہونے کے سبب علمی وتحقیقی بات چیت نہ کر سکا۔ بلکہ اسے تو اپنے مذہب کی بھی مکمل معلومات نہ تھیں۔ حضرت تونسوی نے جب اس کے سامنے شیعہ مجتہدین کی متداول کتب سے ائمہ معصومین کے

فرامین پیش کئے جن میں بنات اربعہ کا واضح ثبوت موجود تھا تو لاعلم محمودی ششدر رہ گیا اور سنی سنائی غیر مدلل گفتگو وغیر مستند روایات کا سہارا لیکر وقت ضائع کرتا رہا.... حضرت تونسوی نے فرمایا کہ محمودی صاحب! خدا کے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کسی معتبر شیعہ کتاب سے امام معصوم کا ایک صحیح، معتبر قول پیش کرو جس میں یہ کہا گیا ہو کہ آنحضرت ﷺ کی فقط ایک بیٹی تھی، باقی تین ان کی نہیں بلکہ فلاں شخص کی بیٹیاں تھیں، تو میں ابھی تمہارے ساتھ امام باڑے میں جا کر سنی مذہب چھوڑنے اور شیعہ ہونے کا اعلان کردوں گا.... جبکہ میں تمہاری کتب سے ائمہ معصومین کے بیسیوں اقوال پیش کرتا ہوں کہ جناب رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ یہ سنکر محمودی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا مگر اپنے موقف کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہ کر سکا اور ذلیل ہوا....

﴿فبهت الذی کفر والله لا یهدی القوم الظالمین﴾ البقرة

مناظرہ لتڑی شمالی (تونسہ)

۱۹۴۹ء کے اواخر میں بمقام لتڑی شمالی علاقہ تونسہ میں اسماعیل گوجروی نے چیلنج کیا کہ سنیوں کا کوئی عالم قرآن مجید سے ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کی خلافت ثابت نہیں کر سکتا۔ اس لئے خلفاء ثلاثہ کی خلافت باطل ہے (نعوذ باللہ) اسماعیل شیعہ کا چیلنج سن کر مقامی علماء وسنی زعماء جمع ہو کر بحث وتمحیص کیلئے اسماعیل کے پاس چلے گئے، شیعہ مناظر چونکہ انتہائی چالباز تھا اور لوگوں کو دھوکہ دینے میں مہارت رکھتا تھا، اس نے کہا کہ اگر میرے ساتھ مسئلہ خلافت پر مناظرہ کرنا ہے تو پہلے شرائط طے کرو۔ سادہ لوح سنیوں نے کسی عالم سے مشورہ کئے بغیر اسماعیل کے ساتھ مسئلہ خلافت پر شرائط طے کرلیں۔ اسماعیل نے سنیوں سے یہ

لکھوالیا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کی خلافت نص قرآن سے ثابت کرو گے اور قرآن میں ان خلفاء کے نام بھی دکھاؤ گے۔ان شرائط پر فریقین نے دستخط کر دیئے۔بعدازاں وہاں کے مقامی لوگ حضرت تونسوی کو مناظرہ کیلئے لینے آ گئے، حضرت والا نے جب شرائط نامہ دیکھا تو اسماعیل کی چالاکی اور سنیوں کی سادگی کا اندازہ ہوا مگر اس وقت ان کی کم فہمی پر انہیں سمجھانا بھی بے سود تھا، اس موقع کے عینی گواہوں کا بیان ہے کہ ہم نے دیکھا حضرت تونسوی نے کچھ دیر تأمل فرمایا کہ یکایک حکمت مدینہ و تربیت لکھنو یہ سے جلا پائے ہوئے دل و دماغ نے اپنے اندر ایک فیصلہ کیا.... پھر حضرت والا ہم سے یوں گویا ہوئے کہ ''اسماعیل شیعہ ہمارے علاقے میں آ کر مناظرہ کا چیلنج کرے اور پھر تونسوی اس کا جواب نہ دے تو اس کا لکھنؤ میں تربیت حاصل کرنا فضول ہے۔خدا نے عبدالستار تونسوی کو اعدائے صحابہ کی سرکوبی کیلئے پیدا کیا ہے'' یہ کہہ کر حضرت والا نے احباب کو مناظرہ پر جانے کا حکم دے دیا...تونسہ شہر کے معززین، محترم حاجی عبدالحق صاحب کے ٹرک پر حضرت والا کی معیت میں انکی کتابوں کا انبار لے کر لتڑی شمالی جا پہنچے۔غالباً اسماعیل شیعہ کو پہلی مرتبہ اس مقام پر حضرت تونسوی سے پالا پڑا اور وہ آپ کی علمی غزارت و مناظرانہ بصیرت سے اسی دن خوب آگاہ ہوا، یہاں تک کہ اسماعیل نے اس کے بعد کئی سنی علماء کو دورانِ مناظرہ کہا کہ ''پاکستان میں میرے مقابلے کا ایک ہی آدمی ہے جس کا نام عبدالستار تونسوی ہے وہ دیوبند و لکھنؤ کا فاضل ہے، اسے سنی و شیعہ کتب پر عبور حاصل ہے''....بہر حال جب لتڑی شمالی میں دونوں مناظرین کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت تونسوی نے شرائط طے کرنے کو کہا...اسماعیل نے کہا کہ تونسوی صاحب! شرائط تو طے ہو چکی ہیں، آج مسئلہ خلافت پر مناظرہ ہوگا۔شرائط نامہ پر فریقین کے دستخط بھی ہو چکے ہیں.... حضرت تونسوی نے فرمایا

کہ مناظرہ میرے ساتھ کرنا ہے اور شرائط دوسروں سے طے کرلیں؟ یہ انوکھی بات ہے... مگر اسماعیل مسلسل انکار کرتا رہا، بالآخر حضرت تونسوی نے فرمایا کہ شرائط میں لکھا گیا ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت قرآن مجید سے ثابت کرنی ہے، مگر مجھے بتایا جائے کہ حضرات شیخینؓ کی خلافت کس قرآن سے ثابت کروں؟ موجودہ قرآن سے یا مہدی والے قرآن سے جو غار میں مستور ہے، اگر موجودہ قرآن سے ثابت کروں تو اس پر شیعوں کا ایمان نہیں اور اگر غار والے قرآن سے ثابت کروں جس پر شیعوں کا ایمان ہے تو وہ ہمارے پاس موجود نہیں.... اسماعیل نے کہا کہ موجودہ قرآن پر ہمارا ایمان ہے.... حضرت تونسوی نے فرمایا کہ اگر موجودہ قرآن کے کامل و مکمل ہونے پر تمہارا ایمان ہے تو اپنے امام معصوم کا معتبر قول اپنی کسی معتبر کتاب سے پیش کرو کہ یہ قرآن کامل و مکمل اور غیر محرف ہے...!ب اسماعیل بری طرح پھنس گیا، کیونکہ اس کے پاس کسی امام معصوم کا ایک قول بھی قرآن کی صحت و حقانیت پر موجود نہ تھا، یہاں تک کہ بحث طویل ہوگئی... دو گھنٹے کی بحث کے بعد اسے عقل آئی کہ تونسوی نے تو مجھے مسئلہ خلافت کے بجائے مسئلہ تحریف قرآن میں پھنسا دیا ہے.... کہنے لگا میں تحریف پر مناظرہ نہیں کرتا.... حضرت تونسوی نے فرمایا پھر اپنی شکست تسلیم کرو... اور آپ نے عوام الناس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسماعیل کس قدر بے وقوف ہے کہ تین گھنٹے کی بحث و مناظرہ کرنے کے بعد جب اس سے کوئی جواب نہیں بن پاتا تو کہتا ہے کہ میں مناظرہ نہیں کرتا، لوگو! گواہ رہو اسماعیل آج مجھ سے ایک نہیں دو مناظرے ہار گیا ہے، ایک خلافت کے موضوع پر دوسرا تحریف قرآن پر.... تمام خواص و عوام حضرت تونسوی کی مناظرانہ بصیرت سے بہت متاثر ہوئے.... یہ واقعہ جہاں حضرت تونسوی کی کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے وہاں مناظرین اسلام کیلئے درس نصیحت بھی ہے،

کہ ایک زیرک مناظر کس عمدہ تدبیر سے مکار دشمن کی چالوں کو ناکام بنا دیتا ہے۔

اظہار حقیقت

حضرت تونسوی مدظلہ کا ارشاد ہے کہ:-

''مسلمانوں سے مخفی نہ رہے کہ شیعہ فرقہ کو اصالتاً جو کچھ عداوت ہے وہ اسلام، قرآن، اور نبی آخر الزمان ﷺ کی نبوت ورسالت سے ہے، صحابہؓ کو مورد طعن محض اس لئے بنایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی اور آنحضرت ﷺ کی نبوت اور آپ کی مقدس تعلیمات کی چشم دید گواہ جماعت صحابہؓ ہے، جب عینی گواہ مجروح ہو جائیں گے تو سارے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

مناظرہ اسلام پور (رحیم یار خان)

۱۹۵۰ء کے اوائل میں بمقام اسلام پور ضلع رحیم یار خان شیعہ مناظر اسماعیل گوجروی نے چیلنج کیا، حضرت تونسوی کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر اسلام پور جا پہنچے۔ ملک بھر میں شیعہ کی یلغار اور مناظروں کے چیلنج کا مقابلہ کرنے والے صرف حضرت تونسوی ہی تھے، اس وقت تک آپ تنظیم اہل سنت کے ساتھ بھی منسلک نہ ہوئے تھے مگر آپ نے بغیر کسی جماعت کے تنہا دشمنان صحابہ کا ایسا تعاقب کیا کہ شیعہ مناظرین کا ناطقہ بند کر دیا، تاریخ شاہد ہے کہ حضرت تونسوی جہاں قدم رکھتے شیعیت کو سانپ سونگھ جاتا اور شیعہ کے نامور مجتہدین اور زبان دراز مناظرین ان کا سامنا کرنے سے کتراتے، چنانچہ اسلام پور میں بھی ایسا ہی ہوا شیعہ مناظر چیلنج کر کے بے حد

پریشان ہوا مگر اسے حضرت تونسوی کی للکار نے بالآخر باہر نکلنے پر مجبور کر دیا، حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ اسماعیل گوجروی کی ایک بری عادت تھی کہ جب اسے مناظرہ میں اپنی ناکامی نظر آنے لگتی تو وہ اپنے حواریوں کو خوب گالیاں دیتا اور ساتھ پانی بھی زیادہ پیتا، جن لوگوں نے حضرت کے مناظرے کا منظر دیکھا ہے وہ گواہ ہیں کہ اسماعیل کے تین کام بڑے مشہور تھے۔

۱-گالیاں دینا، ۲-زیادہ پانی پینا، ۳-بار بار پیشاب کرنا،

تینوں کام خوف وہراس کی وجہ سے ہوتے ہیں، مناظرہ ہذا میں بھی اسماعیل شیعہ کوئی واضح ثبوت پیش کرنے کے بجائے اپنے حواریوں کو گالیاں دیتا ہوا بھاگ گیا، ہمارے قارئین ہی خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے مذہب میں اصحابؓ پیغمبرؐ پر تبرا کرنا ثواب ہے ان کے نزدیک اپنے شیعوں کو گالیاں دینا کیسے باعث اجر نہیں ہوگا..؟

(نعوذ باللہ من شرورهم)

مناظرہ سیت پور (علی پور)

۱۹۵۰ء کی بات ہے کہ بمقام سیت پور علاقہ علی پور ضلع مظفر گڑھ میں اسماعیل شیعہ مناظر کی آئے دن یورش کے سبب مسلمان بے حد پریشان تھے یہاں تک کہ مقامی علماء نے حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ سے جا کر مشورہ کیا، حضرت قریشی صاحب نے اہالیان سیت پور کو بتایا کہ اگر اسماعیل گوجروی سے مناظرہ کرانا ہے تو اسکے لئے علامہ تونسوی سے بہتر مناظر کوئی نہیں، ان لوگوں نے حضرت قریشی صاحب سے

عذر خواہانہ انداز میں کہا کہ حضرت تونسوی سے ہماری شناسائی نہیں اسلئے مہربانی فرما کر آپ ہی انہیں دعوت دے کر مناظرہ کیلئے لے آئیں، چنانچہ حضرت قریشی صاحب تونسہ شریف آئے اور حضرت تونسوی کو مدرسہ محمودیہ سے مناظرہ کیلئے سیت پور لے گئے، اہل علاقہ نے سارے علاقہ میں مناظرہ کا اعلان کیا ہوا تھا کہ اسماعیل گوجروی سے مولانا دوست محمد قریشی مناظرہ کریں گے، مگر جب مولانا قریشیؒ حضرت تونسوی کو لیکر وہاں پہنچے تو حضرت کی بارعب شخصیت اور وجاہت دیکھ کر علماء اہل سنت بے حد متاثر ہوئے، کچھ لوگوں نے حضرت قریشی سے علامہ تونسوی کی علمی قابلیت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابھی کچھ دیر بعد ہی علامہ تونسوی کی مناظرانہ قابلیت و علمی بصیرت کا آپکو پتہ چل جائے گا، چنانچہ حضرت تونسوی کی آمد کا اعلان ہوا تو چاروں طرف سے لوگ مناظرہ سننے کیلئے وہاں ٹوٹ پڑے مگر حضرت تونسوی کا نام سن کر اسماعیل کو جان کے لالے پڑ گئے اور وہ اپنے شیعوں کو گالیاں دیتا تھا کہ جا کر دیکھو تونسوی یہاں آیا بھی ہے یا نہیں... اتنے میں حضرت تونسوی سٹیج پر تشریف لائے اور شیعہ مناظر کو للکارا، جب اسماعیل نے حضرت تونسوی کو وہاں دیکھا تو اسکے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور ایسا مرعوب ہوا کہ شرائط مناظرہ ہی طے نہ کر سکا، اس منظر کو دیکھ کر وہاں کے کئی شیعوں نے سنی ہونے کا اعلان کیا، اس سے مذہب اہل سنت کی حقانیت خوب واضح ہوئی۔

مناظرہ بستی شیر (ملتان)

مناظرہ ہذا بھی ۱۹۵۰ء میں ہونا قرار پایا تھا، یہاں بھی اسماعیل گوجروی کے مقابلہ کیلئے حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ، حضرت تونسوی کو تونسہ سے لے آئے

ان واقعات سے حضرت تونسوی اور حضرت قریشی کی باہمی محبت و دوستی اور اعتماد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، نیز یہی واقعات حضرت تونسوی کی عبقریت و فن مناظرہ کی خصوصیت پر صراحتاً دال ہیں، بلکہ واضح رہے کہ اسی کیفیت سے مولانا قریشی اور مولانا نور الحسن شاہ بخاریؒ متاثر ہوئے اور حضرت تونسوی کو اپنی جماعت تنظیم اہل سنت میں شامل ہونے کی نہ صرف دعوت دی بلکہ انہیں مجبور کر کے جماعت میں لے گئے، اس سے قبل تو حضرت تونسوی تنہا وہ کام کر رہے تھے جو ایک منظم جماعت اور بڑے ادارہ کا کام تھا۔ جب انہیں ایک مستقل جماعت مل گئی تو آپکے فکر و عمل، جہد و کردار نے تاریخ عالم کے صفحات پر وہ نقوش لافانی ثبت کئے کہ جن کی مثالیں اس دور میں ناپید ہیں۔ ملک بھر میں اسماعیل شیعہ کی عیاری، بشیر ٹیکسلوی کی مکاری اور سعید کروڑوی کی گیدڑ بھبکی اور ان جیسے بیسیوں شیعوں کی ہر سازش کو ناکام بنانے والے اور ہر میدان میں اہل سنت کو فتح کی نوید سنانے والے حضرت تونسوی مدظلہ ہی ہیں۔ بستی شیر میں بھی ان کے دم قدم سے اسماعیل گوجروی کے دعوے ہوا ہو گئے، اور بغیر مناظرہ کئے اسماعیل اپنے ملنگوں کو جھوٹے دلاسے دیتا ہوا غائب ہو گیا۔

مناظرہ باگڑ سرگانہ (ضلع خانیوال)

۱۱۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں بمقام باگڑ سرگانہ ضلع خانیوال، حضرت تونسویؔ مدظلہ کا یہ قابل دید و لائق شنید، بے نظیر و لاجواب مناظرہ ہوا، یہ وہ اہم اور منظم مناظرہ ہے جو متواتر تین دن تک ہوتا رہا، عصر حاضر میں اس قسم کے تفصیلی فیصلہ کن مناظرہ کی مثال ناپید ہے اس مناظرہ میں حضرت علامہ تونسویؔ نے پاکستان کے نامور تبرائی شیعہ مناظر

محمد اسماعیل گوجرہ کو آٹھ شیعہ علماء کی معیت و معاونت کے باوجود عبرت ناک شکست دی، علاقہ باگڑسرگانہ کے منصف مزاج شیعہ آج تک اس کے گواہ ہیں (الفضل ما شهدت بـه الأعـداء) واضح رہے کہ اس مناظرہ باگڑسرگانہ میں فاتح اعظم حضرت مولانا اللہ یار خانصاحب آف چکڑالہ، امام پاکستان علامہ سید احمد شاہ صاحب بخاری چوکیرویؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا لعل حسین صاحب اخترؒ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان جیسے نامور علماء کرام موجود تھے، جنہوں نے حضرت تونسویؒ ہی کو اپنا مناظر نامزد کیا۔ مناظرہ کا اہتمام مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے کیا تھا اور مناظرے کا سارا پروگرام حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ نے ترتیب دیا تھا۔ اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ مناظرہ ہذا میں چار مختلف عناوین پر گفتگو ہوئی گویا یہ چار مناظرے تھے، اس لئے تین دن تک پر امن، فیصلہ کن مناظرہ ہوا اور چاروں عناوین پر حضرت تونسویؒ نے شیعوں کا ناطقہ بند کر دیا اور وہ دلائل کی دنیا میں نہایت لاجواب اور مبہوت ہو گئے (سيهزم الجمع ويولّون الدبر)

چار عنوان حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسئلہ تحریف قرآن، یعنی اہل تشیع کے نزدیک ائمہ معصومین کی روایات سے موجودہ قرآن کریم محرف و مبدل ہے اسمیں مدعی اہل سنت والجماعت اور مجیب شیعہ تھے۔

(۲) مسئلہ تحریف قرآن، یعنی اہل سنت کے نزدیک موجودہ قرآن محرف و مبدل ہے جس میں مدعی شیعہ اور مجیب اہل سنت تھے۔

(۳) مسئلہ خلافت بلافصل سیدنا حضرت علیؓ از نص قرآن و حدیث متواتر اہل سنت والجماعت۔ اس میں مدعی شیعہ اور معترض اہل سنت تھے۔

(۴) مسئلہ خلافت اصحاب ثلاثہؓ بقرآن کریم وحدیث رسولؐ وکتب شیعہ۔جس میں مدعی اہل سنت اور معترض اہل تشیع تھے۔

(نوٹ) حضرت تونسوی کے تلمیذ مولانا حافظ محمد احمد صاحب مظفر گڑھی نے اس مناظرہ کی مکمل روئیداد ''مناظرہ باگڑ سرگانہ'' کے نام سے مرتب کر کے شائع کی ہے، جو کہ حقائق ومعلومات کا خزینہ ہے اہل علم مراجعت فرمائیں۔علاوہ ازیں مذکورہ عناوین پر مناظرہ کیلئے حضرت تونسوی نے چند قواعد تحریر فرمائے ہیں جو کہ نسخہ کیمیاء سے کم نہیں مناظرین اسلام کو چاہئے کہ روافض سے مناظرہ کے دوران ان اساسی اصولوں کو مدنظر رکھیں۔

فوائد جلیلہ

شیعہ مذہب میں عقیدہ تحریف قرآن یعنی موجودہ قرآن ناقص وزائد اور اصلی قرآن کے خلاف ہے،عقیدہ امامت کی طرح بلکہ اس سے کچھ زائد روایات متواترہ سے ثابت ہے۔

(۱) کتب معتبرہ شیعہ میں تحریف قرآن کی روایتیں زائد از دو ہزار ہیں اور روایات امامت سے بھی زیادہ ہیں۔

(۲) شیعہ محدثین نے روایات تحریف کو ائمہ معصومین سے روایت کیا ہے۔

(۳) یہ زائد از دو ہزار روایتیں بقول محدثین شیعہ متواتر اور مستفیض ہیں جیسا کہ اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کا صحیح اور کامل ومکمل،غیر محرف ہونا متواتر ہے۔

(۴) یہ زائد از دو ہزار روایتیں علماء شیعہ کی تصریح کے مطابق تحریف قرآن پر صراحتاً

دلالت کرتی ہیں۔

(۵) موجودہ قرآن کریم کے کامل و مکمل اور غیر محرف ہونے کی کوئی ایک روایت بھی کتب شیعہ میں کسی ایک امام معصوم سے بھی نہیں ملتی، گویا کہ موجودہ قرآن مجید شیعوں کے نزدیک خبر واحد صحیح معتبر کے برابر بھی نہیں۔

(۶) شیعہ مشائخ و مجتہدین کا ان روایات زائد از دو ہزار کے مطابق قرآن مجید کے محرف اور ناقص ہونے کا بڑے شدومد سے اعتقاد ہے۔

(۷) روایات تحریف قرآن، شیعہ کی ایسی معتبر کتابوں میں ہیں جن پر شیعہ مذہب کا دار و مدار ہے۔

(۸) شریف مرتضیٰ، شیخ صدوق، ابو جعفر طوسی، ابو علی طبرسی ان گنتی کے چار اشخاص کے سوا تمام شیعہ تحریف قرآن کے عقیدہ میں متفق اور متحد ہیں۔

(۹) (الف) مگر ان چار اشخاص کا قول حضرات ائمہ معصومین کے بے شمار اقوال تحریف کے مقابلے میں کیسے قابل اعتبار ہو سکتا ہے؟

(ب) ان چاروں کا انکار تحریف بھی از راہ تقیہ ہے کیونکہ انہوں نے اپنی تائید میں کوئی روایت ائمہ معصومین کی پیش نہیں کی۔

(ج) زائد از دو ہزار روایات تحریف کا کوئی جواب نہیں دیا۔

(د) روایات تحریف کو اگرچہ ضعیف تو کہہ دیا مگر وجہ ضعف کی کچھ بھی بیان نہیں کی۔

(ھ) موجودہ قرآن مجید کے کامل و مکمل ہونے کی دلیل ان چاروں نے

صحابہ کرامؓ کی دینداری اور انکی مساعی جمیلہ کو بنایا ہے مگر سوچنے کی بات ہے کہ جب شیعہ مذہب میں صحابہ کرامؓ (نعوذ باللہ) فاسق و فاجر اور مرتد و منافق اور دشمنان دین اور دشمنان اہل بیت تھے تو انکی دینداری اور حفظ قرآن کی مساعی جمیلہ پر کیسے اعتبار ہو سکتا ہے؟

(۱۰) شیعہ علماء میں سے جو لوگ اپنا یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم موجودہ قرآن کو غیر محرف اور کامل و مکمل مانتے ہیں تو ان کا اہل سنت کی طرح یہ فرض تھا کہ قائلین تحریف کو کافر کہتے اور سمجھتے مگر شیعہ علماء میں سے کوئی بھی قائلین تحریف کو کافر نہیں کہتا۔

جب شیعہ علماء اپنا ایمان موجودہ قرآن کے مکمل و کامل اور غیر محرف ہونے پر ثابت نہیں کر سکتے تو اہل سنت سے کہتے ہیں کہ اگر ہماری کتابوں میں روایات تحریف ہیں تو تمہاری کتابوں میں بھی روایات تحریف موجود ہیں اور اس کے ثبوت میں کتب اہل سنت سے نسخ تلاوت یا اختلاف قرأت کی روایات کو خواہ مخواہ تحریف کی روایات قرار دے کر پیش کرتے ہیں، مگر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہاری روایات تحریف ان اقراروں کے ساتھ پیش کی ہیں کہ یہ روایات تحریف متواتر ہیں اور تحریف پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں اور ائمہ معصومین کی روایات ہیں اور تمہارے مشائخ و علماء کا ان روایات کے مطابق تحریف قرآن کا اعتقاد ہے اس طرح تم بھی کوئی روایت ہمارے علماء و مشائخ کی ان اقراروں کے ساتھ پیش کر دو یا ہمارے مشائخ میں سے کسی ایک متنفس کا عقیدہ پیش کرو کہ وہ تحریف قرآن کا معتقد ہو تو وہ مبہوت ہو جاتے ہیں اور انکی زبان و قلم پر مہر لگ جاتی ہے، اہل سنت میں سے آج تک کوئی ایک متنفس بھی تحریف قرآن کا قائل و معتقد نہیں ہوا، تمام اہل سنت بالاتفاق معتقد تحریف کو کافر کہتے ہیں۔

فائدہ دوم

مسئلہ خلافت میں چونکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق جناب حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بلا فصل توحید ورسالت وقیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے جس کا منکر کافر ومرتد ہے لہذا ایسے اصول دین کیلئے صریح نص قرآنی کا ہونا ضروری ہے، بنا بریں شیعہ علماء سے ہمیشہ یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ خلافت بلا فصل حضرت علیؓ بلکہ تمام بارہ ائمہ کی امامت کو توحید ورسالت وقیامت کی طرح قرآن مجید کی نص صریح سے واضح اور صاف الفاظ سے ثابت کرو جیسا کہ توحید ورسالت وقیامت کے متعلق متعدد صریح اور واضح نصوص موجود ہیں مثلاً لا إله إلاهو الرحمن الرحيم (البقرہ ۱۶۳) شهد الله أنه لا إله إلا هو (آل عمران ۱۸) لا إله إلا الله (الصافات ۳۵) وما محمد إلا رسول (آل عمران ۱۴۴) ما كان محمد ابا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين، (الاحزاب ۴۰) محمد رسول الله (الحجرات ۲۹) إن الساعة آتية لا ريب فيها، (الحج ۷) لا اقسم بيوم القيامة (القیامۃ ۱) وغیرہ وغیرہ۔ مگر قیامت تک شیعہ اس قسم کا کوئی نص پیش نہیں کر سکتے۔ جب وہ خلافت بلا فصل حضرت علیؓ اور باقی ائمہ کی امامت کو نص صریح سے ثابت کرنے سے عاجز آجاتے ہیں تو اہل سنت والجماعت سے کہتے ہیں کہ تم اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت منصوص من اللہ ثابت کرو حالانکہ اہل سنت کے نزدیک خلافت اصول دین سے نہیں بلکہ دینی مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔ کہاں اصول دین توحید رسالت وقیامت اور کہاں دینی مسائل اور فروعات دین..؟ ان دونوں چیزوں کو برابر سمجھنا انتہائی جہالت وحماقت ہے کیونکہ شیعہ تو

خلافت اور امامت کے منصوص من اللہ اور اصول دین میں سے ہونے کے مدعی ہیں اور بارہ اماموں کو جناب رسول ﷺ کے برابر اور باقی انبیاء علیہم السلام سے افضل سمجھتے ہیں۔ تو جیسے جناب رسول ﷺ کی رسالت قرآن مجید میں واضح اور منصوص بالاسم ہے اسی طرح ائمہ کی امامت بھی منصوص بالاسم قرآن مجید سے ثابت کریں کیونکہ بارہ ائمہ شیعوں کے نزدیک حضورؐ کے مثل ہیں اور خلفاء کی خلافت کا اہل سنت کے نزدیک منصوص بالاسم ہونا ضروری نہیں کیونکہ تمام خلفاء، غلامان محمد ﷺ ہیں، نہ کہ مثل محمد ﷺ۔ لیکن اب شیعوں کا بارہ ائمہ کی خلافت وامامت کا منصوص بالاسم قرآن مجید میں ہونا تو بجائے خود صرف ایک حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل بھی قرآن سے ثابت نہیں کر سکتے، تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غدیر خم (جنگل کے تالاب) پر ''من کنت مولاہ فھذا علي مولاہ'' کا اعلان فرمایا تھا۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل اصول دین میں سے ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کا اعلان نہ قرآن میں، نہ حدیث متواتر میں، نہ مکہ میں، نہ مدینہ میں، نہ بیت اللہ میں، نہ مسجد نبوی میں، نہ عرفات ومنی میں جہاں ہزاروں کا مجمع تھا بلکہ ایسا ضروری اعلان ایک جنگل کے تالاب پر اور بھی گول مول الفاظ میں جن کے معنی خلافت بلافصل قطعی نہیں ہو سکتے، تو اس کے جواب میں سراسیمہ ہو کر رقص جمل کرنے لگتے ہیں۔ **وما توفیقي إلا باللہ**

علمی جواہر پارے

(۱) مناظرہ باگڑ سرگانہ میں پہلے موضوع پر مناظرہ کرتے ہوئے حضرت تونسویؒ نے فرمایا کہ شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن محرف ومبدل ہے اس پر آپ نے

کتب سے ائمہ معصومین کے فرامین، شیعہ محدثین کے بیسیوں اقوال پیش کیے مگر شیعہ مناظر کسی ایک بات کا بھی جواب نہ دے سکا، اس نے زیادہ زور دو باتوں پر دیا جس سے آج بھی اکثر شیعہ علماء لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، وہ یہ کہ ہمارے چار شیعہ علماء شیخ صدوق، شریف مرتضیٰ، ابو جعفر طوسی اور ابو علی طبرسی، تحریف کے قائل نہیں، دوسری بات یہ کہ اگر ہم شیعہ تحریف کے قائل ہوتے تو اس قرآن کو کیوں پڑھتے اور پڑھاتے بلکہ اس کی اصلاح کر دیتے۔

حضرت تونسوی نے اس پر جرح کرتے ہوئے فرمایا کہ مذکورہ چار شیعہ مولویوں کے اقوال بطور تقیہ کے ہیں ورنہ ان کی ائمہ معصومین کے اقوال اور متواتر روایات تحریف کے مقابلے میں کیا وقعت ہے..؟ امام معصوم کا قول اصول کافی صفحہ نمبر ۶۷۱ پر موجود ہے کہ اصلی قرآن کی سترہ ہزار آیات تھیں جبکہ موجودہ قرآن کی ۶۶۶۶ آیات ہیں، گویا شیعہ عقیدے کے مطابق دو تہائی قرآن غائب ہو گیا ہے، باقی رہی شیعوں کے موجودہ قرآن کے پڑھنے پڑھانے کی غرض وغایت، تو وہ خود شیعہ کتب میں موجود ہے کہ امام مہدی کی آمد تک اسی قرآن کو پڑھتے رہو۔ (اصول کافی ص ۶۷۱)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آج اس کا موقع نہیں کہ قرآن مجید کی اصلاح کر کے عوام کو ہیجان میں لایا جائے، ائمہ علیہم السلام میں مخصوص جناب صاحب العصر علیہ السلام (امام مہدی) کا حق ہے کہ قرآن مجید کو اسی حد پر پڑھوائیں گے جس حد پر وہ زمانہ رسول خدا میں پڑھا جاتا تھا۔ (مقبول ترجمہ ص ۱۰۶۷)

اس وضاحت کے بعد حضرت تونسوی نے فرمایا کہ اگر تم (شیعہ) موجودہ قرآن کو کامل و مکمل سمجھتے ہو اور روایات تحریف کو کمزور اور تحریف قرآن کے اعتقاد کو غلط

کہتے ہو تو تحریف کا اعتقاد رکھنے والوں کے کفر کا فتوی دے دو، اور یہ بھی واضح کرو کہ آپ کے مشائخ محمد بن یعقوب کلینی، علی بن ابراہیم قمی وغیرھم قائلین تحریف کافر تھے یا مؤمن؟ آپ کا ہمارا مناظرہ اسی بات پر ختم ہو جائے گا۔

جب حضرت تونسویؒ نے اس فتوی کا مطالبہ کیا تو تمام شیعہ علماء کے چہرے فق ہو گئے اور شیعہ صدر مناظر امیر محمد نے کھڑے ہو کر کہا، تونسوی صاحب! اس بحث کو ختم کر دیں... حضرت تونسویؒ نے فرمایا کہ آپ اپنے مشائخ کے کفر کا فتوی دے دیں تو مناظرہ ختم ہے... مگر شیعہ علماء انتہائی ذلیل ورسوا ہوئے اور حضرت تونسویؒ کی کسی دلیل کو رد نہ کر سکے کیونکہ انہیں اپنے مشائخ کو کافر کہنے کی جرأت تھی، نہ ہی اپنے علماء کا دامن تحریف قرآن کے عقیدے سے پاک صاف کرنے کی ہمت۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز سے
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا!

(۲) مناظرہ باگڑ سرگانہ میں دوسرے موضوع پر بات چیت کرتے ہوئے، شیعہ مناظر اسماعیل گوجرہ نے خوب زور لگایا اور اپنے آٹھ شیعہ علماء کی معاونت کے باوجود اہل سنت پر اپنا جھوٹا الزام کہ اہل سنت تحریف قرآن کے قائل ہیں، ثابت نہ کر سکا، تفسیر اتقان اور نور الانوار وغیرہ کتب سے جو بھی حوالے پیش کئے سب کا تعلق ناسخ ومنسوخ یا اختلاف قرأت سے تھا اور انہی دو چیزوں سے آج بھی شیعہ، بعض لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ ''نسخ'' اللہ تعالی کا فعل ہے جبکہ ''تحریف'' انسانوں کا۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے شیعہ مناظر نے کہا کہ اہل سنت کی کتب تفاسیر میں ہے کہ ابن مسعودؓ صاحب ''الحمد'' اور ''معوذتین'' کی قرآنیت کے منکر تھے اور ''بسم اللہ''

بھی قرآن نہیں اور جو معوذتین کو قرآن نہ مانے وہ کافر ہے یا مسلمان؟ دوسرے آپ اپنی کتب اہل سنت سے کہیں دکھادیں کہ جو قرآن کے ایک حرف کا منکر ہو وہ کافر ہے تو ہمارا اسی بات پر فیصلہ ہوجائے گا، آپ مناظرہ جیت گئے اور میں ہار گیا...

حضرت تونسویؒ نے شیعہ مناظر کے دلائل کو کئی طرح سے رد کیا۔

☆ اولاً: اسماعیل شیعہ ہی بتائے کہ اگر ہمارے اسلاف ''بسم اللہ، معوذتین والحمد'' کو قرآن نہیں سمجھتے تو موجودہ قرآن میں ''بسم اللہ والحمد ومعوذتین'' کو کس نے لکھا ہے؟ کیا یہ قرآن ہمارے اکابر کا لکھا ہوا نہیں ہے؟ ہمارے پیشواؤں کا اس قرآن میں ''بسم اللہ، الحمد شریف اور معوذتین'' کا لکھنا صراحتاً ثابت کرتا ہے کہ اہل سنت ان کی قرآنیت کے قائل ہیں۔

☆ ثانیاً: ''الحمد اور معوذتین'' کا قرآن میں ہونا متواتر ہے اور حضرت ابن مسعودؓ پر یہ جھوٹا الزام ہے کہ وہ ''الحمد اور معوذتین'' کی قرآنیت کے قائل نہ تھے۔ بلکہ یہ نقل باطل ہے۔ (تفسیر اتقان ص ۱۱۴، محلّٰی ابن حزم ص ۱۳ ج ۱) (درمنثور ج ششم)

☆ ثالثاً: علامہ نوویؒ نے شرح مہذب میں فرمایا کہ الحمد ومعوذتین کو قرآن نہ سمجھنے والا، اہل سنت کے نزدیک کافر ہے۔

☆ رابعاً: اسماعیل شیعہ نے مطالبہ کیا ہے کہ ''اہل سنت کی کسی کتاب میں لکھا ہو کہ قرآن کریم کے ایک حرف کا منکر کافر ہے'' تو لیجئے! اہل سنت کی مشہور کتاب ''محلّٰی ابن حزم'' میں ہے ''وإن القرآن الذي في المصاحف بأيدي المسلمين شرقاً وغرباً فما بين ذلك من أول القرآن إلى المعوذتين كلام الله ﷻ وحيه أنزله على قلب نبيه محمد ﷺ من كفر بحرف منه فهو كافر'' (محلّٰی ابن حزم ص ۱۳ ج ۱)

ترجمہ: ''تحقیق جو قرآن مصاحف میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں مشرق سے مغرب تک اول قرآن سے لے کر معوذتین کے آخر تک موجود ہے سب کا سب اللہ تعالی کا کلام اور وحی ہے جو اس نے اپنے نبی ﷺ کے قلب مبارک پر نازل فرمایا، جو شخص اس کے کسی ایک حرف کا بھی منکر ہو وہ کافر ہے''۔

یہ سنتے ہی شیعہ مناظر لاجواب اور مبہوت ہو گیا اور اپنا دعوی ثابت نہ کر سکا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

(۳) مناظرہ باگڑ سرگانہ میں تیسرے موضوع خلافت پر شیعہ مناظر محمد اسماعیل گوجروی نے حضرت علی المرتضیؓ کی خلافت بلافصل کو نص قرآن مجید اور احادیث متواترہ اہل سنت والجماعت سے ثابت کرنا تھا مگر بے چارہ بسیار کوشش کے باوجود اپنے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے کوئی واضح دلیل پیش نہیں کر سکا، عندالشیعہ حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل، توحید ورسالت کی طرح اصول دین میں سے ہے اس لئے جب حضرت تونسوی نے شیعہ مناظر سے توحید ورسالت کی طرح قرآنی آیات میں صریح الفاظ اور حدیث متواترہ میں بھی واضح وصریح الفاظ دکھانے کا مطالبہ کیا تو اس نے ایک عجیب بات کہی (جس میں تحریف قرآن کی ناپاک جسارت نمایاں دکھائی دے رہی ہے) اور ہم اس بات کو علمی لطیفے کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

اسماعیل شیعہ نے کہا کہ:

''قرآن میں ہے ''واجعلنا لهم لسان صدق علياً'' دوسری جگہ ہے ''وإنه في أم الكتاب لدينا لعلي حكيم'' دونوں آیتوں میں لفظ ''علی'' موجود ہے

جس سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ میری اس تعبیر سے کون سی نحوی غلطی ہوگی؟ پس اس سے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بلافصل ثابت ہوگئی۔ حضرت علامہ تونسوی مدظلہ نے اس وقت ایسی علمی گرفت کی جس سے اسماعیل کے حواس باختہ ہوگئے اور بالآخر اسے ہزاروں کے مجمع میں شرمساری و ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔

حضرت تونسوی نے فرمایا کہ:

''اسماعیل! یہ میدان مناظرہ ہے، تونسوی سے مناظرہ کر رہے ہو، رافضیوں کے جاہل مجمع میں مجلس نہیں پڑھ رہے، تمہارے بقول، اگر ''لسان صدق علیاً'' میں حضرت علیؓ کی ذات مراد لی جائے تو کون سی نحوی غلطی ہوگی؟ میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی مرزائی، اسماعیل سے کہے کہ آیت ''مبشراً برسول يأتي من بعدي اسمه أحمد'' میں ان کا مرزا مراد ہے تو کون سی نحوی غلطی ہوگی؟ اس طرح اگر کوئی خارجی، اسماعیل شیعہ سے کہے کہ آیت ''ویزیدھم من فضله'' میں یزید بن معاویہؓ مراد ہے تو کون سی نحوی غلطی ہوگی؟ اور اسماعیل شیعہ سے میں پوچھتا ہوں کہ اگر آیت ''إن المنافقين فی الدرک الأسفل من النار'' میں منافقین سے مراد رافضی شیعہ ہوں تو اس صورت میں رافضیوں تبرائیوں کا جہنمی ہونا نص قرآن سے ثابت ہوگیا۔ میری اس تعبیر سے کون سی نحوی غلطی ہوگی؟ اگر کوئی نحوی غلطی نہیں تو آپ کو اپنی ایجاد مبارک ہو''

حضرت کی اس تقریر سے شاطر اسماعیل لاجواب و مبہوت ہوگیا۔

(فبهت الذی کفر والله لا یهدی القوم الظالمین)

ان کی آمد پہ اڑے جو ہوش ساقی کے
شراب سیخ پہ ڈالی، کباب بوتل میں

اسی طرح کا ایک لطیفہ علامہ محمود آلوسی حنفیؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ:

''ہارون الرشید کے دربار میں ایک نصرانی طبیب نے حضرت علی بن الحسین واقدیؒ سے مناظرہ کیا اور ان سے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایسا لفظ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام، اللہ تعالی کا جزو ہیں اور دلیل میں یہ آیت پڑھی "إنما المسيح عيسى ابن مريم رسول الله و كلمته، ألقاها إلى مريم وروح منه" ..(النساء ۱۷۱) اس میں ''روح منہ'' سے استدلال کیا، علامہ واقدیؒ نے اس کے جواب میں ایک دوسری آیت پڑھ دی "وسخر لكم ما في السموات وما في الأرض جميعاً منه..." (جاثیہ ۱۳) اس آیت میں کہا گیا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی اللہ سے ہے، اور "منه" کے ذریعہ سے سب چیزوں کی نسبت اللہ کی طرف کردی گئی ہے، علامہ واقدیؒ نے فرمایا کہ "روح منه" کا اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسیؑ اللہ کا جزو ہیں تو اس آیت کا مطلب پھر یہ ہوگا کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ کا جزو ہے؟ یہ جواب سن کر نصرانی طبیب لاجواب ہوا اور پھر مسلمان ہوگیا۔ (روح المعانی ص ۲۵ ج ۴)

مگر حضرت تونسویؒ کے دلائل قاہرہ سن کر اسماعیل شیعہ کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ اس سے رافضیوںؒ کے ضد وتعصب اور بغض وعناد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(قاتلهم الله أنا يؤفكون)

(۴) مناظرہ باگڑ سرگانہ میں چوتھے عنوان ''خلافت اصحاب ثلاثہ'' کو

حضرت تونسوی نے کتاب وسنت بلکہ کتب شیعہ سے صراحتاً ثابت کیا اوراس پر آیات قرآنیہ، فرامین رسالت کے ساتھ ساتھ کتب شیعہ سے ائمہ معصومین کے اقوال بھی پیش کیے، آپ نے فرمایا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کوخلیفہ اول جانشین رسولؐ، خدا نے بنایا اور جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنے مصلّے کا وارث ٹھہرایا اور سیدنا حضرت علیؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ بیعت بھی کی اوران کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کیں، جس کا ثبوت فریقین کی کتب میں موجود ہے۔

جب شیعہ مناظر، حضرت کے دلائل کو رد نہ کرسکا تو اس نے الزام تراشی کے انداز میں خروج عن المبحث کرتے ہوئے موضوع کو بدلنے کی ناکام کوشش کی، جیسا کہ اہل باطل کی پرانی روش ہے مگراس کے بے جا، من گھڑت الزامات، بالآخراسی کی ذلت ورسوائی کا سبب بن گئے، اسماعیل گوجروی نے کہا ’’تونسوی صاحب! آپ جسے چاہیں خلیفہ بنادیں، یزید بھی اہل سنت کا امام ہے۔ آپکی کتاب فتح الباری میں ہے کہ ’’عبداللہ بن عمرؓ نے یزید سے ایک لاکھ درہم لئے تھے...‘‘، یہ تو اس وقت کے موجودہ حاضرین وسامعین ہی اس کا اندازہ لگاسکے ہوں گے کہ شیعہ مناظر نے کس ترنگ میں یہ بات کہی؟ مگر اسے شاید یہ احساس نہیں تھا کہ علامہ تونسوی، جو نصف صدی سے دفاع صحابہؓ کی خاطر خارزار ماحول میں آبلہ پائی کررہے ہیں انہیں صحابہؓ واہل بیتؓ سے کس قدر محبت ہے؟ اس لئے وہ دشمن کے لاف وگراف کا منہ توڑ جواب دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے او راسماعیل شیعہ کوشاید یہ علم بھی نہ تھا کہ خلط بحث کے ذریعے میرے چھیڑنے سے وہ مجھے ایسا دندان شکن جواب دیں گے کہ جس کے بعد مجھے ہزیمت وشرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

چنانچہ حضرت تونسوی کھڑے ہوئے اور گرجدار لہجے میں فرمایا کہ:

''اسماعیل! تو نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں تمہارے مذہب کی حقیقت سے پردہ اٹھاؤں ... ہماری گفتگو اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت پر ہو رہی ہے نہ کہ یزید پر، یزید شیعوں کا امام ہے سنیوں کا نہیں، اہل سنت کی کتاب میں تو یہاں تک صراحتاً موجود ہے کہ جنہوں نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا، یا انکے قتل کا حکم دیا، یا اسکی اجازت دی، یا انکے قتل پر راضی وخوش ہوئے، ان پر لعنت کرنے کے جواز پر ہمارے علماء متفق ہیں (نبراس، شرح شرح عقائد نسفی ص ۵۰۳) بلکہ شرح عقائد میں تو یہاں تک بھی ہے کہ اللہ تعالی کی لعنت ہو یزید پر اور اسکے معاونین ومددگاروں پر..(شرح عقائد ص ۱۱۷) اس وضاحت کے بعد بتائیے کہ یزید اہل سنت کا پیشوا کس طرح ہو سکتا ہے.؟ باقی اسماعیل شیعہ نے جھوٹ وافتراء سے کام لیا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے یزید سے ایک لاکھ درہم لئے حالانکہ فتح الباری ص ۵۵۵ پر حضرت امیر معاویہؓ سے لینا مذکور ہے اور شیعہ کتب میں مذکور ہے کہ حضرات حسنؓ وحسینؓ بھی امیر معاویہؓ سے مال لیتے تھے، اسماعیل صاحب! آپ اپنے مذہب کی فکر کریں..آیئے میں آپکو بتاؤں کہ یزید کس کا امام ہے؟ شیعہ کی پہلے نمبر کی کتاب فروع کافی کتاب الروضۃ ص ۱۱۰ پر مرقوم ہے کہ امام زین العابدینؒ نے یزید سے کہا "قد أقررت لک بما سألت أنا عبد مکرہ لک" تحقیق میں تیری ہر اس بات کو مانتا ہوں جو تو چاہے اور سوال کرے، میں تو تیرا مجبور وماتحت غلام ہوں''۔

اسی پر بس نہیں بلکہ شیعہ کی معتبر کتاب "تلخیص الشافی ص ۴۷۱ پر ہے کہ جناب امام حسینؓ نے عمرو بن سعد سے فرمایا "اختاروا منی إما الرجوع إلى المکان الذي

أقبلت منه أو أن أضع يدي على يد يزيد فهو ابن عمي ليرى فيّ رأيه...' تم میری طرف سے جو چیز چاہو اختیار کرو، یا تو مجھے اس مکان کی طرف واپس جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں، یا مجھے یزید کے پاس لے چلو، میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دوں گا کیونکہ یزید تو میرا چچازاد بھائی ہے، تاکہ میرے حق میں اپنی رائے دے۔

اسماعیل صاحب! بتایئے امام حسینؓ کے ہاتھ کو یزید کے ہاتھ پر تم رکھوار ہے ہو یا اہل سنت؟ یزید کی بیعت تم تسلیم کروار ہے ہو یا ہم..؟

حضرت تونسویؒ نے جب کتب شیعہ کی مذکورہ عبارات پڑھیں تو شیعہ عوام میں کہرام مچ گیا اور شیعہ علماء میں صف ماتم بچھ گئی چنانچہ منصف مزاج تعلیم یافتہ شیعہ کھڑے ہو گئے اور اپنے شیعہ منتظمین سے کہنے لگے کہ اسماعیل کو بلوا کر تم نے اپنے مذہب کو رسوا کر دیا ہے، اس نے خلافت کی بات چھوڑ کر یزید کی بحث چھیڑ دی جس کی وجہ سے ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور تونسویؒ کی بات کا اب ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

ے ہم نہ کہتے تھے کہ آشفتہ مزاجوں کو نہ چھیڑ
اب تیری زلف پریشان پہ ہنسی آتی ہے

مناظرہ بھکر بار (خوشاب)

۱۹۶۶ء میں بمقام بھکر بار ضلع خوشاب حضرت تونسوی نے ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ شیعہ کا سارا دین خودساختہ ہے، ایک اذان ہی کو لے لیجئے روافض نے اس میں "اشهد ان أمير المؤمنين وإمام المتقين وقاتل المشركين

علي ولي الله وصي رسول الله وخليفته بلا فصل کے جملے اپنی طرف سے ملائے ہیں، میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ شیعہ کی کسی کتاب میں حضرت علیؓ سے یہ الفاظ ثابت نہیں، اگر دنیائے رافضیت میں ذرہ برابر اپنے مذہب کی غیرت ہو اور وہ یہی مذکورہ الفاظ اپنی کتب میں حضرت علیؓ کے فرمان سے ثابت کر دیں تو میں سنی مذہب چھوڑ دوں گا..... یہ اعلان سن کر سارے علاقے کے شیعہ خوب برہم ہوئے، اور چند روز میں اسماعیل گوجروی کو وہاں بلا لائے۔ ادھر اہل سنت نے بھی حضرت تونسویؒ کو اطلاع دی تو آپ مناظرہ کیلئے وہاں تشریف لے گئے، جب مناظرہ کی گفتگو شروع ہوئی تو اسماعیل شیعہ جو کہ اپنے شیعوں کو دھوکہ دیئے ہوئے تھا، حضرت تونسوی کے سامنے آنے کیلئے تیار نہ ہوا، بلکہ اپنے ہمنواؤں کے پاس ہی بند کمرے میں ڈینگیں مارتا رہا جب حضرت تونسویؒ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ اپنے ساتھیوں سمیت اسی شیعہ کے مکان پر چلے گئے جہاں اسماعیل چھپا ہوا تھا، حضرت نے فرمایا کہ اسماعیل! تو بڑا مناظر بنا پھرتا ہے کب تک اپنی شیعہ پارٹی کو دھوکہ دے گا.؟ اپنی اذان میں " علي ولي الله ووصي رسول الله وخليفته بلا فصل " کے الفاظ شیعہ کتاب میں حضرت علیؓ کے فرمان سے دکھاؤ، یہ سنتے ہی اسماعیل کے طوطے اڑ گئے کیونکہ اسکے پاس کوئی حوالہ نہ تھا، حضرت نے پھر فرمایا کہ اگر حضرت علیؓ کے فرمان سے نہیں دکھا سکتے تو شیعہ کتاب میں یہی الفاظ حضرات حسنؓ وحسینؓ کے فرامین سے دکھاؤ، مگر اسماعیل پھر بھی نہ دکھا سکا... حضرت نے فرمایا کہ بارہ ائمہ میں سے کسی ایک کے فرمان سے اپنی اذان ثابت کرو تو میں شیعہ مذہب قبول کرلوں گا... مگر شیعہ مناظر عوام الناس کے سامنے نہایت ذلیل ورسوا ہوا اور اپنی بناوٹی اذان کا واضح ثبوت پیش نہ کر سکا، اس منظر کو دیکھ کر لوگوں نے حضرت تونسویؒ کو اپنے

کندھوں پر اٹھالیا اور مناظر اعظم زندہ باد، علامہ تونسوی زندہ باد، شیر اسلام زندہ باد کے خوب نعرے لگائے۔ بعد ازاں حضرت تونسوی نے مسئلہ اذان پر مفصل خطاب فرمایا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”دین، ان احکام خداوندی کا نام ہے جو اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر ﷺ کو عطا کیئے اور پیغمبر اسلام نے اپنی امت کو، امور دینیہ میں کمی وبیشی ہرگز روا نہیں، اذان شعائر اسلام میں سے ہے جسکی تعلیم خود ہادی عالم ﷺ نے دی ہے، دور رسالتؐ سے لے کر آج تک حرمین شریفین عرب وعجم میں وہی اذان چلی آرہی ہے جو اہل سنت کی مساجد میں دی جاتی ہے، شیعہ جن ائمہ کی طرف اپنے مذہب کو منسوب کرتے ہیں انہوں نے بھی اپنے دور میں یہی اذان دلوائی تھی، مگر شیعوں نے اسمیں اپنی طرف سے ”أشهد أن أمير المؤمنين وإمام المتقين وقاتل المشركين علي ولي الله وصي رسول الله وخليفته بلا فصل“ کا اضافہ کر دیا ہے جس کا ثبوت شیعہ کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔ بحمد اللہ آپ نے آج کے مناظرہ میں شیعہ مناظر کی بے بسی دیکھ لی ہے، کہ وہ مذکورہ الفاظ کو آئمہ کے فرامین سے نہیں پیش کر سکا اور انشاء اللہ نہ ہی کوئی شیعہ قیامت تک دکھا سکتا ہے، بلکہ یاد رہے کہ شیعہ کی معتبر کتاب ”من لا یحضرہ الفقیہ“ ص ۱۸۸ پر مرقوم ہے کہ ”خدا اس مفوضہ جماعت پر لعنت کرے جنہوں نے اذان میں أشهد أن عليا ولي الله کے الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے، یہ الفاظ اصلی اذان کا جزو نہیں ہیں“ اسی پر بس نہیں بلکہ متعدد شیعہ کتب مثلاً ”فصل الخطاب، وسائل شیعہ اور شرح لمعہ ومشقیہ وغیرہ“ میں اذان کے اندر اضافہ کی تردید موجود ہے... نیز حضرت تونسوی نے از راہ تفنن فرمایا کہ اذان میں محض علی ولی اللہ کے الفاظ ادا کر لینے سے محبت علیؓ کا دعوی باطل ہے، ورنہ اہل سنت کو

بھی تو خلفاء راشدینؓ سے محبت ہے تو کیا ہم اپنی اذان میں انکے ناموں کو شامل کردیں؟ مثلاً ہم یوں کہیں، "أشهد أن أمير المؤمنين وإمام المتقين وقاتل المشركين والمرتدين سيدنا ابا بكر وصي رسول الله وخليفته بلافصل" اگر ہم اس جملے کا اضافہ کردیں تو خدا کی قسم اس بات کی صداقت پر کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ مگر ہمارے مسلک اہل سنت والجماعت کی حقانیت کا اندازہ لگائیے کہ باوجود اسکے کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ بلافصل برحق ہیں مگر ہم نے انکے نام کو اپنی اذان کا جزو نہیں بنایا۔ (فاعتبروا يا أولي الأبصار) دوران تقریر ایک شیعہ نے حضرت والا کو رقعہ لکھا کہ اگر ہماری اذان میں علي ولي الله کا ثبوت نہیں تو آپ کی اذان میں "الصلوٰة خير من النوم" کا ثبوت کہاں ہے؟ حضرت تونسوی مدظلہ نے اسکا برجستہ جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ صبح کی اذان میں "الصلوٰة خير من النوم" کے الفاظ پیغمبر اسلام ﷺ کے فرمان سے اگر میں ثابت نہ کروں تو میری سزا پھانسی .... اور میرا خون بھی حکومت پر معاف، واضح رہے کہ یہ الفاظ ہمارے بنائے ہوئے نہیں بلکہ شارع علیہ السلام کے بتائے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے مؤذن حضرت ابو محذورہؓ کو یہی الفاظ لکھائے تھے، نیز "الصلوٰة خير من النوم" کے الفاظ مسجد نبویؐ کے مؤذن حضرت بلال حبشیؓ اور مسجد قبا کے مؤذن حضرت سعد قرظیؓ کی اذان میں بھی موجود تھے جبکہ شیعہ کے تراشیدہ الفاظ "أشهد أن أمير المؤمنين وإمام المتقين وقاتل المشركين علي ولي الله وصي رسول الله وخليفته بلا فصل" سے ائمہ معصومین کی اذانیں خالی تھیں۔

(هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين)

مناظرہ جھوک وڑھیل (بہاولپور)

۲ شعبان معظم ۱۳۸۷ھ میں حاجی خدا بخش صاحب اہل سنت اور ملک سونبارا شیعہ نے باہم طے کیا کہ ہم دونوں اپنے اپنے مذہب کے علماء کو دعوت دے کر تحقیق حق کے پیش نظر مسئلہ بنات النبی ﷺ پر مناظرہ کرائیں، چنانچہ ۷ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۸ء بمقام جھوک وڑھیل ضلع بہاولپور بنات رسول ﷺ کے عنوان پر فیصلہ کن تاریخی مناظرہ ہوا اہل سنت کے مناظر حضرت علامہ تونسوی مدظلہ اور اہل تشیع کے مناظر اسماعیل گوجروی اور سعید الرحمٰن کروڑی تھے مقررہ تاریخ کو مناظرین وہاں پہنچ گئے مگر اسماعیل شیعہ حسب عادت مستمرہ لیت ولعل کرنے لگا اور سارا دن امام باڑے میں گھسا رہا اس کا اسرار تھا کہ بنات کے موضوع کی بجائے مسئلہ فدک پر مناظرہ ہوگا کیونکہ سیدہ فاطمہؓ کو حق نہیں دیا گیا اس پر حضرت تونسوی نے فرمایا کہ پہلے پیدائش ہوتی ہے پھر بعد میں حقوق ہوتے ہیں۔ پہلے کتب شیعہ میں ائمہ کے فرمان سے پیغمبر ﷺ کی ایک بیٹی تو ثابت کرے بعد میں ان کے حقوق کی بات کرلیں گے مگر پھر بھی اسماعیل ٹال مٹول کرتا رہا حضرت تونسوی نے فرمایا کہ اگرچہ شرائط طے کرنے میں ہمارے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے اور شیعہ مناظر کی خاصی رعایت کی گئی ہے وہ یہ کہ اس نے پیغمبر کی ایک بیٹی اپنی کتب شیعہ سے اپنے ائمہ کے فرامین سے ثابت کرنی ہے باقی تین صاحبزادیوں کا باپ اور تھا اور ان کے والد کا نام فلاں تھا (نعوذ باللہ العظیم) جبکہ ہم نے بھی بنات اربعہ کا ثبوت کتب شیعہ سے ہی پیش کرنا ہے ہمیں اپنی کتب اہل سنت سے ثبوت پیش کرنے کا حق نہیں ہوگا (تلک إذاً قسمة ضیزی) اس ناانصافی کے باوجود بھی ہم آپ کی طے کردہ شرائط کا

احترام و پابندی کر رہے ہیں... بالآخر خدا خدا کر کے مناظرہ شروع ہوا اسماعیل نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے اصول کافی کی ایک عبارت مروڑ تروڑ کر پیش کی جسکا مطلب یہ نکالا کہ حضرت فاطمہؓ کے سوا آپ ﷺ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت تونسوی نے فوراً اس پر گرفت کی دراصل شیعہ مناظر اس روایت کا مختصر سا ٹکڑا پیش کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا جبکہ مکمل روایت کافی لمبی تھی۔ حضرت تونسوی نے اصول کافی اٹھا کر مکمل روایت پڑھی اور ترجمہ کیا جس سے رافضیت تلملا اٹھی۔ خدا کی شان یہ ہے کہ اسی روایت میں صراحتاً موجود ہے کہ آنحضور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں (سبحان اللہ العظیم) یہی مناظرہ تھا کہ جس میں شیعہ مناظر نے حضرت تونسوی سے کتاب مانگی کہ ہمارے ثالث اس روایت کو خود دیکھیں گے، چنانچہ کتاب ثالثوں کے پاس بجھوائی گئی اور شاطر سعید کروڑی جو اسماعیل کے ساتھ آیا تھا اس نے کتاب چھین کر اس کا وہی صفحہ پھاڑنا شروع کر دیا ادھر حضرت تونسوی نے دیکھتے ہی اسے للکارا کہ کتاب کا صفحہ مت پھاڑو.... بصد مشکل اس سے کتاب واپس لی گئی مگر اسکا آدھا صفحہ پھٹ چکا تھا ہزاروں لوگوں نے وہاں اسماعیل کی ذلت و رسوائی دیکھ کر اعلان کیا کہ سنی مذہب حق ہے۔ حضرت تونسوی نے اس مناظرہ میں شیعہ کتب سے بیس حوالے پیش کئے جن میں صراحت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں چار تھیں (سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ) حضور اقدس ﷺ کی حقیقی صاحبزادیوں کے نسب کی کسی اور کی طرف نسبت کرنا خدا کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے (کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم إن یقولون إلا کذباً) اس مناظرہ کی روداد مناظرہ جھوک وڑھیل کے نام سے شائع ہو چکی ہے اہل ذوق مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

مناظرہ ہذا میں کچھ لوگوں نے مسئلہ بنات کے بارے میں اہم سوالات کئے جن کے حضرت تونسوی نے حسب ذیل جوابات دے کران کی تسلی وتشفی کردی۔

سوال (ا) ہم آپ کے پیش کردہ دلائل سے اس بات پر تو یقین کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادیاں واقعی چار تھیں لیکن واقع تطہیر اور واقع مباہلہ کے وقت ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا اور صرف حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو شامل کیا گیا؟

جواب:- تفسیر حسینی پ ۲۲ آیت تطہیر کے موقع پر لکھا ہوا ہے کہ آیت تطہیر ۹ھ میں نازل ہوئی تھی اور منتہی الآمال ج ا ص ۶۹ پر ہے کہ قصہ مباہلہ نصاریٰ نجران وقائع سال ہجری ۱۰ھ جس وقت جناب سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ حضور ﷺ کی باقی تینوں صاحبزادیاں فوت ہو چکی تھیں۔

"ورقیہ درسال دوم ہجری درہنگامے کہ جنگِ بدر بود وفات کرد"

منتہی الآمال جلد ا صفحہ ۸۰

حضرت رقیہ ۲ھ میں جب کہ جنگ بدر ہو رہی تھی وفات پا گئیں۔

"زینب در مدینہ درسال ہفتم ہجرت و درروایتے درسال ہشتم برحمتِ الٰہی واصل شد" (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۶۰)

حضرت بی بی زینب مدینہ میں ۷ھ میں اور ایک روایت ہے کہ ۸ھ میں وفات پا کر رحمت الٰہی میں چلی گئیں۔

"سوم ام کلثوم وا ورا نیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود، و گویند کہ درسال ہفتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد" (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۶۰)

حضور ﷺ کی تیسری بیٹی ام کلثومؓ جن کی شادی حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ سے ہوئی تھی، ۹ھ میں وفات پا کر رحمت الٰہی میں چلی گئیں۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ ان دونوں آیاتِ تطہیر ومباہلہ کے نزول سے پہلے تینوں صاحبزادیاں فوت ہو چکی تھیں۔

سوال (۲) ہمارے مذہب شیعہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اگر واقعی حضور ﷺ کی بیٹیاں ہوتیں تو انکی شادی ابولہب کے کسی لڑکے سے ہرگز نہ ہوتی۔

جواب:- باقر مجلسی شیعوں کے مجتہد اعظم نے اپنی مشہور کتاب حیات القلوب میں لکھا ہے کہ ابولہب کے لڑکے سے صرف نکاح ہوا تھا شادی اور رخصتی نہ ہوئی تھی۔

''عتبہ پسر ابولہب اورا تزویج نمود در مکہ، وپیش از دخول اورا طلاق گفت''

حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۵۶۰

ابولہب کے بیٹے عتبہ سے سیدہ رقیہؓ کا مکہ میں نکاح ہوا تھا شادی سے پہلے اس نے طلاق دے دی۔

سوال (۳) ہمارے مذہب شیعہ کے لوگ تو کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی ﷺ کی بیٹیاں ہوتیں تو کافروں سے ان کا نکاح ہرگز نہ ہوتا۔

جواب:- آپ شیعہ مانیں یا نہ مانیں لیکن شیعہ کتب میں انکے مجتہد لکھ گئے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی بیٹیاں تھیں اور حضور ﷺ نے ان لوگوں سے حسب ذیل وجوہ کے باعث نکاح کر دیئے تھے۔

''مشہور آنست کہ دخترانِ آنحضرت چہار نفر بودند اول زینب وحضرت

پیش از بعثت وحرام شدن دختر بکافراں دادن او را با بوالعاص بن ربیع تزویج نمود''
(حیات القلوب جلد۲ صفحہ۵۶۰)

مشہور یہی ہے کہ حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں جو سب حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئی تھیں جن کا نکاح حضور ﷺ نے اپنی بعثت سے پہلے اور کافروں کو لڑکیاں دینے کی حرمت سے پہلے ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو جو اپنی صاحبزادیوں کے رشتے دیئے تھے محمد باقر مجلسی شیعوں کا مجتہد اعظم اس کے متعلق لکھتا ہے۔

''ممکن است کہ تزویج کردن حضرت دختران خود را یا دختران خدیجہ را با وپیش ازاں باشد کہ حق تعالی حرام گرداند دختران بکافراں''

(حیات القلوب جلد۲ صفحہ۵۶۰)

ممکن ہے کہ عثمان کو حضور ﷺ نے اپنی بیٹیاں یا حضرت خدیجہ کی بیٹیاں اس وقت نکاح کر دی تھیں جبکہ اللہ تعالی نے کافروں کو لڑکیاں دینا حرام نہ کیا تھا۔

''پس اگر دختر با عثمان دادہ باشد بنا برآں کہ در ظاہر داخل مسلماناں بودہ است دلالت نمی کند برآں کہ در باطن کافر نبودہ است وتالیف قلب ایشاں ودختر خواستن از ایشاں ودختر دادن بایشاں در ترویج دین اسلام واعلاء کلمہ حق مدخلیت عظیم داشت ودرایںہا مصالح بسیار بود کہ اکثر آنہا بر عاقل متامل پوشیدہ نیست واگر آنجناب اظہار نفاق ایشاں می نمود واسلام ظاہر ایشاں را قبول نمی فرمود باآں جناب بغیر از قلیلے از ضعفاء نمی ماندند، چنانچہ بعد ازاں جناب باامیر المؤمنین علیہ السلام بغیر از سہ چہار نفر نماندند''
(حیات القلوب جلد۲ صفحہ ۵۶۱)

حضور ﷺ نے اپنی بیٹی عثمانؓ کو دی تھی تو اس وجہ سے کہ ظاہر میں مسلمان تھا تو یہ بیٹی دینا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ باطن میں کافر نہ تھا بلکہ (باوجود کفر) ان لوگوں کے دلوں کو نرم و مائل کرنے کیلئے اور ان لوگوں سے لڑکیاں لینا یا انکو لڑکیاں دینا دین اسلام کی ترقی اور کلمہ حق کی بلندی میں بڑا دخل واثر رکھتا تھا اور ان میں بہت سی مصلحتیں تھیں، جو کہ سوچنے والے عقلمند پر مخفی نہیں، اگر جناب رسول اللہ ان لوگوں کے نفاق (باطنی کفر) کو ظاہر کرتے اور ان کے بظاہر مسلمان کہلانے کو قبول نہ کرتے تو حضور کے ساتھ محض قلیل و کمزور آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہتا جیسا کہ نبی پاک ﷺ کے بعد حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ سوائے تین چار آدمیوں کے کوئی مسلمان نہ رہا۔

شیعہ مجتہد لکھتا ہے:-

دامادیٔ عثمان پر ایک نظر

ہمارے نبی نے مختلف قبیلوں سے ناطے لئے اور ان میں سے بعض کو دیئے محض اس غرض سے کہ جو بظاہر دشمن ہیں اس رابطہ کے پیدا ہونے سے نرم ہو جائیں اور حق کو سن کر قبول کریں یا اشاعت اسلام میں ظاہر مخالفت کر کے رکاوٹ پیدا نہ کریں گویا ابتداء اسلام میں ہر امر میں اشاعت اسلام کو اہم ترین تصور کیا گیا اور خاص تدابیر عمل میں لائی گئیں۔ (فلک النجاۃ شیعہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

تو شیعہ کی کتابوں کے حوالہ جات سے ثابت ہے کہ کفار سے نکاح کی حرمت سے پہلے آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح ابولہب کے بیٹوں وغیرہ سے کر دیا تھا دوسرے یہ کہ دین اسلام کی اشاعت اور ترقی وترویج اور دینی مصالح کے پیش نظر حضور

ایسے منافقین کے ساتھ جن کے باطنی کفر کو بخوبی جانتے رشتے کرتے رہے، اوران کے نفاق کو بھی ظاہر نہ فرماتے تھے ورنہ بجز چند کمزور آدمیوں کے آپ کے ساتھ کوئی نہ رہتا، جس طرح کہ آنحضور ﷺ کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ تین چار آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہا۔(العیاذ باللہ)

شیعوں کی اس دوسری تاویل وتوجیہہ سے شان نبوت بھی مجروح ہو جاتی ہے اس کے بجائے اگر صرف اسی پر اکتفاء کرتے کہ حرمت کا حکم آنے سے پہلے یہ نکاح ہوئے تھے تو شان نبوت پر زد نہ پڑتی، جس طرح کہ ابو علی طبرسی شیعہ مجتہد و مفسر نے حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ میں لکھا ہے:

كان يجوز في شرعه تزويج المؤمنة من الكافر و كذا كان يجوز أيضاً في مبدأ الإسلام وقد زوج النبي ابنته من ابي العاص بن ربيع قبل أن يسلم ثم نسخ ذلك. (تفسیر مجمع البیان ج ۳ ص ۱۸۴)

حضرت لوط علیہ السلام کی شرع میں مومنہ کی شادی کافر سے جائز تھی اسی طرح ابتدائے اسلام میں بھی جائز تھی، جس کے باعث نبی انے اپنی بیٹی کی شادی ابو عاص بن ربیع کے ساتھ اس کے اسلام لانے سے پہلے کردی تھی، پھر یہ حکم اسلام میں منسوخ ہو گیا۔

شیعہ مفسر و مجتہد کی تفسیر کے اس حوالے سے بھی واضح ہوا کہ کفار سے نکاح کی حرمت کے حکم سے پہلے حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔

شیعہ مجتہدین نے اپنے ائمہ معصومین کے ارشادات کو مانتے ہوئے کہ حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، انکے نکاح کے بارے میں مذکورہ بالا توجیہات کیں۔ تعجب ہے موجودہ دور کے ان لوگوں پر جوان نکاحوں کو دیکھ کر ائمہ معصومین کے ارشادات کا انکار

کرتے اور ان پاک بیبیوں کو حضور پرنور ﷺ کے نسب سے نکالتے اور ان کے لئے دوسرے باپ تجویز کرتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا ظلم اور اولاد نبی سے کھلی عداوت ہے۔

سوال (۴) مذہب اہل سنت کے مطابق حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کی شادی کن لوگوں سے ہوئی۔

جواب:- تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ قرآن مجید کے اترنے سے پہلے قریش میں باہم نکاح شادیوں کا طریقہ جاری تھا، جو کہ اپنے آپکو ملت ابراہیمی پر کہلاتے تھے اسی طریقے پر حضور ﷺ کے والدین اور سیدنا علیؓ کے والدین اور خود حضور ﷺ کا حضرت خدیجۃ الکبری سے نکاح ہوا تھا قریش اپنے خاندان اور رشتہ داروں میں جس سے مناسب سمجھتے تھے رشتہ ناطہ کر لیتے تھے، حضور ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی سیدنا زینبؓ نے جب عرصہ بلوغ میں قدم رکھا تو آپ نے انہیں ام المؤمنین حضرت خدیجہ کے خواہرزادہ حضرت ابوالعاصؓ سے بیاہ دیا، چونکہ چچا ابولہب سے رشتہ داری کے عام مراسم و روابط قائم تھے آپ نے اپنی منجھلی صاحبزادیاں سیدنا رقیہؓ اور سیدنا ام کلثومؓ کا بھی نابالغی کی حالت میں ابولہب کے لڑکوں سے نکاح کر دیا، اور جب سورۃ لہب کے نزول پر وہ آپ کا اعلانیہ دشمن ہو گیا تو اس نے دونوں شہزادیوں کو شادی ہونے سے پہلے طلاق دلوادی اس وقت یہ دونوں بچیاں نابالغہ تھیں۔ جب سیدۃ رقیہ عمر بلوغ کو پہنچیں تو آپ نے انہیں حضرت عثمان بن عفانؓ کی زوجیت میں دے دیا، انکی وفات کے بعد حضور ﷺ نے سیدہ ام کلثومؓ کو بھی حضرت عثمانؓ کے عقد میں دے دیا، چونکہ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے عقد میں آئیں وہ ذوالنورین کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ کہتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے سوا کسی کو یہ

شرف حاصل نہیں ہوا کہ کسی نبی کی دو بیٹیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔

اور چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کا نکاح سیدنا علی المرتضیٰؓ سے ہوا، جو کہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔

خلاصہ:

اہل سنت کے نزدیک حضور پرنور ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ سے ہوئی تھی، جو کہ سارے کے سارے مومن کامل تھے، اور حضور ﷺ کے ہر طرح وفادار و جانثار تھے۔ اور عتبہ اور عتیبہ ابولہب کے بیٹوں کے گھر حضور ﷺ کی صاحبزادیاں ایک دن بھی نہیں گئیں، اور نہ ان سے شادی کی نوبت آئی۔ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب حیات القلوب ج ۲ ص ۵۵۹ پر اور منتہی الآمال ج ۱ ص ۷۹ پر بھی مرقوم ہے کہ ان چاروں صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ سے ہوئی۔

سوال (۵) جناب رسول ﷺ کی بیٹیوں کا نکاح امتیوں سے یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ سے کیسے جائز تھا؟

جواب نمبر (۱) یہ سوال پہلے تو شیعوں کو اپنے ائمہ و مجتہدین سے کرنا چاہئے جنہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوالعاصؓ سے ہوا تھا۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۵۶۰) (مرآۃ العقول ص ۳۵۲)

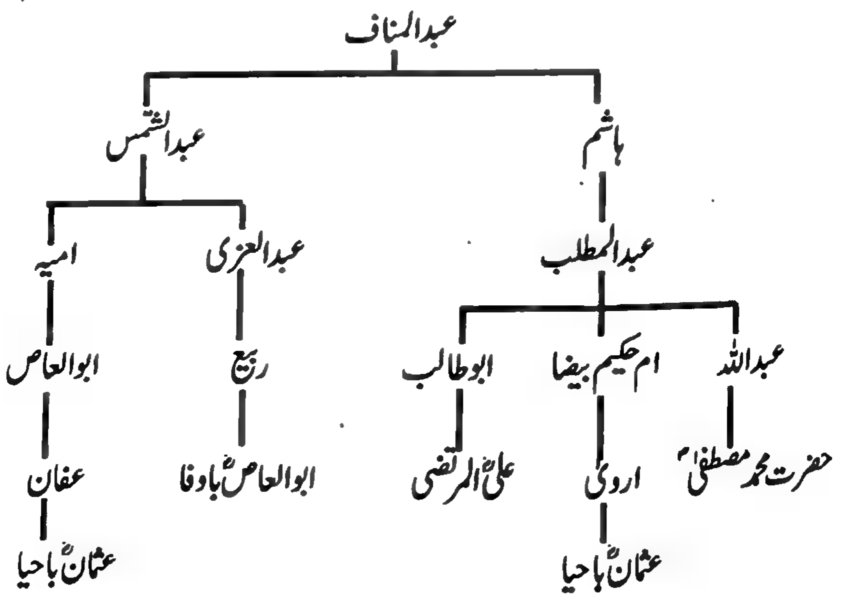
(فیض الاسلام شرح نہج البلاغۃ ص ۵۱۹)

جواب نمبر(۲) جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کے رسول تھے جن لوگوں نے آپ کو مانا اور آپکا کلمہ طیبہ پڑھا وہ سب آپؐ کے امتی ہیں، تو اس لحاظ سے حضرت علیؓ بھی آپؐ کے امتی ہیں تو جس طرح حضور ﷺ کی بیٹی کا نکاح حضرت علیؓ سے جائز تھا حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوالعاصؓ سے بھی جائز تھا۔

سوال نمبر(٦) حضرت علیؓ تو حضور ﷺ کے جدی تھی اس لئے ان کا نکاح جائز تھا مگر حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوالعاصؓ کا نکاح کیسے جائز ہو سکتا تھا؟

جواب :- جس طرح حضرت علیؓ جدی ہیں اسی طرح حضور ﷺ کے حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوالعاصؓ بھی جدی ہیں، جن کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

شجرہ نسب



شجرہ مبارکہ سے واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ باحیا اور حضرت ابو العاصؓ باوفا یہ دونوں حضرات حضور پر نور ﷺ کے تیسرے دادا عبد مناف کی اولاد ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ام حکیم بیضاء حضرت عثمانؓ کی نانی تھیں اور حضرت ابو العاصؓ کی والدہ خولہ بنت خویلد، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد کی سگی بہن ہیں۔ حضور ﷺ کے یہ تینوں داماد حضرت عثمانؓ باحیا، حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت ابو العاصؓ باوفا دولت ایمان واسلام سے بھی مالا مال تھے اور حضور ﷺ کے نسب عالی میں بھی قریبی رشتہ دار اور جدی تھے۔

سوال (۷) سیّدزادی کا نکاح غیر سید سے کیسے جائز ہے؟

جواب:- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فتوی اور تصدیق شیعہ مذہب کی معتبر کتاب فروع کافی ج ۲ جز ۱ ص ۱۴۰، تہذیب ج ۲ ص ۲۲۵ پر حسب ذیل عبارت اس کے متعلق ثابت ہے۔

(ا) العجم يجوز أن يتزوجوا في العرب قال نعم فالعرب يتزوجوا من قريش قال نعم فقريش يتزوجوا من بنی هاشم قال نعم

عجمیوں کیلئے جائز ہے کہ عربوں سے شادی کریں اور عربوں کیلئے جائز ہے کہ قریش سے شادی کریں اور قریش کیلئے جائز ہے کہ بنی ہاشم سے شادی کریں۔

شیعہ مذہب کی مشہور کتاب فقہ میں ہے:-

يجوز نكاح العربية العجمي والهاشمية غير الهاشمي

عربی عورت کا نکاح عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد کے ساتھ جائز ہے۔ (شرائع الاسلام ص ۱۸۳)

اوراس فتویٰ کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ سیدۃ زینبؓ جو حضرت علی المرتضیٰؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی بیٹی ہیں، ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا، حالانکہ وہ سید نہیں صرف حضرت علیؓ کے جدی ہیں۔

تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوالعاصؓ سے بھی نکاح یک جدی ہونے کی وجہ سے بالکل صحیح اور جائز تھا۔

سوال (۸) کیا حضرت علیؓ، حضور ﷺ کے امتی ہیں؟

جواب:- بے شک حضرت علیؓ حضور ﷺ کے امتی ہیں اور کنتم خیر امة میں داخل ہیں، امیر المؤمنین نہ نبی ہیں نہ خدا ہیں، اگر نبی کی امت سے بھی نہیں تو کیا ہیں؟

سوال (۹) اگر حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہوتیں تو جناب سیدہ فاطمہ الزہراء کے برابر ان کی شان ہوتی؟

جواب:- ایک ماں باپ کی اولاد کا دینی اور دنیاوی امور میں برابر نہ ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ ایک ماں باپ کی اولاد بھی نہ ہوں، جیسے حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ تینوں بھائی اور مومن کامل اور تینوں حضورؐ کے چچازاد بھائی ہیں، لیکن کمالات ودرجات اور شان میں حضرت علیؓ اپنے دونوں بھائیوں سے بہت بلند وارفع واعلیٰ ہیں تو شان میں برابر نہ ہونے سے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حضرت علیؓ کے بھائی بھی نہیں اور یہ ایک بیّن چیز ہے کہ ایک ماں باپ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے دینی ودنیاوی امور میں کئی قسم کے فرق اور امتیازات رکھے ہیں تو جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء کی شان اور درجات کی وجہ سے یہ کہنا غلط ہے کہ انکی باقی تینوں بہنیں اگر جناب رسول اللہ ﷺ کی حقیقی بیٹیاں ہوتیں تو ان کی شان بھی سیدہ فاطمہؓ کی مثل ہوتی۔

سوال (۱۰) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا اصل نام کیا تھا؟ اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ان کا کیا رشتہ ہے؟

جواب:- حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا اصل نام حضرت لقیط بن ربیع رضی اللہ عنہ تھا اور ابوالعاص ان کی کنیت ہے۔ یہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے ہیں۔

(تلک عشرۃ کاملۃ)

عقلی دلائل

حضرت تونسوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

"اہل باطل کا وطیرہ ہے کہ جب وہ نقلی دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو عقلی ڈھکوسلوں اور اٹکل پچوؤں کا سہارا لیتے ہیں، جبکہ اہل علم خوب واقف ہیں کہ دین عقلیات کا نہیں بلکہ نقلیات یعنی کتاب وسنت کا نام ہے۔ اس لئے مناظرین اسلام کو چاہئے کہ معاندین کا مسکت جواب دینے کیلئے وہ علوم عالیہ کے ساتھ ساتھ فنون آلیہ میں بھی مہارت حاصل کریں، تاکہ ہر طریقہ سے اسلام کا دفاع ہو سکے"۔

اس سلسلے میں حضرت والا کی زندگی سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

(۱) ایک مناظرہ کے دوران شیعہ مناظر نے حضرت تونسوی سے کہا:

"ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ سنی، شیعہ ہو جاتے مگر کوئی شیعہ سنی نہیں ہوا"

شیعہ مناظر کی یہ بات فی نفسہ درست نہ تھی بلکہ اس کے برعکس ہمارے پاس کئی

شواہد موجود ہیں کہ شیعہ بھی سنی ہوئے ہیں۔ مگر قطع نظر اس کے کہ اس کی یہ بات حقیقت پر مبنی ہے یا نہیں، ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ دشمن نے دورانِ مناظرہ یہ بات کس ترنگ سے کہی ہے؟ شاید وہ اسے اپنے مذہب کی صداقت کی دلیل بنا کر پیش کر رہا تھا، تو اسے اسی انداز میں جواب دینا تھا، اس وقت حضرت تونسویؒ نے برجستہ فرمایا:

''ہمیشہ انسان ہی شیطان بنتا ہے، شیطان تو کبھی انسان نہیں بنتا، نیز خالص دودھ ہی کبھی پھٹ کر خراب ہو جاتا ہے، بدبودار پیشاب کے پاک و صاف ہونے کا امکان تو کبھی نہیں ہوتا''

یہ سن کر شیعہ لاجواب ہو گیا۔

(۲) اسی طرح ایک مناظرے میں شیعہ مناظر نے حضرت تونسویؒ سے کہا کہ آپ کے ہاں خرگوش حلال ہے، جبکہ اس کی شکل بلی سے مشابہہ ہے، لہذا یہ حرام ہے۔

حضرت تونسویؒ نے اسی وقت برجستہ فرمایا:

''کہ اگر آپ کی بیوی کی شکل آپ کی بیٹی سے مشابہہ ہو یا آپ کی ماں یا بہن سے مشابہہ ہو تو اسے بھی آپ پر حرام ہونا چاہئے''

یہ سن کر شیعہ مناظر بے حد شرمندہ ہوا۔

(۳) سیالکوٹ میں شیعہ مناظر نے حضرت تونسویؒ سے کہا:

''آپ وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں جبکہ پاؤں پر مسح کرنے کا حکم ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے مثلاً وضو میں چہرہ اور بازو کو دھویا جاتا ہے تو تیمم میں انہی اعضاء پر

مٹی پر ہاتھ مار کر مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تو تیمّم میں وہ ساقط ہیں، مثلاً وضو میں سر اور پاؤں کا (اصل میں) مسح کیا جاتا ہے تو تیمّم میں دونوں ساقط ہیں، یعنی ان پر غَسل اور مسح دونوں نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں کا اصل مسح ہی ہے جس کے آپ منکر ہیں‘‘

حضرت تونسوی نے فرمایا کہ:

’’آپکا یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے، اسلئے کہ آپ نے وضو پر تیمّم کو قیاس کرلیا ہے، حالانکہ شرع میں وضو اور غسل دونوں کیلئے ایک ہی قسم کے تیمّم کا حکم ہے، جبکہ غسل میں تو سارا بدن دھویا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت اسی غسل کے قائم مقام تیمّم ہی کیا جاتا ہے، تو پھر آپکا قیاس کیسے درست ہوگا...؟‘‘

یہ سن کر شیعہ مناظر مبہوت ہوگیا۔

(۴) لاہور میں ایک عیسائی پادری کو حضرت تونسوی کے پاس لایا گیا..، حضرت والا نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ عیسائی تو مشرک ہیں، پادری نے کہا کہ نہیں ہم بھی توحید کے قائل ہیں، حضرت نے فرمایا کہ کیا تم اپنے عقیدہ تثلیث سے تائب ہوگئے ہو؟ پادری کہنے لگا کہ نہیں بلکہ ’’ایک کے اندر تین ہیں‘‘ حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمہاری نرالی منطق ہے؟ پادری نے کہا کہ ہمارا یہ عقیدہ آپ کی کتاب سے ثابت ہے۔ قرآن میں ہے ’’قل ھو اللہ اُحد‘‘ ’’اُحد‘‘ کے تین حرف ہیں (الف ح د) لہذا معلوم ہوا کہ خدا ایک ہے مگر اس کے اندر تین ہیں، یہی ہمارے عقیدہ تثلیث کی بنیاد ہے اس موقع پر تمام علماء ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگے مگر حضرت تونسوی نے فوراً پادری سے پوچھا، تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا ’’پطرس مسیح‘‘ آپ نے پوچھا تمہارے والد کا کیا نام

ہے، پادری نے کہا کہ "یعقوب" حضرت نے فرمایا کہ یعقوب کے پانچ حروف ہیں، پھر تمہارے پانچ باپ ہوئے..؟ یہ سن کر پادری نہایت شرمندہ اور لاجواب ہو گیا۔

(۵) اسی طرح فیصل آباد میں آپ نے مقام اہل بیتؓ وعظمت حسینؓ پر مفصل خطاب فرمایا، بعد از تقریر ایک عیسائی نے آکر حضرت تونسوی سے کہا کہ اگر امام حسینؓ آپ کے نبی کا حقیقی نواسا تھا تو خدا نے اس کی حفاظت کیوں نہ کی؟ اس موقع پر سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں حضرت والا نے عیسائی سے برجستہ فرمایا کہ پیغمبرؐ کا نواسہ ہونا تو دور کی بات ہے، خدا کا ایک بیٹا تھا جسکا نام عیسیٰ تھا یہودیوں نے اسے سولی پر لٹکا دیا، مگر اس وقت خدا نے اپنے بیٹے کی حفاظت نہ کی، پیغمبرؐ کے نواسے کی حفاظت کون کرتا ہے؟ (نعوذ باللہ من ذلک) یہ سن کر عیسائی ایسا لب بمہر ہوا کہ پیٹھ دکھا کر غائب ہو گیا تمام لوگوں نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔

مناظرہ دولتانہ (وہاڑی)

۱۹۶۸ء میں بمقام بستی دولتانہ تحصیل میلسی ضلع وہاڑی، ایک مناظرہ منعقد ہوا، جس میں میاں منظور احمد شیعہ کا منتظم اور حاجی غلام یٰسین ور بنواز خان اہل سنت کی طرف سے منتظم تھے۔ اہل علاقہ کی دعوت پر مناظر اعظم حضرت تونسوی مدظلہ تشریف لے گئے۔ حضرت کے ہمراہ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا احسان الحق صاحب تونسوی استاذ الشعراء جناب خان محمد صاحب کمترؔ اور جناب محمد نواز صاحب فردوسیؔ بھی تھے۔ اس مناظرہ میں پاکستان کے نامور شیعہ مناظرین، اسماعیل گوجرویؔ، بشیر احمد ٹیکسلوی اور سعید کروڑی وغیرہ بڑی کرّ وفر کے ساتھ آئے، جب انہیں علامہ تونسویؔ کی آمد کا علم ہوا تو سب کے

چہرے زرد ہو گئے، اور شاطر بشیر احمد ٹیکسلوی تو رات کے اندھیرے میں ہی بھاگ گیا۔ صبح کو اسماعیل گوجروی وسعید کروڑی بھی میدان مناظرہ سے فرار کے بہانے ڈھونڈنے لگے، مگر عوام کے دباؤ کیوجہ سے اسماعیل مناظرہ کرنے پر بمشکل آمادہ ہوا۔ مناظرہ کا موضوع ''تحریف قرآن'' تھا اور شرائط طے شدہ تھیں اسماعیل نے آتے ہی عوام کو مرعوب کرنا چاہا اور کہا: تونسوی صاحب! ہماری کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ ''ہم شیعہ موجودہ قرآن کو کامل، مکمل اور صحیح مانتے ہیں''

حضرت تونسوی نے فرمایا کہ: ''کہاں ہے احتجاج طبرسی کا حوالہ... ذرا پڑھیے؟ یہ آواز سنتے ہی شیعہ مناظر کے حواس باختہ ہو گئے۔ اسماعیل اور اس کے معاونین احتجاج طبرسی کی ورق گردانی کرنے لگے، اور بسیار کوشش کے باوجود حوالہ نہ دکھا سکے۔ کافی تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت ہو گیا، حوالہ نہ ملنے کی وجہ سے شیعوں نے حضرت تونسوی سے عرض کی کہ آپ نماز پڑھ لیں، اتنے میں ہم حوالہ تلاش کر کے دکھاتے ہیں، جب اہل سنت نے نماز شروع کی تو اسماعیل گوجروی موقع ملتے ہی اپنے گماشتوں سمیت وہاں سے بھاگ گیا، اس واقعہ سے اہل تشیع نہایت مایوس جبکہ اہل سنت بے حد مسرور ہوئے۔ ہزاروں لوگوں کے اصرار پر حضرت تونسوی نے تحریف قرآن پر مدلل بسیط خطاب فرمایا۔ اس مناظرہ کے عینی شاہد جناب محمد نواز صاحب فردوسی، بیان کرتے ہیں کہ اس دن حضرت تونسوی مدظلہ کے بیان کی روانی اور طبیعت کی جولانی دیدنی تھی، اس مناظرہ میں روافض کی ذلت آمیز تاریخی شکست اور حضرت تونسوی کی واضح کامیابی و برتری دیکھ کر ہزاروں افراد کو مسلک حقہ اہل سنت والجماعت پر استقامت نصیب ہوئی۔

مناظرہ وجھیاں (سرگودھا)

۱۹۷۰ء میں بمقام وجھیاں علاقہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں ایک تاریخ ساز مناظرہ ہوا، اسماعیل شیعہ نے وہاں آ کر اہل سنت کو چیلنج دیا کہ اہل سنت کا کوئی عالم میرے ساتھ بنات رسولؐ کے موضوع پر مناظرہ کرے اور ہماری کتب سے آنحضور ﷺ کی چار بیٹیاں ثابت کرے، جبکہ ہمارا دعوی ہے کہ آپ ﷺ کی صرف ایک بیٹی تھی۔ اس چیلنج کے بعد مقامی علماء اہل سنت نے باہمی مشورے سے طے کیا کہ اسماعیل کے چیلنج کا جواب دینا ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے بصورت دیگر مسلک اہل سنت کی حقانیت مشکوک ہونے لگے گی اور اہل باطل کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع مل جائے گا، اس سلسلہ میں دیوبندی، بریلوی اور غیر مقلدین کا متفقہ فیصلہ ہوا کہ اسماعیل کے ساتھ مناظرہ کرنے کیلئے ملک بھر میں اگر کوئی شخصیت ہے تو وہ حضرت علامہ عبدالستار تونسویؔ کی ہے لہذا ہر حالت میں انہی کو مدعو کیا جائے، بالآخر مولانا پیر کرم شاہ صاحب بھیرویؔ کے اصرار پر حضرت مولانا افتخار احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار بھیرہ نے اس مناظرے کا اہتمام کیا اور حضرت تونسویؔ مدظلہ کو مناظرہ کی دعوت دی اور حضرت والا حسب پروگرام تشریف لے گئے، جب اسماعیل نے آپکو دیکھا تو اسکے اوسان خطا ہو گئے اور 'خوئے بدرا بہانہ بسیار است' کے بمصداق عذر لنگ تلاش کرنے لگا۔ اسماعیل شیعہ نے کہا کہ میں تو بریلوی عالم سے ہی مناظرہ کروں گا دیوبندی عالم سے مناظرہ نہیں کرتا، حضرت تونسویؔ نے فرمایا کہ اسماعیل! تو نے خود ہی چیلنج میں کہا تھا کہ اہل سنت کا کوئی عالم میدان میں آئے...تو میں اہل سنت کا مناظر ہوں، اس لئے اب تجھے میرے ساتھ مناظرہ کرنا ہی ہوگا۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

بالآخر شیعہ مناظر کو میدان مناظرہ میں لایا گیا، چونکہ مجمع بہت زیادہ تھا اس لئے فریقین کے مناظرین کو ایک مکان کی چھت پر بٹھایا گیا تا کہ عوام سے تخاطب بھی صحیح ہو اور کسی مناظر کو میدان سے بھاگنے کی راہ بھی نہ مل سکے، اب مناظرین مکان کی چھت پر تھے اور نیچے عوام وسیع وعریض میدان میں ہزاروں کے تعداد میں موجود تھی اور ایک ایس ایچ او کی نگرانی میں پولیس کا دستہ بھی چھت پر موجود تھا، چنانچہ مناظرہ شروع ہوا اور مناظرہ کے طے شدہ شرائط کے مطابق حضرت تونسوی نے کتاب وسنت اور پھر کتب شیعہ سے ائمہ معصومین کے فرامین پیش کیے جن میں آنحضرت ﷺ کی حقیقی چار صاحبزادیوں کا ذکر صراحتاً موجود تھا آپ جو حوالہ پڑھتے تو اسماعیل اسے یہ کہہ کر رد کر دیتا کہ تونسوی تو ہماری اصطلاحات سے واقف ہی نہیں ہے، اس نے جتنی عبارتیں ہماری کتب سے پیش کی ہیں سب میں ''بسند معتبر'' کا لفظ موجود ہے اور معتبر سے مراد غیر معتبر یعنی کمزور روایات ہوتی ہیں لہذا اسے چاہئے کہ ''بسند صحیح'' کا لفظ دکھائے... حضرت تونسوی نے فرمایا کہ ''اسماعیل کا بسند معتبر سے غیر معتبر و کمزور روایات مراد لینا، نرالی منطق ہے۔

تعجب پر تعجب ہے اچھنبے پر اچھنبا ہے

اگر ہماری پیش کردہ معتبر روایات غیر معتبر ہیں تو شیعہ مناظر اپنی کسی کتاب سے کوئی صحیح روایت پیش کردے، اگر صحیح نہیں تو وہی معتبر روایت جو اس کے نزدیک کمزور ہے اس سے ثابت کردے کہ پیغمبر خدا ﷺ کی صرف ایک صاحبزادی تھی باقی تین کسی اور کی تھیں (معاذ اللہ) اور انؐ کے باپ کا نام فلان تھا، جب کہ میں ان کی کتاب سے امام

جعفر صادق کا معتبر فرمان پڑھ رہا ہوں کہ حضرت رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خدیجہ پر رحمت فرمائے کہ ان سے میری اولاد ہوئی، طاہر، مطہر، عبداللہ اور قاسم، رقیہ، فاطمہ، زینب اور ام کلثوم... (حیات القلوب ص ۸۳ ج ۲ باب پنجم)

مگر اسماعیل اپنی بات پر ڈٹ گیا کہ معتبر سے مراد غیر معتبر اور ضعیف ہے لہذا بسند معتبر کی بجائے بسند صحیح کا لفظ ہی پیش کیا جائے، یہ اسماعیل کی خود ساختہ تعبیر تھی جس سے اہل تشیع بھی حیرت زدہ تھے کہ اب ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لینے والی بات ہے، ادھر حضرت تونسوی پھر کھڑے ہو کر بسند معتبر کا لفظ پڑھ کر ہی ایک اور حوالہ شیعہ کتب سے پیش کر دیں حتی کہ آپ نے اس طرح کے بیسیوں حوالے سنا دیئے جس سے عوام کو ہی نہیں بلکہ خواص علماء کو بھی بادیٔ النظر میں خدشہ لاحق ہونے لگا کہ شاید حضرت تونسوی کے پاس بسند صحیح کے الفاظ کے ساتھ کوئی روایت نہیں جسے وہ دلیل کے طور پر پیش کر سکیں۔ کچھ لوگ تو حسرت و یاس سے اپنی انگلیاں کاٹنے لگے اب مناظرہ ایک نازک مرحلے میں داخل ہو گیا تھا ادھر اسماعیل کو بھی یقین ہو گیا کہ اب تونسوی کے پاس ''بسند صحیح'' کے الفاظ والی کوئی روایت نہیں اور میرا داؤ کامیاب ہو گیا ہے اس پر وہ بغلیں بجانے لگا حتی کہ اسماعیل نے بڑے اعتماد و یقین سے اعلان کیا کہ میری فیصلہ کن بات سن لیں...اگر آج عبدالستار تونسوی ہماری کسی کتب سے بسند صحیح کے الفاظ سے یہ ثابت کر دے کہ رسول ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں تو وہ مناظرہ جیت گیا، میں ہار گیا، بے شک آپ میرا منہ کالا کر کے سارے شہر کا چکر لگوائیں...بصورت دیگر تونسوی مناظرہ ہارا اور جیت اسماعیل کی ہوگی یہ وہ موقع تھا کہ شیر بیشۂ حمیت سنی اپنی نیستان سے نکلے اور اپنی للکار سے خرمن رفض کو بھسم کر ڈالے... اس دن چشم فلک نے علامہ تونسوی کی مناظرانہ بصیرت کے کرشمے دیکھے...حضرت والا

شیعہ کی نامور کتاب ہاتھ میں لئے اٹھے اور جہیرانہ لہجے میں فرمایا کہ میں اسماعیل کا فیصلہ کن اعلان دہرانا چاہتا ہوں اور مناظرہ کے صدر و ثالث حضرات کو چاہئے کہ شیعہ مناظر کی بات کو من وعن تحریر کرلیں اور اس پر فریقین سے دستخط بھی کروالیں اگر میں شیعہ کتاب سے امام معصوم کا فرمان بسند صحیح کے الفاظ سے پیش کردوں جس سے رسول ﷺ کی چار صاحبزادیوں کا واضح ثبوت ہو تو اسماعیل مناظرہ ہارا اور جیت تونسویؔ کی ہوگی... حضرت نے تمام لوگوں سے اس کی تائید اور صدر و ثالث مناظرہ سے اس کی توثیق کرائی جس سے سارے مجمع میں آس وامید اور جوش وجذبے کی لہر دوڑ گئی پھر حضرت تونسویؔ مدظلہ نے گرجتے ہوئے فرمایا: کہ ساری دنیا سن لے! واقعی اسماعیل شیعہ مناظرہ ہار گیا ہے اور تونسویؔ اپنے مذہب کی سچائی کی وجہ سے مناظرہ جیت گیا ہے، لیجئے یہ کتاب شیعہ کی میرے ہاتھ میں ہے جس کا نام ''حیات القلوب ج ۲'' ہے اس میں بسند صحیح امام محمد باقر کی روایت میں آنحضور ﷺ کی صاحبزادیوں کی تصریح موجود ہے۔ یہ سنتے ہی شیعہ مناظر ایسا بدحواس ہوا کہ رات کے آخری حصے میں چھت سے چھلانگ لگا کر بھاگ گیا۔ یہ دیکھتے ہی ایس ایچ او اور پولیس کے سپاہیوں نے حضرت تونسویؔ کو کندھوں پر اٹھالیا۔

''فقل جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا'' (بنی اسرائیل ۸۱)

یہ واقعہ جہاں حضرت تونسویؔ کی فاتحانہ شان کا غماز ہے وہاں مستقبل کے مناظر کیلئے درس نصیحت بھی ہے وہ یہ کہ اگر حضرت تونسویؔ اسماعیل کے مطالبے پر فوراً بسند معتبر کے بجائے بسند صحیح کے الفاظ اسے دکھادیتے تو مناظرہ کا حتمی فیصلہ کبھی بھی نہ ہوتا، یہ حضرت تونسویؔ کی مناظرانہ بصیرت کی عدیم النظیر مثال ہے اور آپ کا یہ طرز عمل مناظرین اسلام کیلئے قابل تقلید ہے۔ نیز قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس مناظرہ میں بریلوی

مسلک کے نامور علماء مثلاً جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیروی اور مولوی محمد عمر صاحب اچھروی بریلوی بھی موجود تھے اسماعیل کی عبرت ناک شکست اور اس کے فرار ہونے کے بعد دن کو عظیم الشان تاریخی کانفرنس ہوئی جس میں لاکھوں آدمیوں نے شرکت کی اور چیدہ چیدہ علماء نے خطاب کیا۔ بریلوی عالم محمد عمر اچھروی نے اپنی تقریر میں علماء دیوبند کی علمی غزارت کا اعتراف کیا، انکی خدمات کو خوب سراہا اور بالخصوص حضرت علامہ تونسوی کی مناظرانہ بصیرت وعبقریت کا اقرار کیا اور ساتھ ہی شیعہ کا خوب رد کیا، اگرچہ ان کا انداز جارحانہ تو تھا محققانہ نہیں، وہ حسب عادت شدت وخشونت کے لہجے میں گفتگو کرتے رہے مگر اصل مفصل ومدلل خطاب حضرت اقدس علامہ تونسوی نے فرمایا جو کہ بنات سید الکائنات ﷺ کے عنوان سے ایک تاریخی خطاب تھا، اسمیں آپ نے قرآن وسنت کے دلائل کے علاوہ شیعہ کتب سے چالیس دلائل پیش کئے جن صراحتاً ثابت ہوا کہ سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ آنحضور ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں تھی جو کہ ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے متولد ہوئیں، ہم یہاں طوالت کے خوف سے ان چالیس دلائل کے صفحات کتب شیعہ سے نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(اصول کافی ص ۲۷۸)(حیات القلوب ج ۲ ص ۸۲-۳۲۱-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۳-۵۶۶)(نہج البلاغۃ فیض الاسلام ص ۵۱۹)(قرب الاسناد ص ٦)(منتہی الآمال ص ۱۰۸--۳۰۰)(مرأۃ العقول ج ۱ ص ۳۵۲)(تاریخ الائمہ ص)(اعلام الوری ص)(انوار النعمانیہ ص)(تحفۃ العوام ص)

پاکستان کی عدالت میں مناظرہ

۱۹۷۰ء میں جب کہ یحییٰ خان شیعہ کا اقتدار تھا، پاکستانی شیعہ اپنے ہم مذہب شیعہ حکمران کی حکومت کے بل بوتے جو چاہتے کر گزرتے، ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قاضی سعید کروڑی شیعہ نے ایک کتاب ''اکلوتی بیٹی'' کے نام سے شائع کی جس میں خود ساختہ مفروضے قائم کر کے جناب رسالت مآب ﷺ کی ایک صاحبزادی (سیدہ فاطمہؓ) ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی اور اسی کتاب میں اس نے چیلنج بھی کیا کہ اگر کوئی سنی عالم، رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں ثابت کر دے تو میں اسے مبلغ دس ہزار روپیہ انعام دونگا۔ حضرت تونسوی مدظلہ نے یہ چیلنج پڑھتے ہی ڈیرہ غازیخان میں مرزا اصلاح الدین سول جج کی عدالت میں مقدمہ کر کے قاضی سعید کروڑی کا چیلنج قبول کیا، حضرت تونسوی کے قانونی مشیر جناب سرفراز خان ایڈوکیٹ تھے، جب قاضی کروڑی کو اس کارروائی کا علم ہوا تو بے حد پریشان ہوا، مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اس لئے قاضی نے کئی شاطرانہ چالیں چلیں، ایک تو یہ کہ ایک پمفلٹ شائع کر دیا کہ میرا چیلنج اور دعویٰ ختم ہو گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ شیعوں نے دائمی ذلت ورسوائی سے بچنے کیلئے مرزا اصلاح الدین جج کو بھاری رقم دے کر خرید لیا جسکے باعث اس نے شیعوں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت تونسوی کا مقدمہ یہ کہہ کر خارج کر دیا کی چونکہ یہ مذہبی معاملہ ہے اور اس سے فتنہ وفساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے اور امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوگا لہذا اسے خارج کیا جاتا ہے... مگر حضرت تونسوی نے سیشن جج کی عدالت میں اپیل دائر کر دی۔ سیشن جج، منصف مزاج، عادل اور دین دوست آدمی تھا، اس نے بغیر کسی لالچ

وخوف کے قاضی کروڑی کو طلب کرلیا۔ وہ منظر قابل دید تھا کہ جب اہل حق واہل باطل، حق وباطل کے مابین فیصلہ کرانے کیلئے پاکستان کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے تھے اس عدالتی مناظرہ کو سننے کیلئے ہزاروں لوگ دیوانہ وار عدالت پہنچ گئے، جج نے حضرت تونسوی سے پوچھا کہ آپکے پاس قاضی سعید کے چیلنج کے جواب میں جناب رسول ﷺ کی چار صاحبزادیوں ؓ کی کیا دلیل ہے؟ حضرت تونسوی نے شیعہ کی نامور کتاب ''حیات القلوب'' سے امام جعفر صادق کی روایت میں پیغمبر اسلام ﷺ کا فرمان پیش کیا، آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالی میری اہلیہ حضرت خدیجہؓ پر رحمت کرے کہ اسکے بطن سے طاہرؓ، طیبؓ، قاسمؓ، عبد اللہؓ اور زینبؓ، رقیہؓ، فاطمہؓ، ام کلثومؓ پیدا ہوئیں... جج نے یہ حوالہ سن کر شیعہ قاضی سعید کروڑی سے پوچھا کہ آپکے پاس علامہ صاحب کی دلیل کا کیا جواب ہے؟ قاضی نے کہا کہ ابومقداد نامی منافق کی یہ روایت ہے اسلئے قابل حجت نہیں، جج نے حضرت تونسوی کی طرف رخ کیا ہی تھا کہ حضرت والا نے ''حیات القلوب'' شیعہ کتاب کا وہی صفحہ کھول کر جج کے سامنے کردیا کہ جناب آپ خود دیکھ لیں، اس میں مقداد نام تک موجود نہیں ہے، قاضی سعید دروغ گوئی سے کام لے رہا ہے، جج نے حضرت تونسوی سے کتاب لے کر مکمل حوالہ خود پڑھا جس سے قاضی کروڑی کے جھوٹ وافتراء کا بھانڈہ پھوٹ گیا۔ اب تو شیعوں کیلئے ایک ہی صورت تھی کہ زمیں پھٹ جائے اور وہ سب اس میں دفن ہو جائیں... بالآخر جج نے فیصلہ سنا دیا کہ علامہ تونسوی کا موقف صحیح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں چار ہی تھیں اور قاضی سعید شیعہ کا دعوی جھوٹا ہے۔ عدالت نے دس ہزار روپے بھی قاضی پر ڈگری کردیئے مگر اس دور کی یہ بھاری رقم شاید اہل اقتدار خود لے کر ہضم کر گئے (فالی اللہ المشتکی) پاکستانی عدالت کا یہ فیصلہ آج بھی حضرت تونسوی مدظلہ کے پاس تحریری شکل میں موجود ہے۔

مناظرہ کچی بہار شاہ (کروڑ لعل عیسن)

۱۹۷۳ء میں بمقام کچی بہار شاہ نزد شینہ والا نشیب کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ کے معززین نے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے ایک مناظرہ منعقد کیا، شرائط مناظرہ طے ہو گئے، علامہ تونسوی صاحب وہاں تشریف لے گئے انکے ہمراہ تنظیم اہلسنت پاکستان کے متعدد علماء موجود تھے مگر روافض سے مناظرہ کرنے کیلئے تنظیم اہل سنت کی طرف سے حضرت علامہ تونسوی کی موجودگی میں کوئی دوسرا عالم مناظرہ نہیں کیا کرتا تھا روافض کی طرف سے ان کا نامور مناظر اسماعیل گوجروی بھی پہنچ گیا اسے کئی مناظروں میں پہلے بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا، مگر ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آسکی کہ ہزیمت خوردہ شیعہ مناظر بار بار کیوں مناظرہ کیلئے سامنے آتا تھا، یہاں بھی حسب عادت اسماعیل آ پہنچا، عربی کی مثل مشہور ہے کہ "من جرب المجرب حلت به الندامة" جو آزمائے ہوئے کو آزماتا ہے اسے ندامت حاصل ہوتی ہے، مگر اسماعیل وہاں آکر بہانے تلاش کرنے لگا کہ مناظرہ کل ہوگا حضرت تونسوی نے فرمایا کہ نہیں مناظرہ ابھی ہوگا، اسماعیل نے کہا کہ اس وقت میرے پاس مکمل کتابیں نہیں ہیں، حضرت تونسوی نے کہا کہ تمہیں اپنے مذہب کی کتابوں کی ضرورت ہے تو میرے پاس مکمل موجود ہیں آپ انہی کی مدد سے مناظرہ کریں، مگر شیعہ مناظر اس بات پر ڈٹ گیا کہ مناظرہ اگلے روز ہی ہونا چاہئے ادھر حضرت تونسوی جو میدان مناظرہ کے شاہسوار ہیں اور دشمن کی چالوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور اپنی مضبوط گرفت سے کبھی بھی مخالف کو ڈھیل دینے کے روادار نہیں، اسی وقت مناظرہ کرنے پر مصر تھے کہ مولانا دوست محمد قریشی ؒ نے حضرت تونسوی سے کہا کہ

جانے دیں کوئی بات نہیں آج نہیں تو کل ہی مناظرہ ہو جائے گا انکے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ان کی تائید کرنے لگے جس کی وجہ سے مناظرہ مؤخر ہو گیا اس سے اسماعیل اور اس کے کارندوں کو موقع مل گیا اور انہوں نے لعل عیسن کروڑ تھانہ میں پولیس کو اطلاع دے دی کہ امن وامان کا مسئلہ ہوگا، اگلے روز پولیس کی بھاری نفری وہاں پہنچ گئی جس سے سارا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا اور شیعہ مناظر وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اس وقت سبھی لوگ حضرت تونسوی کی بصیرت اور دور اندیشی کو سراہنے لگے مگر شکار نکل جانے کے بعد ان کے لئے کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، شاید کسی دردمند نے ایسے ہی موقع پر کہا تھا کہ:

؎ باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

اہل فن کا بیان ہے کہ اللہ تعالی نے فن مناظرہ کی درک، تحقیقی بصیرت، مرد شناسی، مضبوط گرفت اور فریق مخالف کی چالوں کو سمجھ کر انہیں ناکام بنانے کی جو تدابیر حضرت تونسوی مدظلہ کو سجھائی ہیں، ان کی مثالیں عصر حاضر کے مناظرین میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔

؎ تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا...

مناظرہ ذخیرہ (ضلع گوجرانوالہ)

چک ذخیرہ میں روافض کے فتنہ نے سر اٹھایا تو اہل سنت نے مناظرہ کا پروگرام بنالیا - تمام اہل علم کی نظریں حضرت علامہ تونسوی پر ہی مرکوز ہو گئیں، وہاں کے مقامی

حضرات کی دعوت پر آپ وہاں تشریف لے گئے حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ بھی آپ کے ہمراہ تھے چنانچہ ایمان بالقرآن کے عنوان پر مناظرہ ہوا ہزاروں لوگ گواہ ہیں کہ حضرت تونسوی کی گرفت میں بہت جلد ہی شیعہ مناظر جکڑا گیا، حضرت تونسوی کے مناظرہ کا ایک مخصوص انداز ہے کہ فریق مخالف کی خلط مبحث کو نہیں چلنے دیتے اور نہ ہی ایک بات کے فیصلے کے بغیر اسے آگے جانے دیتے ہیں، خروج عن المبحث کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بس حضرت تونسوی کی گرفت پھر گرجدار لہجہ کی للکار سے دشمن کا جگر پاش پاش ہو جاتا ہے، اس موقع پر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ نے حضرت تونسوی کے مزاج کو سمجھ کر ان کا خوب ساتھ دیا اس لئے فوری نتیجہ سامنے آیا کہ اسماعیل اپنے شیعوں سے لڑتا ہوا بھاگا، اور علامہ تونسوی کے دلائل کی تاب نہ لاتے ہوئے راہِ فرار اختیار کی- مقامی شیعہ بھی اسماعیل کو گالیاں دینے لگے، اس مناظرہ کی تفصیلات تنظیم اہل سنت کے ہفت روزہ اخبار ''دعوت'' لاہور میں شائع ہو چکی ہے۔

مناظرہ بہاری غربی (کلورکوٹ)

۱۹۷۴ء میں بہاری غربی کلورکوٹ میں اسماعیل گوجروی نے بلند بانگ دعوے کئے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک ہی بیٹی تھی اگر تونسوی یہاں آجائے تو میں اسے دن کے وقت بھی تارے دکھاؤں گا وہاں کے اہل سنت بے تاب ہو گئے اور حضرت کو وہاں لے گئے، شیعہ کے منصف مزاج لوگوں نے کہا کہ تونسوی صاحب اگر ہمیں کتب شیعہ سے چار بیٹیوں کا ایک حوالہ بھی دکھا دیں تو ہم مان لیں گے حضرت تونسوی نے سارے مجمع میں اسماعیل شیعہ کو حوالہ دکھایا حوالہ دیکھتے ہی اسماعیل کے چہرے پر بارہ بج گئے مگر جواب

دینے کی ہمت نہ رہی، شیعوں نے اپنے مناظر سے کہا کہ تو نے ہمیں رسوا کیا ہے۔

مناظرہ باغ والا (تھانہ قریشی چوک)

۱۹۷۵ء میں بمقام باغ والا نزد تھانہ چوک قریشی ضلع مظفر گڑھ، ایک مناظرہ منعقد ہوا شرائط نامہ اشٹام پر لکھا گیا شیعہ کی طرف سے مناظر اسماعیل گوجروی اور قاضی سعید کروڑی متعین تھے اہل سنت کی طرف سے حضرت تونسوی مناظر تھے آپ کے ہمراہ تنظیم اہل سنت کے علماء مثلاً مولانا دوست محمد صاحب قریشی، مولانا قائم الدین صاحب، مولانا سید عبدالرزاق شاہ صاحب، مولانا فقیر محمد عثمانی صاحب، مقررہ دن مقام مناظرہ پر پہنچ گئے مگر اہل تشیع میں سے کوئی مولوی میدان مناظرہ میں نہ آیا، فریقین کے منتظمین نے اشٹام پر درج کیا تھا کہ جس فریق کے مولوی صاحبان میدان مناظرہ میں نہیں آئیں گے ان کی شکست تسلیم کر لی جائے گی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارا دن علماء اہل سنت وہاں بیٹھے رہے بسیار انتظار کے بعد جب کوئی مناظر وہاں نہ پہنچا تو وہاں کے مقامی شیعہ بھی اپنی ناکامی کے سبب اپنے سیاہ چہرے لے کر غائب ہو گئے۔

مناظرہ مدینہ طیبہ (سعودی عرب)

۱۹۸۶ء میں حضرت تونسوی حج کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء و مشائخ کو خصوصی تعلیم دینے میں مصروف تھے کہ وہاں معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں ایک شیعہ ایرانی عالم ضامن علی جو کہ ایک کمپنی میں ملازم ہے، اس نے خفیہ تبلیغ سے

سینکڑوں افراد کو گمراہ کر رکھا ہے۔ اہل سنت اس سے کافی پریشان ہیں حضرت تونسوی نے اسے للکارا کہ اس ارض مقدس میں بیٹھ کر حق و باطل کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ ضامن علی جو کہ اپنے آپ کو ماہر عالم اور شیعہ مناظر سمجھتا تھا، حضرت تونسوی کی مناظرانہ مہارت اور علمی غزارت سے ناواقف تھا اس لئے بیشتر کمپنی کے شیعہ افراد کو جمع کر کے لے آیا اس مناظرہ کا اہتمام مولانا سید محمد عارف شاہ صاحب مدنی نے محلہ السمانیہ رباط مکی مدینہ منورہ میں کیا۔ وہاں کچھ مخصوص علماء بھی جمع ہو گئے، مسئلہ قرطاس پر بحث شروع ہو گئی، ضامن علی شیعہ نے کہا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے جب مرض الوفات میں کاغذ قلم طلب کئے تو جناب عمرؓ نے دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت تونسوی نے فرمایا کہ اگر ضامن علی، ہماری کتاب مسلم شریف سے حضرت عمرؓ کے انکار والے الفاظ دکھا دے تو ہم مناظرہ ہارے اور یہ جیتا بلکہ میں سنی مذہب چھوڑ کر شیعہ ہونے کا اعلان کروں گا، بصورت دیگر اسے شیعیت سے توبہ کرنا ہوگی، بے چارہ ضامن علی علم سے نابلد تھا، مسلم شریف کی ورق گردانی کرتا رہا اور حوالہ نہ دکھا سکا، کئی گھنٹے وقت ضائع کرنے کے بعد کہنے لگا کہ میری اپنی کتاب جو کہ میرے گھر میں موجود ہے اس میں یہ حوالہ لکھا ہوا ہے، حضرت تونسوی نے اس کے ساتھ دو افراد گاڑی پر روانہ کئے کہ وہ اپنی کتاب لے آئے، چنانچہ وہ اپنی لائبریری سے مسلم شریف لے آیا اور پھر ورق گردانی شروع کر دی، بسیار جستجو کے باوجود حوالہ نہ دکھا سکا۔ جس کے باعث انتہائی شرمسار و نادم ہو کر کہنے لگا کہ حضرت آپ مجھے اپنا پاکستانی ایڈریس لکھ دیں، میں حوالہ تلاش کر کے پاکستان میں آپ کو خط لکھ کر مطلع کر دوں گا حضرت نے فرمایا کہ تو قیامت تک حضرت عمرؓ کے انکار والے الفاظ نہیں دکھا سکتا، اسی محفل میں اس کے ساتھ آنے والے شیعہ بھی اسے ملامت کرنے لگے اس

کشمکش میں وہ جان چھڑا کر بھاگ گیا... اگلے سال حضرت تونسوی پھر حج کیلئے تشریف لے گئے کہ حرم کعبہ میں وہی شیعہ ضامن علی انہیں نظر آیا، حضرت نے اس کا بازو پکڑ کر کہا کہ کیا تو شیعہ ضامن علی نہیں؟ کہنے لگا ہاں میں ضامن علی ہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میرا نام عبدالستار تونسوی ہے، تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں مسلم شریف سے حضرت عمر کے الفاظ ثابت کروں گا، اور آپ کو خط لکھ کر مطلع کروں گا، میں سارا سال انتظار کرتا رہا مگر تو نے کوئی جواب نہیں دیا، یہ سنکر وہ بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ سے آپ کا ایڈریس ضائع ہو گیا تھا، آپ دوبارہ اپنا پتہ لکھ دیں، اب میں آپ کو خط لکھ کر اس حوالہ سے آگاہ کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ خط کی ضرورت نہیں مجھے ابھی یہاں حوالہ دکھاؤ، مگر وہ ٹال مٹول کرتا رہا اور خائب و خاسر ہو کر نکل گیا۔

بریلویوں کا بھونڈا پن

حضرت تونسوی کے کمالات میں فن مناظرہ کے کمال کو گل سرسبد کی حیثیت حاصل ہوئی، مگر آپ کا اصل موضوع شیعہ حملوں سے اسلام کا دفاع کرنا تھا اس لئے آپ کی زیادہ تر توجہ انہی کی طرف رہی لیکن گزشتہ چند سالوں سے اہل بدعت کو بھی مناظروں کی شوخی آئی اور انہوں نے حضرت تونسوی کا نام لے کر سستی شہرت حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی ایک دو واقعات کے علاوہ بریلوی علماء، حضرت تونسوی سے مناظرہ تو درکنار، شرائط بھی طے نہ کر سکے مگر اس حقیقت کے برعکس پھر بھی بریلوی نام نہاد مناظر ہمیشہ دجل و فریب اور کذب و افتراء سے کام لیتے ہوئے حضرت تونسوی کے خلاف اشتہارات شائع کرتے رہے اہل بدعت کی اس بھونڈی حرکت اور دروغ گوئی پر یہی کہا

جا سکتا ہے کہ (لعنة الله علی الکاذبین)

حضرت تونسویؒ کی شخصیت و کردار سے کون واقف نہیں، بریلوی جہال کو علم نہ ہو تو روافض سے جا کر پوچھ لیں کہ ایک مناظر کی حیثیت سے تونسوی کا کیا مقام ہے؟ وہ شخص جس کی علمی قابلیت و مناظرانہ بصیرت، عرب و عجم میں مسلّم ہو، اسے چند فتنہ پرداز، علم و عمل سے تہی دست، شرک و بدعت کے متوالوں کی گیدڑ بھبکیوں سے کیا پروا ہوگی؟ حضرت تونسویؒ کے بریلویوں سے مناظروں کے کچھ واقعات ذیل میں لکھے جاتے ہیں.

(۱) ۱۹۸۲ء میں بمقام دھیدوال ضلع چکوال، بریلوی مولوی گل محمد سیالوی نے چیلنج کیا کہ اگر تونسویؒ میرے ساتھ مناظرہ کرے تو میں اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام کے الفاظ قرآن و حدیث سے ثابت کرونگا- یہ چیلنج سن کر حضرت تونسویؒ وہاں تشریف لے گئے اور حسب ذیل شرائط طے ہوئیں.. ''مولوی گل محمد بریلوی، اذان سے قبل ''الصلوة و السلام علیک یا رسول الله، الصلوة و السلام علیک یا نبی الله، الصلوة و السلام علیک یا حبیب الله، الصلوة و السلام علیک یانور الله'' کے الفاظ قرآن مجید اور حدیث صحیحہ سے ثابت کریگا نیز بریلوی مناظر قرآن و حدیث سے ثابت کریگا کہ آنحضرت ﷺ کے تین مؤذن حضرت بلالؓ، حضرت ابو محذورہؓ، اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ اذان سے قبل یہی الفاظ پڑھتے تھے'' ان شرائط کے طے ہونے کے بعد فریقین کے دستخط ہوئے، ثالث مقرر ہوئے اور تاریخ و وقت کا تعین ہوا- مقررہ دن حضرت تونسویؒ مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے حضرت علامہ خالد محمود صاحب، مولانا عبدالغفار صاحب تونسویؒ بھی آپ کے ہمراہ تھے اہل سنت ہزاروں کی تعداد میں وہاں پہنچے سارا دن حضرت تونسویؒ وہاں انتظار کرتے رہے مگر بریلوی

مولوی گل محمد سیالوی وہاں ظاہر ہی نہ ہوا۔ دراصل گل محمد سیالوی کو تمام بریلوی علماء نے بلکہ روافض نے بھی جا کر سمجھایا کہ تو نے کس آدمی سے ٹکر لے لی ہے، تونسوی کے سامنے کبھی نہیں جانا وہ تمہیں کھا جائے گا عبدالستار تونسوی دیوبندیوں کا مناظر اعظم اور اہلسنت کا شیر ہے اور اس نے تمہیں شرائط میں ہی شکست دے دی ہے، اصل مناظرہ تو شرائط کا ہی ہوا کرتا ہے۔ یہ سن کر گل محمد سیالوی میدان مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ کر سکا جسکی وجہ سے اسے بریلویوں کی واضح شکست تصور کیا گیا حضرت تونسوی نے وہاں خطاب فرمایا کہ:

''میری زندگی کے اکثر اوقات مناظروں میں گزر گئے روافض کو جا بجا ہم نے ذلیل و رسوا کیا، اسماعیل شیعہ سے ہمارے بے شمار مناظرے ہوئے ۱۹۷۶ء میں اسماعیل کے مرنے کے بعد شیعوں کے پاس کوئی مناظر نہیں رہا جو ہمارے سامنے آئے، ایک عرصے سے میرے قلب و جگر میں مناظرہ کی خواہش انگڑائیاں لیتی تھی کہ بریلویوں نے مناظرے کا چیلنج کیا تو میں بہت خوش ہوا کہ میری دیرینہ خواہش پوری ہو گی مگر ہماری بدقسمتی اور بریلوی مولوی کی خوش قسمتی کہ وہ میدان میں نہیں آیا ورنہ آج چشم دنیا دیکھتی کہ تونسوی کے سامنے آنا خالہ جی کا گھر نہیں اور میں اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا دیتا، اہل چکوال میری بات سن لیں! کہ قیامت تک دنیائے بریلویت اپنے دعوے کے مطابق اذان سے قبل صلوۃ وسلام کے مذکورہ الفاظ قرآن و حدیث میں سے رسول اللہ ﷺ کے مؤذنین سے ثابت نہیں کر سکتے''

پھر حکومت نے وہاں مداخلت کی اور انتظامیہ نے حضرت تونسوی سے

درخواست کی کہ آپ جلسہ کے اختتام کا اعلان کریں، اس طرح یہ پروگرام علماء دیوبند کی شاندار فتح اور بریلویوں کی ذلت و ناکامی کے اعلان پر ختم ہوا۔

(۲) اس طرح مذکورہ عنوان و شرائط پر بمقام ٹیل انڈس علاقہ فتح پور میں بھی ایک شاطر بریلوی مولوی نے حضرت کو چیلنج کیا، حضرت تونسوی وہاں تشریف لے گئے جلسہ عام سے خطاب کیا مگر چیلنج کرنے والا مولوی کہیں نظر نہ آیا بلکہ مقام ہذا پر بریلویوں نے کئی مرتبہ جھوٹے اعلان کئے ہر مرتبہ حضرت تونسوی وہاں تشریف لے جاتے رہے اور کئی دنوں تک انتظار کرتے رہے مگر کسی بریلوی کو آج تک آپ کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی۔ آجتک ہزاروں لوگ اس واقعہ کے عینی گواہ ہیں۔

(۳) پل قمبر (تونسہ) میں بھی بریلویوں نے اپنے علماء فیض احمد اویسی، اللہ بخش نیر وغیرہ کو بلایا، جب دونوں وہاں پہنچے تو عوام نے ان سے مناظرے کے بارے میں بات چیت کی، بریلوی علماء اپنے سٹیج پر تو بڑی ڈینگیں مارتے رہے مگر اس وقت حضرت تونسوی کا نام سن کر مناظرے سے کترانے لگے، انہوں نے صرف اپنے جلسہ کا اعلان کیا علماء دیوبند نے بھی باہمی مشورہ سے اسی دن پل قمبر کے نیچے جلسہ کا اعلان کیا کہ ویسے تو بریلوی مناظرہ کے نام سے کبھی میدان میں نہیں آتے جب وہ اپنے جلسے کیلئے آئیں گے تو شرائط طے کر کے مناظرہ رکھ لیں گے، ادھر حضرت تونسوی کو دعوت دے دی، حضرت کا نام سن کر بریلوی منتظم نام نہاد مولوی جس کا جہل مرکب ہے، اس نے پل قمبر پر اعلان کیا کہ اگر آج تونسوی پل قمبر پر آجائے تو میری ناک کاٹ دینا، وہ ہمارے علماء کا نام سن کر کبھی یہاں نہیں آئے گا.... خدا کی شان کہ حضرت تونسوی بریلویوں کے تعاقب میں وہاں جا پہنچے، مولوی محمد عمر صاحب سہانی نے جلسہ کا اہتمام کیا، حضرت والا

نے تاریخ ساز اجتماع سے خطاب کیا کہ ایک شخص نے دوران خطاب کھڑے ہو کر کہا... حضرت والا! بریلوی مولوی نے شرط لگائی ہے کہ تونسوی نہیں آئے گا، اگر آجائے تو میری ناک کاٹ دیں، آپ تشریف لائے ہیں لہذا ہم نے اس کی ناک کاٹنی ہے، لوگ کافی مشتعل تھے، مگر حضرت تونسوی نے ہمیشہ اشتعال انگیزی سے گریز کیا ہے اور اعتدال کی راہ اپنائی ہے، آپ نے لوگوں کو حکمت وبصیرت سے سمجھایا.... پھر فرمایا کہ:

''ناک تو اس کی کاٹی جاتی ہے جس کی ناک موجود ہو اور جس بے غیرت کی سرے سے ناک ہی نہ ہو تو اس کی ناک آپ کیسے کاٹیں گے....؟''

پل قمبر کا وہ بریلوی قادر بخش سہانی آج تک ''بے نکا'' مشہور ہے، بہر حال بریلوی علماء وہاں چند لمحے اپنی مسجد میں جاہل عوام کو بے وقوف بنا کر وہاں سے چلتے بنے، نہ شرائط طے ہوئیں نہ ہی مناظرہ....

(۴) ۱۹۸۸ء بستی ہیرو وبستی بنڈی (تونسہ) میں بھی بعینہ یہی صورت حال پیش آئی، حضرت تونسوی کے وہاں پہنچنے پر بریلویوں نے پولیس کو اطلاع دے دی، ڈی ایس پی حضرت تونسوی کی منت سماجت کرتا رہا، حضرت نے فرمایا کہ بریلوی مولوی نے مجھے چیلنج کیا ہے لہذا اب مناظرہ ہوگا، عوام الناس ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے علامہ تونسوی زندہ باد، مناظر اعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگنا شروع ہو گئے تین گھنٹے تک حضرت تونسوی اور آپکے ساتھ ہزاروں کا اجتماع ہیرو کی سڑک پر دھرنا دیکر بیٹھے رہے کہ شاید کوئی بریلوی نظر آئے مگر خدا گواہ ہے کہ کسی بدعتی کا وہاں سایہ بھی نظر نہ آیا مولانا محمد رمضان نعمانی، مولانا عبداللطیف تونسوی، قاری عبدالرشید صاحب بنڈی والے بھی وہاں موجود تھے بالآخر معلوم ہوا کہ بریلویوں نے تو اپنے مناظر کو چھپا کر نامعلوم راستے

سے نکال کر ملتان روانہ کر دیا ہے، بعد میں حضرت تونسوی بھی واپس تشریف لے آئے۔

(۵) بہاولپور شجاع آباد ملتان کے علاقوں میں بھی کئی مرتبہ مناظروں کی باتیں ہوئی، مگر نہ کبھی شرائط طے ہوئیں نہ ہی مناظرہ، حتی کہ فریقین کے علماء کا آمنا سامنا بھی کبھی نہیں ہوا، البتہ بریلوی مولوی فیض احمد اویسی کے ایما پر جھوٹے پمفلٹ اور اشتہارات شائع کر کے اہل بدعت سستی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر اہل خرد خوب واقف ہیں کہ بدعتیوں کی دروغ گوئی بے حیائی کی کوئی انتہا نہیں کیونکہ وہ اکثر جھوٹے پمفلٹ و اشتہارات شائع کر کے جاہل عوام سے پیسے بٹور کر پیٹ پالنے کا سامان کرتے رہتے ہیں۔(فلعنة الله على الكاذبين)

منکرین حیات النبی ﷺ کو دعوت مباہلہ

اہل سنت والجماعت کے سلف وخلف اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو اپنی قبور مبارکہ میں حیات حاصل ہے مگر اس پر فتن دور میں چند عناصر نے اس عقیدہ حیات النبیؐ کا انکار کر دیا اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ان افراد کی گفت وشنید، تحریر و تقریر اور تحریک کا مرکزی عنوان بھی یہی ہے کہ آنحضور ﷺ کو حیات حاصل نہیں (بریں عقل و دانش بباید گریست)

عوام الناس ان افراد کو ''مماتی'' یا ''پھری'' اور خواص انہیں ''معتزلی'' یا ''منکرین حدیث'' یا ''منکرین حیات النبیؐ'' کے ناموں سے پکارتے ہیں، حضرت تونسوی نے مذہب حقہ اہل سنت والجماعت، علماء دیوبند کے موقف کو واضح کیا تو اس سے

منکرین حیات النبی ﷺ کو بے حد ناگواری ہوئی، اور انہوں نے بھی آپ سے سوال وجواب اور کہیں کہیں مناظرے کی باتیں شروع کیں، ایک مرتبہ آپ نے گجرات شہر میں خطاب فرمایا تو وہاں مولوی سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے چند متعلقین نے حضرت کے خلاف ہرزہ سرائی کی....تو آپ نے ببانگِ دہل انہیں للکارا کہ اپنی جماعت کے صدر کو میرے سامنے لاؤ وہ میرے سامنے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر مباہلہ کرے، پھر فرمایا کہ اگر اس مسئلہ پر وہ مباہلہ نہیں کرتا تو شاہ صاحب سے کہو کہ تونسوی کے ساتھ شرافت و کردار پر مباہلہ کرلو، ہم میں سے جو شریف النفس، باکردار آدمی ہو وہ زندہ رہے، جس کے پاس شرافت ہی نہ ہو خدا اسے ہلاک کر دے۔

ادھر آ ستمگر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

حضرت تونسوی کے اس دعوت مباہلہ سے ایسا سناٹا چھایا کہ آج تک کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی، بلکہ آج بھی اگر کسی پتھری مماتی کو ہمت ہو تو (حضرت تونسوی کا چیلنج اب بھی موجود ہے) وہ میدان میں آکر حضرت والا سے شرافت پر مباہلہ کرلے۔ اور اپنا شوق پورا کر کے دیکھ لے کہ اکابرین علماء دیوبند کے عقائد و نظریات، علم و عمل اور کردار کا حقیقی وارث کون ہے؟

سفینہ برگ و گل بنالے گا، قافلہ مور ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش، مگر یہ دریا سے پار ہوگا

تعصب وتشدد کی نادر مثال

۱۹۹۶ء میں راقم الحروف (محمد عبد الحمید تونسوی) مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی ملاقات کے لئے ان کے ہاں گجرات پہنچا احقر کے ساتھ کوٹلی آزاد کشمیر کے ایک عالم مولانا عبدالحیٔ صاحب فاروقی بھی تھے، ہم دونوں گجرات میں شاہ صاحب کی مسجد کے بارے معلومات کر کے وہاں پہنچے، پھر ان کے گھر کے بارے پوچھا تو ایک شخص ہمیں مسجد کے ساتھ پچھلی گلی میں ان کی بیٹھک تک لے آیا، دروازے پر شاہ صاحب کا نام لکھا ہوا تھا، ہم نے دستک دی تو شاہ صاحب نے خود ہی جواب دیا کہ اندر آجائیں، جب ہم اندر داخل ہوئے تو شاہ صاحب اکیلے چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، میری ان سے یہ پہلی ملاقات تھی، مختصر تعارف کے ساتھ ہی انہوں نے آنے کی غرض پوچھی تو ہم نے صرف ملاقات ہی کو مقصود بتایا، ابتدا میں انہوں نے اپنی صحت کمزوری وغیرہ کا ذکر کیا پھر حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے غالباً حسب عادت (ہمارے استفار کے بغیر ہی) مسئلہ حیات النبی ﷺ کی بحث چھیڑ دی، ہم حیران ہو کر خاموشی سے سنتے رہے، پھر انہوں نے اس عقیدے کو شرک قرار دے دیا، تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ از خود سب کچھ کہے جا رہے ہیں انہوں نے تھوڑا توقف کیا تو احقر نے پوچھا کہ جناب! تمام اکابرین دیوبند حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں جب کہ آپ اسے شرک بتا رہے ہیں... یہ سنتے ہی شاہ صاحب غصے سے لال پیلے ہو گئے اور ان کے کمزور ہاتھ بھی کانپنے لگے اس سے قبل تو وہ اردو میں بات چیت کر رہے تھے پھر اپنی گجراتی زبان پنجابی میں شروع ہو گئے اور کہا کہ:

''سب سے پہلے اس غلط عقیدے کی بنیاد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے رکھی ہے، اور ہمارے پاکستان میں عقیدہ حیات کا پرچار کرنے والے چند مولوی ہیں، سرفراز گکھڑوی، عبدالستار تونسوی، قاضی مظہر چکوالوی۔ آج کل ان کا ایک پروردہ چیلہ ماسٹر امین اکاڑوی ہے، جس کے پاس علم نہیں ہے البتہ وہ تینوں علم رکھتے ہیں، مگر یہ سب یہود کے علماء ہیں، اور تونسوی اچھا مناظر ہے اس نے اسماعیل شیعہ کو شکست دی تھی، مگر یہاں گجرات میں آ کر اس نے اپنی تقریر میں اپنی سفید ڈاڑھی پکڑ کر حلفاً کہا کہ حیات کے بارے میں تمام سلف وخلف کا یہی عقیدہ ہے جو ہمارا ہے، حالانکہ یہ ایسا جھوٹ ہے کہ اس سے بڑا کوئی جھوٹ نہیں''

اس وقت احقر نے شاہ صاحب سے یہ بھی عرض کیا کہ حضرت مولانا غلام اللہ خانصاحبؒ نے تو عقیدہ حیات النبیؐ پر دستخط کر دیئے تھے .... اس کے جواب میں شاہ صاحب نے تلخ لہجے میں کہا کہ:

''میں نے غلام اللہ کا کلمہ نہیں پڑھا، وہ اس کا ذاتی فعل ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں''

تقریباً دو گھنٹے کے بعد جب ہم وہاں سے مایوس ہو کر واپس لوٹے تو احقر کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر جاری تھا۔

ہم نہ تھے آگاہ واعظ زشت گوئی سے تیری
آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم

قارئین کرام! ہم نے یہ واقعہ بلا تبصرہ قلمبند کر دیا ہے، اسے بار بار پڑھیئے اور

اشاعت التوحید کے صدر سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے تشدد و تخطط اور تعصب کی گہرائیوں و پنہائیوں کا اندازہ لگائیے۔

؎ اگر کچھ بات کہتے ہیں مزا الفت کا جاتا ہے
اگر خاموش رہتے ہیں کلیجہ منہ کو آتا ہے

جب احقر نے یہ واقعہ اپنے نانا بزرگوار حضرت اقدس علامہ تونسوی زید مجدہم کو سنایا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ:

"شاہ صاحب نے اس ناکارہ کے بارے میں جو کچھ کہا اس کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ:

؎ بدم گفتی وخرسندم، نکو گفتی عفاک اللہ
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خا را

آنحضرت ﷺ کی عظمت اور آپکی محبت کے مقابلے میں سب کچھ ہیچ ہے، کاش وہ اس سے زیادہ کچھ کہتے، جسے ہم آگے جا کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کر سکتے اور اس سے آپکی شفاعت کے حقدار ٹھہرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا"۔

☆☆☆☆☆☆

اہل سنت والجماعت کا مسلک

حضرت تونسوی مدظلہ نے فرمایا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے روح مبارک کے تعلق

سے اسی دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ اقدس میں موجود محفوظ ہے۔ اور اسی تعلق روح کی وجہ سے آپ ؐ روضہ اقدس پر پڑھے گئے درود وسلام کو بغیر کسی واسطہ کے علی الدوام خود سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں، اسی عقیدہ کو ''المہند علی المفند'' میں حیات برزخیہ سے تعبیر کیا گیا ہے، واضح رہے کہ حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس لحاظ سے ہم اپنے آقا کو عالم برزخ میں فائز الحیات سمجھتے ہیں اور یہی جمہور اہل السنت کا مسلک ہے، عدم حیات کا قول صرف معتزلہ اور روافض کا ہے، مگر ۱۹۵۸ء میں پہلی بار چند لوگوں نے انبیاء اور شہداء کی حیات کو محض برزخی روحانی حیات کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی، جب کہ ان کا یہ غلط نظریہ مسلک حقہ کے خلاف ہے، اس لئے کہ ''ولا تقولوا لمن یقتل... آیت میں ''من یقتل'' بدن ہے نہ کہ روح پس ''من یقتل'' پر احیاء کا اطلاق اسی معنی میں آئے گا، اس سے صاف معلوم ہوا کہ شہداء کو حیات جسمانی حاصل ہے اور اسی سے ان کی خصوصیت معلوم ہوئی ورنہ روحانی حیات تو عامہ مسلمین بلکہ کفار کو بھی حاصل ہے۔ باقی حدیث میں اگر ارواح شہداء کیلئے طیور خضر کا ذکر ہے تو عامہ مسلمین کی ارواح کا بھی سبز پرندوں میں ہونا حدیث میں مذکور ہے، پس نص قرآنی سے جب شہداء کی حیات جسمانی ثابت ہے تو انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور پھر سید الأولین والآخرین ﷺ کا کیا مقام ہوگا؟ لہٰذا ازیں کا انکار و توہین آمیز رویہ اہانت نبوت اور مخالفت اہل سنت کا شاخسانہ ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا



حضرت کی مناظرانہ خصوصیات

پاکستان بھر کے علمی حلقوں میں حضرت تونسویؒ کی شہرت، صحابہؓ کے لائق وکیل کامیاب مناظر اور نامور متکلم کی حیثیت سے مسلّم ہے، برصغیر میں ردشیعیت میں ہمارے اکابر نے تقریر وتحریر اور مناظروں کی شکل میں جو کام کیا وہ اہل علم سے مخفی نہیں، مگر حضرت تونسویؒ نے اپنے استاذ حضرت لکھنویؒ سے تربیت پاکر اس عنوان کو اپنا خاص موضوع بنایا اور حضرت لکھنویؒ کی طرح آپ نے اس موضوع پر خوب محنت کر کے اسے اپنے پیش رو علماء سے کئی گنا زیادہ نکھارا، حضرت تونسویؒ کی تحقیق وتنقیح سے کئی بنیادی مسائل جو علمی ونظری تھے، بدیہی بن کر سامنے آئے جن کا عوام الناس کیلئے بھی سمجھنا آسان ہو گیا اسی طرح قوت استدلال اور متانت وسنجیدگی آپ کے مناظرہ کا خاص امتیاز ہے، جبکہ ضبط وحوصلہ، وسیع مطالعہ، تحقیقی گفتگو، عربی وفارسی پر یکساں عبور، حاضر ذہنی وحاضر جوابی، کمزور روایات سے احتراز، فریقین کی کتب پر عمیق نظر، شرائط مناظرہ طے کرنے کا خاص ملکہ، فریق مخالف کے خروج عن المبحث پر مضبوط گرفت، کتب شیعہ کی بیشتر عبارات زبانی یاد، فریق مقابل کی خلط مبحث کی کوشش کو ناکام بنانا، فریق ثانی کو مجیب بنانا اور فنی اصولوں کے مطابق مناظرہ کرنا حضرت کے مناظرہ کی اہم خصوصیات ہیں۔

منفرد طرزِ عمل

مولانا فیض محمد صاحب نقشبندی ، مہتمم جامعہ قاسمیہ نارتھ کراچی، جو ایک عرصہ تک تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر ملتان میں ناظم رہے، وہ اپنا تجزیہ پیش کرتے ہیں کہ اس ناچیز کو بہت سے علماء کرام کی خدمت کا موقع ملا، تنظیم کے اسٹیج سے اکابرین کو تبلیغی میدان میں کام کرتے ہوئے دیکھا، مگر حضرت شیخ استاذ یم علامہ تونسوی مدظلہم کے منفرد طرزِ عمل نے اہل سنت کو ایسی راہ پر گامزن کیا جس سے مستقبل کا محقق، میدان تحقیق ومناظرہ میں رفیع الشان عمارت کھڑی کرسکتا ہے۔

(۱) حضرت تونسوی مدظلہم نے رد شیعہ ہی کو مستقل موضوع سخن بنایا، جس سے آپکے اندر تخصص وامتیاز پیدا ہوا۔

(۲) اصحابؓ رسولؐ و مذہب اہل سنت کا مدلل علمی دفاع کیا۔

(۳) مناظرہ کی باقاعدہ تربیت حاصل کر کے میدان مناظرہ میں قدم رکھا تو روافض کا ناطقہ بند کر دیا۔

(۴) اہل تشیع کے اعتراضات کے سبب علماء جوابات ہی دیتے رہے، مگر حضرت تونسوی نے ان پر اعتراضات کر کے انہیں مجیب بنایا۔

(۵) شیعہ کے کفریہ عقائد، انہی کی کتب معتبرہ سے پیش کئے مثلاً تحریف القرآن، تکفیر صحابہؓ، قذف عائشہؓ، توہین اہل بیتؓ، اور عقیدہ امامت وغیرہ۔

(۶) اہل سنت واہل تشیع کا تقابل پیش کر کے خواص وعوام سے شیعہ کے عقائد فاسدہ ونظریات باطلہ تسلیم کروائے جس سے سنی وشیعہ میں امتیاز ہونے لگا۔

(۷) شیعہ کے اہم مسائل، مثلاً فدک، قرطاس، خلافت، بنات، اذان، وضو، تقیہ اور

متعہ کے جوابات اور رد انہی کی کتب معتبرہ سے پیش کیا، جس سے مذہب اہلسنت کی حقانیت روز روشن کیطرح عیاں ہوگئی۔

(۸) شیعہ علماء و مصنفین کی علمی خیانتوں کو بے نقاب کیا۔

(۹) مذہب اہلسنت والجماعت کی حقانیت کے دلائل بھی کتب شیعہ سے پیش کئے۔

(۱۰) شیعیت کے علاوہ قادیانیت، بریلویت، اور غیر مقلدیت کا رد بھی کتاب وسنت کے ساتھ انہی کی کتب سے پیش کیا۔ (تلک عشرة کاملة)

حضرت تونسوی مدظلہ کے یہ علمی نقوش اہل سنت کیلئے روشنی کا مینار ہیں۔

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

غیر معمولی اعتدال:

حضرت اقدس علامہ تونسوی مدظلہ نے اپنی ساری زندگی دفاع صحابہؓ کیلئے وقف کر دی آپ نے ہر محاذ پر دشمنان صحابہؓ کا علمی تعاقب کیا، پاکستان کی تاریخ میں آپ سے زیادہ روافض کے ساتھ کامیاب مناظرے کسی نے نہیں کئے۔ عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ میدان مناظرہ میں کام کرنے والے شخص کا اعتدال سے ہٹ جانا قرین قیاس ہوتا ہے مگر حضرت نے ہمیشہ تحریر وتقریر میں ہر ایک چیز کے انتخاب میں بڑی احتیاط، اعتدال اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔ اور مقدور بھر انکی کوشش رہی ہے کہ سچے موتیوں کے ساتھ خزف ریزے نہ آنے پائیں۔ آپ کا ہر عمل اس پر شاہد عدل ہے کہ آپ نے اعدائے صحابہ سے نظریاتی اختلاف میں ایک لمحہ کیلئے بھی اہل سنت والجماعت کے

مسلک اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، اِدھر روافض زمانہ نے اصحاب ثلاثہؓ اور ازواج مطہراتؓ کو سب و شتم کا نشانہ بنایا تو اُدھر خوارج نے حضرت علیؓ و فاطمہؓ و حسنینؓ کو مشق ستم بنالیا اور دونوں افراط وتفریط کا شکار ہوئے اسی طرح مشاجرات صحابہؓ کا پہلو ہو یا عظمت اہلبیتؓ کا، شہادت حسینؓ کا موضوع ہو یا فسق یزید کا، عظمت پیغمبرؐ کی بات ہو یا شان اولیاء کی الغرض عقائد سے لے کر اعمال تک ہر لحاظ سے حضرت والا نے اپنے اکابر کی تحقیقات کو حرز جان بنایا اور کسی مقام پر بھی راہ اعتدال سے ہٹ کر علیحدہ موقف اختیار نہیں کیا آپ کا جادۂ اعتدال پر گامزن رہنا ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔

باب پنجم

غریب گر نظر پڑے رسولؐ کا جمال بن
قوی اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن

خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کے سر جھکیں
ستمگروں کو روک دے ستم زدوں کی ڈھال بن

راہ حق کی رکاوٹیں

حق و باطل روز اول سے ہی ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہیں باطل اپنی تمام تر قوت کے ساتھ حق کو مٹانے کے درپے ہے باطل کی نظر میں سچائی کسی صورت نہیں جچتی جہاں بھی نیکی پنپنے لگی اور امن وسلامتی کا دور دورہ شروع ہوا ظلم وتشدد کی دو دھاری تلوار نے اسے وہیں ٹھکانے لگانے کی ٹھان لی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حق گوئی اور بے باکی مصائب وشدائد کا پیش خیمہ ہوتی ہے مگر اس کے باوجود حضرت تونسوی نے تقیہ اور مداھنت فی الدین کو حرام سمجھتے ہوئے ہمیشہ حق گوئی کو اپنا طرہ امتیاز بنایا حضرت کی برسر منبر باطل شکن للکار نے روافض کے دانت کھٹے کر دئے، میدان مناظرہ میں شیعہ مناظرین نے آپ سے منہ کی کھائی جب شیعہ دلائل کی دنیا میں جواب دینے کے قابل نہ رہے تو انہوں نے بے دین حکمرانوں کے ساتھ مل کر حضرت کی تبلیغ وتحریک کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنا شروع کر دیں چونکہ پنجاب، سندھ، سرحد کا کوئی ضلع ایسا نہ تھا جو حضرت کے دائرہ عمل سے باہر ہو اس لئے جہاں بھی اشتہارات واعلانات کے ذریعے آپ کی آمد متوقع ہوتی حکومت فوراً دفعہ ۱۴۴ کے ذریعے پابندی لگا دیتی، خاص کر ذوالحجہ، محرم اور صفر تین مہینوں میں تو ملک کا شاید کوئی ضلع ہو جہاں حضرت کی زبان بندی واضلاع میں داخلہ بندی کے احکامات جاری

نہ ہوتے ہوں، یہ کاروائی پچاس سال سے جاری ہے مگر حضرت پھر بھی بحمداللہ حسب پروگرام ہر جگہ پہنچنے کی پوری کوشش کرتے ہیں متعدد بار حکومت وقت نے آپ پر مقدمات قائم کر کے حق کی آواز کو روکنا چاہا مثلاً ملتان، ڈیرہ غازی خان، لیہ، راجن پور، سرگودھا فیصل آباد، کبیروالا، جھنگ، چکوال، جہلم، رحیم یار خان، کراچی، ڈیرہ اسماعیل خان، بھکر، میانوالی، لاہور اور راولپنڈی کے اضلاع میں آپ کے خلاف جھوٹے مقدمات کی فہرست تیار ہوگئی آپ کے دونوں بڑے صاحبزادے (مولانا عبدالغفار تونسوی، مولانا عبدالجبار تونسوی) پر بھی کئی دفعہ مقدمات قائم کئے گئے ایک مرتبہ رحیم یار خان کی سفاک پولیس نے آپ کے صاحبزادے مولانا محمد عمر فاروق تونسوی کو مظفر گڑھ سے دھوکا دیکر گرفتار کیا اور رحیم یار خان کی جیل میں بند کر دیا دس دنوں کے بعد معلوم ہونے پر ان کی رہائی ہوئی مگر یہ سب کچھ حضرت تونسوی نے دین حق کے لئے برداشت کیا اور کتاب و سنت کی تبلیغ کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پہ اشک برسانا نہیں آتا
نگاہیں جنکی پڑ جاتی ہیں مستقبل کے چہرے پر
انہیں ماضی کے افسانوں کو دہرانا نہیں آتا ٥

گرفتاریاں اور جیل کی صعوبتیں:

(۱) ۱۹۵۹ء میں تنظیم اہل سنت فاضل پور کے کارکنان نے آپ کی تقریر کا پروگرام بنایا مگر حکومت نے آپ کے داخلہ پر پابندی لگا دی لیکن اس کے باوجود آپ

وہاں پہنچ گئے دوران تقریر ایک شیعہ نے پرچی پر سوال لکھ کر آپ کے پاس بھجوایا جس کے جواب میں آپ نے ردشیعیت میں مفصل ومدلل تقریر فرمائی آپ کی بے باک و بے لاگ تنقید سے ایک متعصب شیعہ حکمران آگ بگولہ ہوگیا، اس نے گہری سازش کے تحت آپ کے خلاف مقدمہ قائم کیا پھر آپ کو گرفتار کرا کے ساتھ ہی چھ ماہ قید اور ۵۰۰ روپے جرمانہ کی سزا سنا کر جیل بھجوا دیا۔ بدسگال یہ خیال کرتا تھا کہ شاید اس طریقہ سے حق کا راستہ روک لیا جائے گا یا کم از کم حضرت کی شخصیت داغدار ہو جائے گی حالانکہ.....

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند
مشک اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہوکر نافہء آہو میں بند

حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ ''جیل پہنچ کر اپنے اکابر کی یاد تازہ ہوگئی جیل میں مجھے جیل والے مخصوص کپڑے جو ٹاٹ کے بنے ہوتے ہیں پہنائے گئے، سخت گرمی کا موسم تھا، نماز کے وقت جب میں نے وضو کا پانی طلب کیا تو انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا میں نے کہا کہ ظالمو! تم انگریز سے بھی زیادہ ظالم ہو کہ اسلامی ملک میں وضو کا پانی دینے سے انکار کر رہے ہو...''

چند دنوں بعد عوام اہلسنت سڑکوں پر نکل آئے کہ اگر حضرت تونسوی کو رہا نہ کیا گیا تو ضلع ڈیرہ غازی خان میں کوئی شیعہ حکمران سکون کا سانس نہ لے سکے گا اس سے حکومت بہت پریشان ہوئی اور فوری ضمانت کی کاروائی کر کے رہائی ہوئی۔

(۲) ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی آپ کی داخلہ بندی اور زبان بندی تھی مگر آپ وہاں بھی کسی طریقے سے پہنچ گئے یکم محرم ۱۹۷۸ء کو آپ نے ہزاروں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے جہیرانہ انداز اور گرجدار لہجہ میں دنیائے رفض کو للکارا تو کفر کے درودیوار لرزہ براندام ہو گئے ادھر شہر کے ڈی سی نے تمام انتظامیہ کے ذمہ دار افسران کو بلوایا کہ پولیس کے کڑے پہرے کے باوجود، تونسوی ڈیرہ میں کیسے پہنچا ہے؟ وارنٹ گرفتاری کے باوجود وہ شخص تقریر کر رہا ہے اور شیعہ کہتے ہیں کہ محرم میں تونسوی کے آنے کا غم، ہمیں غم حسین سے کچھ کم نہیں اس موقع پر بالا حکام نے ناکا بندی کے باوجود حضرت تونسوی کے پہنچ جانے پر انتظامیہ کے تین ذمہ دار ملازمین کو نااہل قرار دیتے ہوئے معطل کر دیا اور نئے پولیس کے دستے بلوا کر یہ حکم دیا کہ تونسوی کو تقریر کے بعد فوراً گرفتار کر لیا جائے چنانچہ اجتماع گاہ کو پولیس نے گھیر لیا اور اختتام جلسہ پر حضرت تونسوی گرفتار کر لئے گئے مگر تمام سنی جلوس کی شکل میں ڈی سی کی عدالت میں پہنچ گئے۔ جلوس کے ہزاروں شرکاء کا جوش و خروش ان کے فلک شگاف نعرے، اور اس تحریک کے قائدین شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب فاضل دیوبند، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب، حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب جیسے علماء کے عزم و ہمت اور جرأت و حمیت کو دیکھ کر حکومت بے بس ہو گئی اس منظر سے حکام بے حد پریشان ہوئے کیونکہ حالات کنٹرول سے باہر ہوتے جا رہے تھے پولیس مجبوراً حضرت تونسوی کو ڈی سی کے پاس لے گئی ڈیرہ کا ڈی سی آپ کی بارعب شخصیت اور وجاہت کو دیکھ کر کھڑے ہو کر کہنے لگا یہی ہیں مولانا عبدالستار تونسوی صاحب...؟ پھر دم بخود ہو گیا... حضرت تونسوی نے پولیس کی حراست میں ڈی سی سے فرمایا:

''ڈی سی صاحب!

؎ یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

''اسلام کے اندر سب سے پہلی نیکی اور بنیادی عبادت تبلیغ دین ہی تو ہے جس کے لئے لاکھوں نبی مبعوث ہوئے، اس پر تو آپ نے پابندی لگا دی اور شیعہ کا ماتمی خنجر بردار جلوس جو کسی امام کی سنت ہے، نہ فرض، نہ واجب، نہ مستحب اس مروجہ جلوس کا ثبوت شیعہ کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے مگر اس جلوس پر کوئی قدغن نہیں.... مجھے پاکستان میں تبلیغ کرتے ہوئے پچاس سال ہوگئے ہیں آج تک کہیں بھی میری تقریر میں فساد نہیں ہوا جبکہ شیعوں کے خنجر بردار جلوس میں ہر سال پورے ملک میں فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے اس خودساختہ موجب فساد عبادت پر کوئی پابندی نہیں ...یہ سن کر ڈی سی نے آپ سے معذرت کی اور کہا کہ مجھے آپ کے بارے میں صحیح علم نہ تھا۔ شیعوں نے بتایا کہ تونسوی جب تقریر کرتا ہے تو آگ لگا دیتا ہے میں آپ کی گرفتاری پر بے حد شرمسار ہوں اور فوراً آپ کو رہا کر دیا''

(۳) مارشل لاء کے دور میں آپ نے فقہ جعفری کی حقیقت بیان کی تو آپ پر کئی ایسے دفعات لگا کر سنگین مقدمہ تیار کرلیا گیا جو ناقابل ضمانت تھا، پولیس اور فوج کے حساس ادارے آپ کی گرفتاری میں سرگرداں تھے۔ مخدوم العلماء حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب ؒ آف چکڑالہ پر خدا کروٹ کروٹ رحمتیں نازل فرمائے انکو جب اس کارروائی کا علم ہوا تو موصوف بے تاب ہوگئے اور فوراً کوئٹہ سے ایک بریگیڈیئر کو جو

حضرت کا خصوصی مرید تھا، طلب کر کے اسے فرمایا کہ:

''مولانا تونسوی اہل سنت کے سرخیل، نامور مناظر اور حق گو متکلم ہیں انکے خلاف جھوٹے مقدمات قائم کئے گئے ہیں جنہیں فوراً ختم کروائیں اگر تونسوی گرفتار ہوگیا تو سمجھنا کہ اللہ یار گرفتار ہوگیا ہے''

حضرت مرحوم کی خصوصی دعاؤں وفکر سے یہ مقدمات ختم ہوگئے۔

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

مظالم شیعہ:

علمائے امت نے ہر دور میں صرف ایمان ہی کو زاد راہ بنا کر عزم وارادے کے پیرہن میں پرچم اسلام کو بلند کیا جس کی پاداش میں انہیں طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔ اس راہ حق پر قدم قدم میں جن سنگلاخ وادیوں سے ان کا گزر ہوا اس راستے کی ہر شے گواہی دے گی کہ بادسموم کے تند وتیز جھونکے بھی ان مردان وفا کیش کے عزم و استقلال کی دیواریں نہ گرا سکے۔ روافض زمانہ نے یہودی مشن کی تکمیل کے لئے ہر دور میں علماء اور اہلسنت پر جو ظلم ڈھائے انکی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) زنادقہ (فرقہ قرامطہ اسماعیلیہ شیعہ) نے، جو اپنے زمانہ میں اہلسنت کے سخت دشمن تھے صاحب معاجم طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (م ۳۶۰ھ) پر انکی آخری عمر میں سحر کرا دیا کہ وہ احادیث سے زنادقہ شیعہ کا رد کرتے تھے اسی وجہ سے امام طبرانیؒ بصارت ظاہری سے محروم ہوگئے تھے۔ (قرۃ العیون ص ۴۷ مولانا محمد حنیف گنگوہی)

(۲) تاریخ کے کسی بھی طالب علم سے یہ مشہور اور دلسوز واقعہ مخفی نہیں ہوگا کہ خلیفہ ابواحمد عبداللہ، مستعصم باللہ (م ۶۵۶ھ) کا وزیر مؤید الدین ابن علقمی شیعہ اور خواجہ نصیر الدین طوسی شیعہ کی اسلام واہل اسلام کے خلاف دشمنی، کینہ اور تعصب کیوجہ سے عروس البلاد بغداد پر تاتاریوں کا حملہ ہوا اور چالیس دنوں تک مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم میں سولہ لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔

(ابن خلدون ص ۵۳۷، ج ۳، طبقات الشافعیۃ الکبری ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۵ ج ۵ طبع مصر)

جس طوسی خبیث شیعہ کی سازش سے مسلمانوں پر قیامت برپا ہوئی اس کے بارے میں ذرا خمینی شیعہ کی بھی راگنی سن لیجئے۔

> ”نصیر الدین طوسی کا تاتاریوں سے اشتراک اور ان کی خدمت اگر چہ بظاہر استعمار کی خدمت نظر آتی ہے مگر درحقیقت وہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد تھی“ (الحکومۃ الاسلامیہ ص ۴۶)

”کند ھم جنس باھم جنس پرواز“ کے بمصداق کس ڈھٹائی سے خمینی شیعہ طوسی ملعون کی ناپاک کارروائی کو خدمت اسلام سے تعبیر کر رہا ہے۔

بلبل ھمہ تن خوں شد و گل شد ھمہ تن چاک
اے وائے بہارے اگر این ست بہارے

(۳) حجۃ اللہ البالغۃ مترجم کے شروع میں مولوی محمد بارق کی تحریر کردہ مختصر سوانح حیات لگی ہوئی ہے اسمیں موصوف نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی آخری عمر میں دہلی پر ایک متعصب شیعہ نجف علی خان کا تسلط ہوگیا تھا، یہ مغل دربار کا آخری امیر تھا اس نے بہت سے علماء کو دردناک سزائیں دیں امیر شاہ خان (امیر الروایات) بیان کرتے

ہیں کہ اس نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تا کہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کرسکیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ مترجم۔۲۔احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص۲۹۹ از مولانا محمد اسیر ادروی)

(۴) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے جب شیعوں کے بارے میں انمول کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے نام سے تحریر فرمائی تو دنیائے رفض پر سکتہ طاری ہو گیا اور شیعیت نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن کوئی مجتہد شیعہ اس کتاب لا جواب کا جواب نہ لکھ سکا بالآخر انہوں نے حضرت شاہ صاحبؒ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ڈھا دیئے، شیعہ آپ کے گھر اور مسجد کے سامنے تعزیہ لے آتے اور تبرا بکتے رہتے شیعہ حاکم نجف علی خان اور اس کے گماشتوں نے آپ کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا، پھر آپکو دو مرتبہ زہر دیا گیا مگر مارنے والوں سے بچانے والا قوی ہے لیکن حضرت والا کی بینائی رخصت ہو گئی اور آپ کو برص و جذام کے امراض لاحق ہو گئے۔خون میں حدت بھی پیدا ہو گئی۔

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ص۷۴ ج۲)

چمن کا رنگ گو تو نے سراسر اے خزاں بدلا
نہ ہم نے شاخ گل چھوڑی نہ ہم نے آشیاں بدلا

(۵) ابن علقمی اور طوسی کی طرح ایران میں شیعوں کے امام خمینی نے بھی وہاں کی بیالیس فیصد مظلوم سنی عوام کو گولیوں کا نشانہ بنایا، لاکھوں افراد اہلسنت اور ہزاروں سنی علماء قتل کر دیئے گئے ایران کے دارالخلافہ تہران میں آج تک سنیوں کو ایک بھی مسجد بنانے کی اجازت نہیں ملی جبکہ وہاں ہندوؤں کے مندر ، عیسائیوں کے چرچ اور یہودیوں اور سکھوں کے عبادت خانے تک موجود ہیں۔مگر افسوس کہ پھر بھی بعض سنی تعلیم یافتہ ،

خمینی کے خوشنما نعروں سے متاثر ہو کر اسے اسلامی انقلاب گردانتے رہے۔ خمینی انقلاب کے بعد ایران مستقل طور پر شیعہ سٹیٹ بنا دیا گیا ہے جسمیں صدر اور وزیر اعظم کا اثنا عشری شیعہ ہونا ضروری ہے، حالانکہ ایران میں شیعہ آبادی ساٹھ فیصد سے زیادہ نہیں اور اس کے برعکس پاکستان میں سنی آبادی ستانوے فیصد ہے اور شیعہ آبادی دو سے تین فیصد! مگر آج تک اہل سنت کے مطالبہ کے باوجود پاکستان کو کوئی نام نہاد دین دوست حکمران اسلامی سنی سٹیٹ نہیں بنا سکا۔

؎ کیے اس پیار پر بھی آپ نے لاکھوں ستم ہم پر
خدا نخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا ہوتے؟

(۶) ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے کہ حضرت تونسوی راجن شاہ ضلع لیہ، جو کہ شیعہ آبادی کا مرکز ہے، میں سنی اجتماع سے خطاب کر رہے تھے کہ دوران خطاب اولاد علیؓ کے تذکرہ میں آپ نے فرمایا ''کہ سیدنا حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا تھا، یہ سنتے ہی ایک شیعہ مسمی مولہا شاہ بیخ پا ہو کر کھڑا ہوا اور پستول نکال کر کہنے لگا، تونسوی اگر آپ نے دوبارہ یہ بات کہی تو آپ کو گولی مار دوں گا، حضرت تونسوی نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اسے فرمایا ''او دشمن اہل بیت! پہلے میری بات غور سے سن، پھر بے شک گولی مار دینا، عمرؓ، علیؓ کے داماد ہیں تجھے غصہ کس بات کا ہے؟ یہ بات میں نے نہیں کہی بلکہ تمہارے شیعہ مجتہد اعظم محمد بن یعقوب کلینی نے فروع کافی ص ۱۴۱، ج ۲ میں لکھی ہے آپ نے فروع کافی نکال کر اس کا حوالہ پڑھا، ''باب فی تزویج ام کلثومؓ''...... اس میں دو روایتیں موجود ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ تہذیب ص ۳۸۰ ج ۲، مجالس المؤمنین ص ۸۷، مصائب النواصب ص ۱۶۹، کتاب الشافی ص ۲۱۶ اور منتہی الآمال ص ۱۰۸،

مرأۃ العقول ص ۴۴۸ پر صراحت موجود ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا تھا، یہ سب کچھ سننے کے باوجود ظالم شیعہ نے جو دراصل قتل کے ارادے سے آیا تھا، ریوالور سے فائر کر دیا مگر خدا کی شان کہ گولی حضرت کے قریب بائیں طرف سے گزر گئی اس کے باقی فائر بالکل ہی مس ہو گئے۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے سازشی شیعوں نے فائرنگ کی اور مجمع میں سینگ والا ناد بجانا شروع کر دیا جس سے ہر طرف خوف وہراس پھیل گیا، اس دن حضرت تونسوی محترم غلام حسین مجاہد صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے تھے واپسی پر شیعوں نے آپ کا پیچھا کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس نامساعد حالات کے باوجود روافض کے ان ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور صاحب دعوت بڑی حکمت عملی سے آپ کو بعافیت واپس لائے۔

(۷) اہل تشیع کے جادوگر قسم کے لوگوں نے کئی مرتبہ حضرت کو سحر کے ذریعے تکلیف پہنچانے کی کوشش کی حتی کہ دوران تقریر سحر کے ذریعے آپ کی زبان کو بند کرنے کی مذموم کوشش بھی کی گئی، جس کا اثر حضرت نے محسوس کیا، چونکہ آپ خود اپنے مشائخ کی اجازت سے مخصوص وظائف اور عملیات کا اہتمام فرماتے ہیں اور آپ کی اجازت سے آپ کے صاحبزادے بھی قرآنی عملیات میں خاصی مہارت رکھتے ہیں تو دشمن کے سحر وکافر جنات کے اثرات کو زائل کیا گیا۔

(۸) ملک بھر میں آئے دنوں شیعوں کی تخریب کاریوں اور فقہ جعفریہ کے راگ الاپنے پر حضرت تونسوی کے پرزور ردعمل سے شیعیت بوکھلا اٹھی، یہاں تک کہ لاہور میں شیعوں نے حضرت تونسوی کی قلمی تصویر تیار کر کے اور ان کے چند حلیوں کی نشاندہی کے ساتھ ایک پمفلٹ شائع کیا اور یوں حضرت کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، جس پر سنی عوام اور

پرسنی عوام اور علماء کرام نے خوب احتجاج کیا، اس حوالے سے مولانا احسان اللہؒ فاروقیؒ شہیدؒ کی جرأت مندانہ خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، جنہوں نے بانگ دہل شیعہ کی اس سازش کو بے نقاب کیا، اور بے حس حکومت کو خبردار کیا کہ وہ ایسے غنڈہ عناصر کی روش پر کڑی نظر رکھے، مگر خدا جس کی حفاظت کرے کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

موحد چہ در پائے ریزی زرش
چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زِ کس
برین ست بنیاد توحید و بس

(۹) حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے جامع مسجد جھنگ میں ۱۶ فروری ۱۹۹۰ء کے خطبہ جمعہ میں اہل تشیع کی اس سازش کو بے نقاب کیا کہ:

"مجھے مخصوص سرکاری ذرائع سے مصدقہ اطلاع ملی ہے کہ ایران میں پاکستان کی تین نامور شخصیات کے قتل کا منصوبہ تیار ہوا ہے۔ جو آدمی انہیں قتل کرنے میں کامیاب ہوگا اسے ہر شخص کے بدلہ میں پانچ لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ ان شخصیات کے نام یہ ہیں:-

الف- علامہ محمد عبدالستار تونسویؒ

ب- مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ

ج- مولانا حق نواز جھنگویؒ

اس کام کیلئے ایران کے تربیت یافتہ مسلح افراد پاکستان کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں، اس حوالے سے میں نے صدر غلام اسحاق خان کو خط بھی لکھا ہے

مگر حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگی"

چنانچہ اس انکشاف کے چند روز بعد ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء کو مولانا حق نواز مرحوم شہید کر دیئے گئے۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز

کاں سوختہ جان شد وآواز نیامد

ایک گہری سازش

پاکستان بھر میں جب اہل سنت پر شیعہ مظالم کی انتہا نہ رہی متعدد شہروں میں علماء وعوام کو قتل کیا جانے لگا، اور کوئٹہ کا روح فرسا واقعہ رونما ہوا جہاں شیعوں نے ظلم وتشدد کی انتہا کر دی اور وہاں ایران سے آئے ہوئے اسلحہ کے کئی ٹرک حکومت پاکستان نے پکڑ لئے تو علماء نے کانفرنسوں کے ذریعے ملک بھر میں احتجاج کیا جن میں سات فروری ۱۹۸۶ء بروز جمعۃ المبارک جھنگ صدر میں مولانا حق نواز صاحب جھنگوی ؒ نے آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس منعقد کی اور دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی اور تمام مکاتب فکر کی نامور شخصیات نے اس میں شرکت کی، وہاں لاکھوں سنیوں کے عظیم تاریخ ساز اجتماع سے حضرت علامہ تونسوی مدظلہ نے بصیرت افروز بیان فرمایا جس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

"سنیو! آج میں آپ کو شیعہ کی گہری سازش سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ شیعوں کے نامور مجتہد باقر مجلسی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب ہمارے امام مہدی ظاہر ہوں گے تو وہ سورج کے سامنے ننگے ظاہر ہوں گے،

وہ کئی کارنامے سرانجام دیں گے، سب سے پہلے مہدی کے ہاتھ پر امام الانبیاء بیعت کریں گے، پھر حضرت علیؓ۔ دوسرے، امام مہدی حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ کو زندہ کریں گے پھر انہیں سولی پر چڑھائیں گے، اور انہیں جلا کر ان کی خاک سمندروں میں اڑا دیں گے۔ تیسرے، امام مہدی حضرت عائشہؓ کو زندہ کریں گے انہیں کوڑے ماریں گے اور ان پر حد لگائیں گے، اور حضرت فاطمہؓ کا انتقام لیں گے۔ چوتھے، اس ساری کارروائی کے علاوہ امام مہدی تمام کفار سے پہلے سنی علماء وسنی عوام سب کو قتل کر دیں گے (نعوذ باللہ من شرورہم) (دیکھئے شیعہ کی نامور کتاب حق الیقین ص ۳۴۷-۳۶۰)

پاکستان کے مظلوم سنیو!

یہی وہ اکسیر اعظم ہے جس پر طوسی، ابن علقمی اور خمینی عامل رہے، اور ایرانی شیعہ گماشتے پاکستان میں اپنا مذہبی فریضہ ادا کرنے کیلئے سنیوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔

حکمرانو! تم بھی سنو، شیعہ مذہب یہی ہے، میں آپ کو اس گہری سازش سے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ عبداللہ بن سبا یہودی جو رفض کا بانی تھا، کی ذریت آج بھی اسی مشن کی تکمیل کر رہی ہے۔

ستم گر تجھ سے امید وفا ہوگی جنہیں ہوگی
ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے؟

فقہ جعفریہ کا شور

۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۹۷۹ء میں جب شیعہ امام خمینی ایران میں برسر اقتدار آیا تو اس نے اسلام کے خوشنما نعرے سے لوگوں کو دھوکا دیا، یہاں تک کہ عوام اس کے دام تزویر میں جکڑے گئے، مگر درحقیقت یہ انقلاب شیعہ انقلاب تھا نہ کہ اسلامی۔ ادھر پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اقتدار سنبھالتے ہی اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کردیا جس سے روافض کے ہاں صف ماتم بچھ گئی کہ اگر یہاں اسلام نافذ العمل ہو گیا تو ہمارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ کیونکہ شیعہ ہمیشہ اپنے لئے اسلام کو خطرے کا نشان سمجھتے رہے اس لئے اسلامی قوانین کے نفاذ کو غیر یقینی بنانے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ بھٹو کے دور میں انہوں نے اپنا کلمہ الگ شائع کیا، جس میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ... کا اضافہ کیا گیا، پھر قرآن وسنت کے واضح حکم پر کہ چور کا پورا ہاتھ کاٹا جائے۔ شیعوں نے اسکی خوب مخالفت کی، حتیٰ کہ بھٹو سے اپنی دینیات علیحدہ منظور کرالی۔ اس بات نے یہ ثابت کردیا کہ شیعہ وسنی اختلاف صرف مسلکی اختلاف نہیں بلکہ اصولی اختلاف ہے اسی طرح ضیاء الحق کے دور میں شیعوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا پھر جونہی اسلامی نظام کی بات ہوئی تو اہل تشیع نے پاکستان میں خمینی کی شہ پر فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ شروع کردیا اس تحریک کی قیادت مفتی جعفر حسین شیعہ نے کی۔ اس وقت علماء حقہ نے عوام وخواص اور حکومت وقت کو فقہ جعفریہ کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ حضرت تونسوی مدظلہ نے اس بارے میں ایک جامع رسالہ بنام ''حقیقت فقہ جعفریہ'' تصنیف فرمایا، ہم یہاں اس کی تلخیص قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حقیقت فقہ جعفریہ

مملکت خداداد پاکستان میں یوں تو سینکڑوں دینی و دنیاوی اور سیاسی و معاشی فتنے کھڑے کئے جا رہے ہیں مگر موجودہ وقت میں فقہ جعفریہ کا فتنہ سب سے زیادہ سنگین ہے...صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد... ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو نظام عشر و زکوٰۃ کے ساتھ حدود و تعزیرات شرعیہ کے نفاذ اور شرعی عدالتیں قائم کرنے کا اعلان کر دیا، اس اعلان سے اگر یہود و نصاریٰ اور دیگر اسلام دشمن عناصر میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکتی تو کچھ تعجب و حیرت کی بات نہ ہوتی۔ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس اعلان کے بعد شیعہ عوام جہلاء تو کیا ان کے خواص، رؤساء، وکلاء، علماء و مجتہدین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی اور سب نے اسلامی نظام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا، اور اس فتنہ کیلئے فقہ جعفری کے مطالبہ کو آڑ بنایا گیا، حالانکہ یہ ایک ایسا مطالبہ ہے جو شیعہ مذہب کی اساسی تعلیمات اور اس کے بنیادی اصول و عقائد کی رو سے سراسر باطل اور یکسر غلط ہے۔ بلکہ شیعہ مذہب کے احکام کی صراحتاً خلاف ورزی اور اس سے روگردانی و بغاوت کے مترادف ہے۔ کیونکہ شیعہ مذہب کی ایک دو نہیں متعدد روایات میں یہ عقیدہ راسخہ باور کرایا گیا ہے کہ حضور پر نور ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ نے (نعوذ باللہ) سارے دین کو بگاڑا اور قرآن مجید میں تغیر و تبدل کر کے کفر کے ستون کھڑے کر دیئے تھے۔ (احتجاج طبرسی شیعہ)

اور جب حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت راشدہ کا دور آیا تو شیعہ عقائد کے مطابق

انہوں نے سابقہ احکام وقوانین (جو بقول شیعہ خلاف قرآن وسنت تھے) انکی اصلاح کرنے اور انکو اصلی اسلامی صورت میں جاری کرنے سے یہ کہہ کر صاف انکار فرمایا کہ اگر میں ان کی اصلاح کردوں تو میری جماعت مجھ سے جدا ہو جائے گی۔ بلکہ جب انکی خدمت عالیہ میں بعض خواص نے بدلے ہوئے قرآن مجید کو درست کرنے کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا آج اس کا موقع نہیں کہ قرآن کی اصلاح کر کے عوام میں ہیجان پیدا کیا جائے۔ (مقبول ترجمہ ص ۱۰۶۷، فروع کافی ص ۲۹ کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنو)

قرآن کی اصلاح صاحب الامر امام مہدی کریں گے (اصول کافی ص ۶۷۱)

اور اماموں نے ہمیشہ دین کو چھپانے کی تاکید کی ہے۔ (اصول کافی ص ۴۸۳)

پس شیعوں اور مفتی جعفر حسین کو ائمہ کی طرح اوران کے حکم کے مطابق تقیہ جیسی عبادت پر عمل کرتے ہوئے نو حصے دین کے حاصل کرنے چاہئیں۔

(اصول کافی ص ۴۸۲، ۴۸۴، ۴۸۵) (کشف الغمہ ص ۳۴۱)

یہ شیعہ مذہب کی معتبر کتابوں کے بے شمار حوالوں میں سے چند حوالے ہیں جن سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ

(الف) حضرت علیؓ اور دیگر وہ تمام اکابر جنکو شیعہ مذہب ''ائمہ معصومین'' کہتا ہے۔ اہل سنت کے طریقے پر ہی عمل کرتے تھے اور اپنے ماننے والوں کو بھی اسکی تاکید ووصیت فرماتے تھے۔

(ب) شیعہ عقیدے کے مطابق امام مہدی کے آنے سے پہلے شیعی عقائد اور فقہ جعفریہ کو ظاہر کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں بلکہ جو شخص ایسی حرکت کرے گا وہ ائمہ کرام کے دین ومذہب سے خارج ہے۔

(ج) حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں اور دیگر ائمہ کرام نے اپنے دور حیات میں فقہ جعفریہ کو نافذ نہیں کیا، نہ خود اس پر عمل کیا، نہ شیعوں کو اس پر عمل کرنے دیا بلکہ اس پر عمل کرنے والوں کو مخذول وملعون اور دین وایمان سے خارج قرار دیا۔

(د) ائمہ کرام فقہ جعفریہ کو تو کیا نافذ کرتے انہوں نے قرآن مجید کی ان غلطیوں اور تحریفوں کو بھی درست کرنا جائز نہیں سمجھا جو بقول شیعہ، صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید میں داخل کر دی تھیں (معاذ اللہ)۔

کیا آج کے شیعہ، حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ اہل بیت سے زیادہ مؤمن، دین دار، متقی اور بہادر ہیں، جو فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کر کے خواہ مخواہ پاکستان میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا کر حکومت وعوام کو پریشان کر رہے ہیں۔ مفتی جعفر حسین وغیرہ کو خود اپنے شیعہ مذہب اور ائمہ معصومین کی ہدایات کی رو سے فقہ جعفریہ کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں، ان کا یہ مطالبہ پاکستان میں اسلامی نظام کو ناکام بنانے کی ایک سازش ہے...... ورنہ یہ سوچنے کی بات ہے کہ فقہ جعفریہ کا مطالبہ اسلامی نظام کے اعلان کے بعد ہی کیوں شروع ہوا؟ اگر واقعتاً یہ شیعہ مذہب کے دین وایمان کا تقاضا تھا تو اس سے پہلے بھی کسی دور میں شیعوں نے یہ مطالبہ ضرور پیش کیا ہوتا، مگر دنیا جانتی ہے کہ اس سے پہلے اس مطالبہ کا نام بھی کسی نے نہیں سنا، انگریزوں کے دور میں اہل سنت مجاہدین نے انگریزی طاغوت کے خلاف جہاد کیا اور بالآخر انگریز کو ملک بدر ہونے پر مجبور کر دیا، مگر انگریزوں کے زمانے میں شیعوں نے کبھی فقہ جعفریہ کا مطالبہ نہیں اٹھایا۔ قیام پاکستان کے بعد مسٹر لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین، سہروردی، غلام محمد، چوہدری محمد علی، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان، حتیٰ کہ شیعہ نواز بھٹو کے زمانے میں کبھی یہ مطالبہ سننے میں آیا...؟ ہرگز نہیں، اب اسلامی

نظام کا نام سنتے ہی یکا یک شیعوں کی رگ ایمانی کیوں پھڑک اٹھی؟ اور جوش وخروش کا لاوا کیوں پھوٹنے لگا؟ کیا اس پس منظر میں دیکھنے سے یہ حقیقت صاف طور پر نظر نہیں آتی کہ کوئی سازش ہے۔ شیعوں کو فقہ جعفریہ سے دلچسپی ہوتی تو وہ پہلے بھی کبھی اس کا اظہار کرتے یہ فقہ جعفریہ کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے محض ملک وملت کی عداوت اور اسلامی نظام کو ناکام بنانے کیلئے ہو رہا ہے...

اور یہ امر بھی غور طلب ہے کہ فقہ جعفریہ کی حقیقت کیا ہے؟ یہ نہ تو آنحضرت ﷺ سے منسوب ہے نہ حضرت علیؓ سے نہ حضرات حسنینؓ کریمین سے، نہ امام زین العابدینؒ سے، نہ امام محمد باقرؒ سے، اسے صرف امام جعفر صادق کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے'' (پھر قابل ذکر بات یہ ہے کہ فقہ کا ماخذ قرآن وسنت ہے جبکہ شیعہ قرآن مجید کے منکر ہیں جب ماخذ ہی قابل اعتماد نہ ہو تو ماخوذ کی کیا حیثیت ہوگی؟ نیز فقہی مسائل کا استنباط واجتہاد ایک مجتہد کا منصب ہے نہ کہ امام معصوم کا۔ عند الشیعہ امام جعفر صادق تو امام معصوم، مفترض الطاعۃ، اور مامور من اللہ تھے ان کے فرامین کی حیثیت، حدیث کی ہونی چاہئے نہ کہ فقہ کی ...تو امام جعفر صادق کی فقہ کہاں سے آئی...؟ (مؤلف)

؎ ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ - لاحول ولاقوۃ الا باللہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ فقہ واقعی امام جعفر صادقؒ کی فقہ ہے یا ان پر افتراء وبہتان ہے؟ ہم سو فیصد یقین کے ساتھ دعوی کرتے ہیں کہ یہ فقہ ائمہ کرام کی نہیں بلکہ دشمنان اسلام اور دشمنان اہل بیت کی اختراع ہے جسے کذب وافتراء کے طور پر امام جعفر صادقؒ سے منسوب کر دیا گیا ھے۔ حضرت جعفر صادق اہل سنت تھے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق کے نواسے تھے۔ (کشف الغمہ ص ۲۲۴ مطبوعہ ایران)

اب ہم اس حقیقت کیطرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ امام جعفر صادق ؒ کس فقہ پر عمل پیرا تھے؟ آیا انہیں شیعوں کی نام نہاد فقہ جعفریہ سے کوئی ادنیٰ سا تعلق بھی ہے....؟ یقین کیجئے کہ امام جعفر صادق نے نہ اس فقہ کو دیکھا ہے نہ اس نام کا کوئی مجموعہ تیار کیا ہے! فقہ جعفریہ کے نام سے جو فقہ مشہور کی گئی ہے یہ محض دشمنان اسلام کی ایجاد ہے جسے نفاذ اسلام کے مقابلے میں پیش کیا گیا ہے...اسے پاکستان میں قرآن وسنت کے مقابلے میں کیونکر نافذ کیا جا سکتا ہے.... جس طرح یہودی حضرت موسیٰ کے دین پر ہونے کا اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے دین پر ہونے کا جھوٹا دعوی کرتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی حضرت امام جعفر صادقؒ کی طرف فقہ جعفریہ کو منسوب کر کے محض افتراء کرتے ہیں....
علاوہ ازیں فقہ جعفریہ کا امام جعفر صادقؒ کی طرف انتساب دو صورتوں میں صحیح ہو سکتا تھا، ایک تو یہ کہ انہوں نے فقہ کا کوئی مجموعہ خود تصنیف کیا ہو یا اپنے شاگردوں سے املاء کرایا ہو دوسری صورت یہ ہو سکتی تھی کہ ان کے فقہی ارشادات معتبر راویوں کے ذریعے نقل کیے گئے ہوں مگر شیعوں کی نام نہاد فقہ جعفریہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہیں کیونکہ اس فقہ کا مدار چار کتابوں پر ہے۔

اول: "کتاب الکافی" مصنفہ ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی (م ۳۳۰ھ)

دوم: "کتاب من لا یحضرہ الفقیہ" مصنفہ محمد بن علی ابن بابویہ قمی (م ۳۸۱ھ)

سوم: "کتاب استبصار" مصنفہ محمد حسن طوسی (م ۴۶۰ھ)

چہارم: "تہذیب الاحکام" (یہ بھی طوسی کی تصنیف ہے)

جبکہ امام جعفر صادق کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی اور ان چاروں کتابوں کو انکی وفات کے دو تین سو سال بعد تصنیف کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ جعفریہ پر کوئی کتاب

نہ امام جعفر صادق نے تصنیف فرمائی نہ دیگر ائمہ نے...

اب رہی دوسری صورت! تو ان کتابوں میں ائمہ کے اقوال جن راویوں کے حوالے سے درج ہیں ان میں سے شیعوں کے رئیس واکابر راویوں کا حال شیعہ کی معتبر کتب سے سن لیجئے کہ انکی روایات کس قدر جھوٹ، افتراء، اور جعل سازی کا طوفان ہیں۔

(۱) شیعہ راوی جو ائمہ کرام کی ولایت کے نعرے لگاتے تھے وہ صدق وراستی اور امانت ووفا کی صفات سے محروم تھے۔ (اصول کافی ص ۲۳۷)۔

(۲) شیعہ راویوں میں دیانت وامانت اور صدق وراستی کے فقدان کا نتیجہ تھا کہ وہ بے سروپا، متضاد اور متعارض باتیں خود تصنیف کر کے ائمہ کیطرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ (اصول کافی ص ۳۷)

(۳) خود ائمہ کرام بھی ان شیعہ راویوں کے جھوٹ اور افتراء پردازی سے نالاں تھے۔ (رجال کشی ص ۹۰)

(۴) شیعہ راوی علی العموم ائمہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے میں مشاق تھے، مگر ان میں زرارہ وابوبصیر وغیرہ جو بیشتر شیعہ روایات کے راوی ہیں دونوں کذاب، فتنہ پرداز تھے، جن پر ائمہ نے لعنت کی ہے۔

(رجال کشی ص ۹۰، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۵، ۱۱۶)

(فروع کافی ص ۵۲ ج ۳) (اصول کافی ص ۲۳۷، ۵۵۷)

انصاف فرمائیے کہ جن شیعہ راویوں نے فقہ جعفریہ کو جنم دیا، جب وہ ائمہ کو گمراہی میں رہنے والے، گمراہی سکھانے والے، اختلاف کرانے والے، طماع، لالچی،

اور ناقص العلم سمجھتے تھے اور ائمہ کرام ان کو ملعون، یہود نصاریٰ سے بدتر، جھوٹے، خودغرض اور مرتد تصور کرتے تھے۔ (فروع الکافی کتاب الروضہ ص ۱۰۷) تو کیا اس فقہ سے ائمہ کرام خصوصاً امام جعفر صادق ؒ سے کوئی دور کا بھی واسطہ ہو سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

فیصلہ کن بات

اگر شیعہ پوری دیانت داری سے اس فقہ کو اپنے خیال میں حضرت امام جعفر صادق ؒ کی اصل فقہ سمجھتے ہیں تو پھر انہیں اپنی اذان سے "علي ولي الله ووصي رسول الله وخليفته بلا فصل" کا فقرہ حذف کر دینا چاہئے، کیونکہ یہ فقہ جعفریہ سے ثابت نہیں۔ کتب شیعہ میں مرقوم ہے کہ یہ فقرہ مفوضہ نے ایزاد کیا، خدا کی ان پر لعنت ہو (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۵۹)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کلمہ طیبہ یا اذان میں "علی ولی اللہ... کا فقرہ بڑھاتے ہیں اور وہ اسے ایمانیات کا جزو تصور کرتے ہیں وہ فقہ جعفریہ کی رو سے لعنت خداوندی کے مستحق ہیں اس لئے کہ بارہ اماموں میں سے کسی امام نے نہ یہ کلمہ پڑھا اور نہ اسکے اضافے کی اجازت دی، بلکہ یہ اس ملعون مفوضہ ٹولے کی حرکت ہے۔ جس نے اسلام کی اذان کو بھی جھوٹ سے پاک نہیں رہنے دیا۔ اسی طرح تعزیہ، تابوت، علم، دلدل اور گھوڑے کا جلوس وغیرہ امام جعفر صادق ؒ یا کسی اور امام نے نہیں نکالا ور نہ ہی اسکا حکم دیا پس اگر شیعہ اپنی فقہ جعفریہ کے پابند ہیں تو کلمہ و اذان میں اضافہ اور محرم کا جلوس، تعزیہ، علم اور دلدل کی تمام رسومات کو چھوڑ دیں ورنہ فقہ جعفریہ کا نعرہ لگا کر فتنہ و فساد برپا نہ کریں۔

وما علينا إلا البلاغ المبين

یہ وہ حقائق، دلائل اور براہین تھے جنہیں حضرت تونسوی مدظلہ نے نہ صرف تحریراً بلکہ شہر بہ شہر اور قریہ قریہ میں جا کر تقریر کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا اور اہل سنت کو بیدار کیا جس سے حقیقت آشکارا ہوگئی۔ دلائل کی دنیا میں کوئی شیعہ مجتہد حضرت تونسوی کی کسی دلیل کو رد نہ کر سکا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ لوگ جو اپنے ائمہ کرام کیطرف کذب وافتراء اور دجل وفریب کی نسبت کرتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتے۔ ان کیلئے اپنے مخالف پر تبرا بکنا، گالیاں دینا، اور جھوٹے الزامات سے واویلا کرنا کونسی نئی بات ہے۔ اس کے ساتھ ہی شیعوں نے ہر شہر میں جلوس، ہنگامے برپا کر کے فقہ جعفریہ کے نعرے کو تقویت دینے کی سعی مذموم کی۔ اور دارالحکومت اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کیا حکومت کو عوام کیطرف سے قرار دادیں بجھوائیں حتی کہ اسلام آباد سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کیا، جلاؤ گھیراؤ کے ذریعے حکومت پر دباؤ ڈالنے کی کوششیں کیں۔ ان نازک حالات میں حضرت تونسوی مدظلہ نے بھی صدر جنرل ضیاء الحق صاحب سے ملاقات کا پروگرام بنایا تاکہ حکومت کو حقیقت حال سے آگاہ کیا جا سکے۔

جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے ملاقات

حضرت والا، علماء کرام کا ایک وفد اپنے ہمراہ جنرل صاحب کی ملاقات کیلئے لے گئے۔ دوران ملاقات آپ نے جنرل صاحب کو نفاذ اسلام کے اعلان پر مبارکباد دی کہ وہ اگر اس اعلان میں مخلص ہیں تو تمام علماء وعوام اہل سنت ان شاء اللہ ان کا پورا پورا ساتھ دیں گے (مگر افسوس کہ اس اعلان کے بعد عملاً کوئی پیش رفت نہ ہو سکی)۔

فالی اللہ المشتکی

دوسرے، آپ نے جنرل صاحب کو شیعہ عقائد، مطاعن اور معائب سے آگاہ کیا اور انہیں شیعہ کا اصل لٹریچر بھی دکھایا جس سے جنرل صاحب کانپ اٹھے اور کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہنے لگے العیاذ باللہ ایسے کفریہ عقائد تو شاید کسی کے نہ ہوں۔

تیسرے، حضرت تونسوی مدظلہٗ نے انہیں شیعہ کی گہری سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے نام نہاد فقہ جعفریہ کی حقیقت سے روشناس کرایا، اور ساتھ ہی بتایا کہ جب ہمارا ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے تو اسمیں قرآن وسنت کے نظام کا نافذ ہونا ہی ناگزیر ہے۔ اسلامی قوانین کے اعلان پر شیعوں کیطرف سے فقہ جعفریہ کا مطالبہ کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ انکی فقہ خود ساختہ ہونے کے باعث اسلامی آئین کے متضاد ہے اس لئے یہ اہل اسلام کیلئے قطعاً قابل قبول نہیں۔

چوتھے، پاکستان میں ستانوے فیصد اہل سنت کی واضح اکثریتی آبادی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہی کے مذہب ومسلک کو عملاً نافذ ہونا چاہئے نہ کہ اقلیت کے نظریات کو۔

جنرل صاحب نے اس محققانہ، منصفانہ گفتگو کو بطیب خاطر سن کر حضرت تونسوی کا شکریہ ادا کیا کہ جہاں آپ نے اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کی، وہاں ہماری معلومات میں اضافہ کے ساتھ حوصلہ افزائی بھی فرمائی، مگر ساتھ ہی کہا کہ آپ سے دو اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں....

اول یہ کہ ایران کے امام خمینی نے مجھے کہا کہ پاکستان میں ہمیں دو آدمیوں سے شدید خطرہ ہے، لہذا آپ ان پر کنٹرول کریں، ایک چکوال کے قاضی مظہر حسین صاحب اور دوسرے ملتان کے مولوی عبد الستار تونسوی صاحب... نامعلوم وہ آپ سے کیوں خائف ہیں؟

دوم یہ کہ مفتی جعفر حسین شیعہ میرے ساتھ چھ بار ملاقات کر چکے ہیں جبکہ آپ سے آج میری پہلی ملاقات ہے۔ اسپر حضرت تونسوی مدظلہ نے فرمایا، جنرل صاحب! حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ ہمارے اکابرین میں سے ہیں وہ خالص دین اسلام کی محنت کر رہے ہیں ان کا مشن بھی صحابہؓ کی وکالت اور اہل سنت کا دفاع ہے مگر دشمن غلط پروپیگنڈہ سے انہیں بدنام کرنا چاہتا ہے اور اس ناکارہ نے بھی صحابہؓ کی غلامی کو راہ نجات سمجھا ہوا ہے خمینی شیعہ جو کہ دولت وحکومت کے بل بوتے اسلام دشمنی پر کمر بستہ ہے، اور پاکستانی شیعہ، خمینی کے اشارے پر کام کرتے ہیں اور اسی کی شہ پر علیحدہ فقہ کا مطالبہ کر رہے ہیں یہاں کے شیعوں نے اپنے جلوسوں میں کئی مرتبہ پاکستان مردہ باد، ضیاء الحق مردہ باد، خمینی زندہ باد اور حکومت ایران زندہ باد کے نعرے لگا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ شیعوں کا پاکستان سے نہیں بلکہ حکومت ایران سے تعلق ہے۔ جنرل صاحب! آپ ان باتوں پر کڑی نظر رکھیں۔ پھر یہ بات بھی آپ کے علم میں ہے کہ خمینی وہاں کے سنیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا رہا ہے اور ادھر ہمارِے ملک میں مداخلت کر کے یہاں کی پر امن فضا کو مکدر کرنا چاہتا ہے، اسکی یہ روش کہاں تک درست ہے؟ مگر اس جبر واستبداد کے باوجود بھی وہ حق کی آواز سے خائف ہے، حالانکہ ہم فقیروں کے پاس نہ دولت ہے نہ ثروت، نہ اسلحہ ہے نہ حکومت...

جنرل صاحب! ماشاءاللہ آپ وسیع اختیارات رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ شیعہ خمینی کو آپ یہاں بلا کر ہمیں اس سے بات چیت کرنے کا موقع فراہم کریں تا کہ حق و باطل کا فیصلہ ہو سکے اور ان کے خوف کا بھی ازالہ ہو، یا پھر حکومت پاکستان مجھے مناظرہ کیلئے ایران لے جائے۔ وہاں انکے تمام مجتہد جمع ہوں میں شیعہ کتب اصلیہ سے انکا کفر ثابت

نہ کرسکوں تو حکومت ایران مجھے گولی ماردے، میرا خون معاف ہوگا۔

بصورت دیگر اگر اثنا عشری شیعہ و خمینی کا کفر وارتداد، دجل وفریب کھل کر سامنے آجائے تو ان کے بارے میں آپکو ہی عادلانہ فیصلہ کرنا ہوگا۔ باقی مفتی جعفر حسین آپ سے ملاقاتیں کررہا ہے اسکی بھی ایک ملاقات آپ میرے ساتھ کرادیں، انشاء اللہ آپکے سامنے نام نہاد فقہ جعفریہ کی حقیقت آشکارا ہوجائیگی"۔

اس پر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا کہ تونسوی صاحب! جو لوگ آپکے نام سے خائف ہیں وہ آپ سے بات چیت کیسے کرسکتے ہیں..؟

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اثنا عشری شیعہ کے بارے میں

علماء کرام کا متفقہ فیصلہ

جو شخص اسلام کے تمام متواترات و مسلّمات کو مانتا ہو تو وہ مسلمان ہے، اور جو شخص ضروریات اسلام میں سے کسی ایک کا منکر ہو وہ پورے دین کا منکر و مکذب ہے اس لئے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ عموماً یہ غلط فہمی عام لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ شیعہ مذہب کو اسلام کے اندر مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ تصور کرتے ہیں۔ یہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ شیعہ کی کتب اصلیہ نایاب تھیں اور ان کے عقائد و نظریات کا کسی کو علم نہ ہو سکا، دوسرے یہ کہ شیعہ مذہب پر کتمان و تقیہ کی سیاہ چادر تنی رہی، ورنہ شیعہ مذہب نہ صرف بے شمار ضروریات دین کا منکر ہے بلکہ اس کا کلمہ سے لیکر قرآن تک مسلمانوں سے الگ ہے ان کو مسلمان کہنا خود اسلام کی نفی ہے۔

اس لئے علماء محققین نے شیعہ امامیہ کی تکفیر کا فتوی دیا مگر ضرورت اس بات کی تھی کہ عصر حاضر کے علماء اس بارے میں اپنا موقف واضح کریں، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پندرھویں صدی میں شیعہ کے امام خمینی نے جہاں اپنے شیعوں کیلئے دولت و اسلحہ کو عام کیا وہاں شیعہ مذہب کی نایاب کتابوں کو بھی دوبارہ شائع کیا اور خمینی نے اپنی تصنیفات میں انہی کتب کی ترجمانی کر کے اپنے عقائد کو واضح کر دیا جس سے ان کے اصلی نظریات و مقاصد کھل کر سامنے آئے۔ ہندوستان میں مخدوم العلماء مولانا محمد منظور صاحب نعمانی"

نے اس بارے میں ''ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت'' کے نام سے کتاب لکھ کر شیعیت کے اصلی خدو خال کو آشکارا کیا، اور تمام علماء نے فتویٰ دیا کہ اثنا عشری شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

پاکستان میں اس کام کی توفیق حق تعالیٰ سبحانہ نے حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ؒ مفتی اعظم پاکستان اور حضرت مولانا علامہ محمد عبدالستار تونسوی مدظلہ کو عطا فرمائی، جنہوں نے ۸ صفر ۱۴۰۷ھ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون کراچی میں پاکستان کے نامور علماء کرام و مفتیان عظام کو جمع فرمایا، اور شیعہ و خمینی کے عقائد باطلہ پر غور وخوض کیا واضح رہے کہ اس اجلاس میں حضرت تونسوی صاحب شیعہ کا تمام لٹریچر ساتھ لے گئے تھے اور انہوں نے روافض کے کفریہ عقائد، مطاعن، معائب اور اسلام، قرآن، صحابہ ؓ ازواج مطہرات ؓ کے خلاف ان کی عبارات وخرافات اور اس تحریک کا نفاق وشقاق علماء کے سامنے پیش کیا تو اہل علم حضرات کے تحیر واستعجاب کی انتہا نہ رہی، اس وقت حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب نے شیعہ اثنا عشری و خمینی کے کفر کا فتویٰ دیا، اور تمام علماء حضرات و مفتیان کرام نے اس فتویٰ پر اپنے تصدیقی دستخط فرمائے، اس اجلاس میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ؒ، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب ؒ، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب ؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی ؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی ؒ، حضرت مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب شامزئی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب سکندر، اور حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب مختار ؒ و دیگر علماء کرام شامل

تھے، اس فتویٰ کی تفصیل اور شیعہ عقائد کی توضیح مع پاکستان، ہندوستان و بنگلہ دیش کے علماء کی تصدیقات کیلئے دیکھئے ماہنامہ ''بینات'' کراچی خصوصی اشاعت بعنوان ''خمینی واثناعشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ''۔

حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ:

''میرے استاذ و مربی حضرت اقدس علامہ عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ کی تحقیق و تخصص اور امتیاز کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے آج سے ۷۵ سال قبل اثناعشری شیعہ کی تکفیر کا جو فتوی جاری کیا تھا اور جسکی اکابرین علماء دیوبند نے توثیق فرمائی تھی آج پون صدی کے بعد بھی برصغیر پاک و ہند کے علماء و فقہاء اسی فتوی کی تائید و تصدیق کر رہے ہیں''

اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیران طریق

شیعہ کی تکفیر میں تأمل کی وجوہ

(۱) متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح میں شیعہ کا الگ الگ مفہوم ہے جس سے بیشتر حضرات واقف نہیں ہیں۔ اول الذکر کے نزدیک شیعہ اصول وفروع میں اہلسنت سے متفق تھے صرف تفضیل علیؓ کے قائل تھے جب کہ مؤخر الذکر کے نزدیک شیعہ امامیہ اصول وفروع میں اہلسنت کے برعکس اور اصحاب ثلاثہؓ کی تکفیر تک کے قائل ہیں۔

(۲) دوسرا سبب یہ ہے کہ اہل تشیع کی کتابیں بہت زیادہ ہیں اور شیعہ کا تمام لٹریچر عربی و فارسی میں ہے، جنکا خریدنا، پڑھنا اور سمجھنا ہر آدمی کے بس سے باہر ہے۔

(۳) شیعہ کتب اصلیہ ایک طویل عرصے تک نایاب رہیں۔ جس کی وجہ سے انکے عقائد کا کسی کو صحیح علم نہیں ہوسکا۔ جیسا کہ علامہ عبدالعلی بحرالعلوم (م۱۲۲۵ھ) شیعہ کو مسلمان سمجھتے تھے مگر جب انہوں نے شیعہ عالم ابوعلی طبرسی کی تفسیر ''جامع البیان'' کا مطالعہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ پھر انہوں نے شیعہ کے کفر کا فتوی دیا۔ (فواتح الرحموت ص ۶۱۷ طبع لکھنو شرح مسلم الثبوت)

اسی طرح ہندوستان کے نامور عالم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ؒ کو بھی تکفیر شیعہ میں پہلے تامل تھا مگر جب انہوں نے شیعہ و خمینی کی کتب اصلیہ کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو بلا تردد انکی تکفیر کی، علاوہ ازیں ہندوستان ہی میں مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ نے حضرت لکھنویؒ کا شیعہ کے بارے میں کفر کا فتوی دیکھا تو چند اشکالات لکھ کر حضرت تھانویؒ کی خدمت میں بھیجے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے انکے ایک ایک جزء کا تفصیلی جواب تحریر فرمایا، اور اس فتویٰ کی تصدیق وتصویب فرمائی، جس سے مولانا دریا آبادی اور دیگر علماء کرام کے اشکالات رفع ہوگئے۔ یہ بھی واضح رہے کہ حضرت مولانا علامہ عبدالشکور صاحب لکھنوی کے اسی فتویٰ پر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ، مولانا اعزاز علی صاحبؒ ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے دستخط وتصدیقات موجود ہیں۔

(بینات۔خصوصی اشاعت خمینی واثنا عشریہ کے بارے میں علماء کا فیصلہ)

(۴) شیعہ کا عقیدہ ہے کہ نو حصے دین تقیہ کے اندر ہے، کتمان (دین کا چھپانا) ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعیت اپنی اسلام دشمنی اور نفاق پروری کے باوجود ہمیشہ تقیہ کے سیاہ ودبیز پردوں میں مستور رہی، جب تک کوئی محقق ان کے تمام عقائد

ونظریات ان کی کتب اصلیہ میں نہ دیکھے اس وقت تک شیعیت کی حقیقت تک رسائی ممکن نہیں ہوتی۔

حضرت علامہ تونسوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے اکابر میں سے جن حضرات نے کتب شیعہ کا مطالعہ کیا انہوں نے بلا تامل ان کی تکفیر کا فیصلہ دیا، مگر بیشتر فقہائے کرام کی نظر سے کتب شیعہ نہیں گزریں۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے صرف اپنی فراست ایمانی سے سب شیخینؓ اور انکار خلافت شیخینؓ وغیرہ کو کفر کی بنیاد قرار دیا اگر شیعہ مذہب کی بنیادی کتابیں فقہائے کرام کی نظر سے گزری ہوتیں تو وہ ان کی تکفیر کی بنیاد میں تحریف القرآن، عقیدہ امامت بالاتر از نبوت ورسالت کا ضرور ذکر فرماتے''

راقم سطور عرض رسا ہے کہ ان مذکورہ وجوہ کی بنیاد پر شیعہ کے کفر میں تامل سے کام لیا گیا، مگر علامہ عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور ان کے بعد مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور علامہ عبدالستار صاحب تونسوی جیسے محققین کی تحقیق وتدقیق وفکر نے عصر حاضر میں خواص وعوام پر یہ بات واضح کردی کہ خمینی واثناعشری شیعہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

متحدہ سنی محاذ کے کنوینر

انقلاب ایران کے بعد آئے دن پاکستان میں شیعہ جارحیت بڑھتی چلی جارہی تھی۔ علماء وسنی عوام کو جگہ جگہ قتل کیا جانے لگا انہی دنوں کوئٹہ کا سانحہ پیش آیا جسمیں شیعہ درندوں نے ایک منظم سازش کے تحت لاتعداد اسلحہ منگوا کر عوام اہلسنت پر مظالم ڈھائے

سنیوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا، سکولوں میں جا کر عورتوں اور بچیوں کی بے حرمتی کی، انکی عزتیں لوٹیں، پولیس کی مداخلت پر شیعوں نے انکے متعدد آدمیوں کو ہلاک کیا، کئی سپاہیوں کے سر کاٹ کر کھمبوں پر لٹکا دیئے یہاں تک کہ پولیس ناکام ہوگئی اور فوج طلب کر لی گئی فوج نے آکر حالات سنبھالے اور کئی دنوں تک کوئٹہ میں کرفیو نافذ رہا ایران سے آنے والے اسلحے کے کئی ٹرک حکومت نے پکڑ لئے اس بات کی وضاحت اس وقت کے وزیر داخلہ نے اپنے بیان میں کی۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت اقدس علامہ تونسوی مدظلہ نے پورے ملک کا دورہ کیا اور تمام علماء اور مذہبی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد و منظم کیا تاکہ متحدہ طریقے سے اہلسنت کے حقوق کا عملاً تحفظ کیا جاسکے۔ چنانچہ پاکستان کے نامور علماء کرام نے ۱۹۸۵ء میں متحدہ سنی محاذ قائم کر کے حضرت تونسوی کو ہی اس کا کنوینر مقرر کیا اس تحریک کے سلسلے میں حضرت نے جن علماء سے خصوصی ملاقاتیں کیں اور ان سے باہمی مشاورت رہی ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی ؒ، خان پور

۲۔ مخدوم اہلسنت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ۔ کندیاں

۳۔ وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ

۴۔ علامۃ الزمان حضرت مولانا خالد محمود صاحب۔ لاہور

۵۔ فخر اہلسنت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی۔ جہلم

۶۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب۔ راولپنڈی

۷۔ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب ؒ بنوری ٹاؤن کراچی

۸۔ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری ؒ۔ ملتان

۹۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان صاحب۔لاہور

۱۰۔ حضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب۔راولپنڈیؒ

۱۱۔ پیر طریقت حضرت مولانا محمد اجمل صاحب قادری۔لاہور

۱۲۔ ماہر تدریس حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب اشرفی۔لاہور

۱۳۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حق نواز صاحب جھنگویؒ۔آف جھنگ

۱۴۔ حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری۔ملتان

۱۵۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا علاؤالدین صاحب۔ڈیرہ اسماعیل خان

۱۶۔ مناظر اسلام مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹیؒ۔چنیوٹ

۱۷۔ مجاہد ملت مولانا محمد اکرم صاحب اعوان امیر تنظیم الاخوان

۱۸۔ حضرت مولانا محمد عبداللہؒ صاحب، خطیب لال مسجد، اسلام آباد

۱۹۔ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ صاحب۔راولپنڈی

ملک بھر میں کانفرنسیں:

۱۴ اگست ۱۹۸۵ء میں متحدہ سنی محاذ کا پہلا کنونشن، مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے ہاں جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں اکابر علماء اور ہزاروں سنیوں نے شرکت کی۔ اس نمائندہ اجلاس نے پاکستان کے دارالحکومت میں مرکزی حکومت کو خبردار کیا کہ وہ وطن عزیز میں آئے دن شیعہ جارحیت کا سدباب کرے اور عزاداری کی آڑ میں خنجر بردار ماتمی جلوسوں پر پابندی لگائے اور ہر فرقہ کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ اپنی عبادات، عبادت گاہ کے اندر رہ کر پرامن طریقے سے ادا کریں۔

دوسری کانفرنس ۴ نومبر ۱۹۸۵ء جامع مسجد نیلا گنبد لاہور میں ہوئی جہاں حضرت تونسوی نے بحیثیت کنوینر متحدہ سنی محاذ، خطبہ استقبالیہ دیا پھر رات کو عظیم الشان جلسہ جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن میں ہوا جہاں علماء اور خطباء نے اپنے بیانات سے مسلمانوں کو مستفیض کیا۔

تیسرا کنونشن اپریل ۱۹۸۶ء کو چوک نواں شہر ملتان کے پارک میں منعقد ہوا جسمیں تقریباً پندرہ مذہبی جماعتوں سمیت تمام اکابر علماء نے شرکت فرمائی لاکھوں افراد اہلسنت کے عظیم الشان اجتماع میں جمعۃ المبارک کی نماز حضرت اقدس شیخ درخواستی نے پڑھائی اور رات کو اکابرین علماء، زعماء، وکلاء نے عوام سے خطاب کیا۔

اسی طرح لاہور میں ایک سنی شہدا کانفرنس بھی منعقد ہوئی ان تمام کانفرنسوں میں حکومت سے درج ذیل مطالبات کیے گئے۔

(الف) پاکستان کو بلا تاخیر سنی سٹیٹ قرار دیا جائے۔

(ب) فقہ حنفی کو پبلک لاء کے طور پر نافذ کیا جائے۔

(ج) شیعہ کے مسلح ماتمی جلوس کو یکسر بند کر دیا جائے۔

(د) صحابہؓ واہل بیتؓ کے خلاف تبرا کرنے والی زبان کو لگام دی جائے، اور صحابہؓ وازواج نبی ﷺ کے خلاف شائع شدہ غلیظ لٹریچر کو فوری ضبط کیا جائے اور انکے مصنفین کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

(ہ) سنی شہداء کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے مجرمین کو سر عام پھانسی دی جائے۔

(و) پاکستان میں مکمل اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔

۱۰ جنوری ۱۹۸۸ء کو متحدہ سنی محاذ کا اجلاس شیرانوالہ گیٹ لاہور میں منعقد ہوا

جس میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کو اس کا امیر مقرر کیا گیا، مگر مفتی صاحب مسلسل انکار و معذرت کرتے رہے کہ اس کام کیلئے حضرت تونسوی سے زیادہ موزوں شخصیت اور کوئی نہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ متحدہ سنی محاذ قائم کر کے اسے شب و روز کی انتھک محنت و کاوش سے چلانے والے حضرت تونسوی مدظلہ اور ان کی جماعت تنظیم اہل سنت ہی تھی، تنظیم کے مبلغین خصوصاً مولانا عبدالغفار صاحب تونسوی، مولانا قاضی بشیر احمد صاحب، مولانا قاری عبداللطیف صاحب، مولانا عبدالجبار تونسوی، حضرت مولانا سید محمد عارف شاہ صاحب مدنی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا قاضی عبداللطیف صاحب اور مولانا محمد عارف صاحب سیال مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب، مولانا قاری عبدالسلام صاحب، جناب محمد نواز صاحب فردوسی نے دن رات ایک کر کے محاذ کی تمام کانفرنسوں کو کامیاب بنایا۔ بہرحال مذکورہ اجلاس میں جناب مفتی احمد الرحمٰن صاحب کو امیر جبکہ حضرت درخواستی صاحبؒ، مولانا خواجہ خان محمد صاحب اور حضرت تونسوی صاحب کو متحدہ سنی محاذ کا سرپرست بنا دیا گیا۔

علامہ تونسویؒ کا

خمینی سمیت تمام شیعہ علماء کو چیلنج

حضرت تونسوی نے تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل کے چراغ پورے عالم میں روشن کیئے ،جنکی لمعانیت سے شش جہات میں اطراف واکناف عالم منور ہونے لگے۔ جب آپ نے روافض کی اسلام کے خلاف کھلی بغاوت اوران کی شقاوت سے پردہ ہٹایا تو شیعہ شنیعہ نے فتنہ پردازی کا نیا روپ دھارا اور تقیہ سازی مکروفریب اوردجل وتلبیس کے ذریعےعوام الناس کوغلط فہمی میں مبتلا کرنے کی نئ چالیں چلیں، اس وقت حضرت تونسویؒ نے دنیا بھر کی شیعیت کو للکارا اور خاص کر پاکستان، ہندوستان اورایران کے نامورشیعہ علماء ومجتہدین کو چیلنج کیا کہ وہ تشدد کی راہ سے ہٹ کر ہمارے ساتھ مناظرہ کریں تا کہ حقائق آشکارا ہوں، اورعوام الناس کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہ سکیں، یہ چیلنج حضرت نے اہم کانفرنسوں میں دیئے، مثلاً سنی کانفرنس ملتان، دفاع اسلام کانفرنس نشتر پارک کراچی، جامعہ اسلامیہ صدرراولپنڈی، سنی اجتماع جامعہ رشیدیہ بھکر، سنی شہداء کانفرنس لاہور، سنی کنونشن جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد، جامعہ مخزن العلوم خان پور، جامعہ عثمانیہ تونسہ شریف، شہداء کانفرنس گڑھ مہاراجہ، دفاع صحابہؓ کانفرنس جھنگ، سنی کانفرنس لیہ اوردفاع اسلام کانفرنس دینہ میں حضرت تونسوی نے

بانگ دہل برملا ڈنکے کی چوٹ سے شیعہ کے امام خمینی وصدر خامنہ ای کو چیلنج کیا کہ اگر ان میں ہمت ہے تو میدان میں آ کر ہمارے ساتھ مناظرہ کریں تا کہ حق و باطل کا فیصلہ ہو سکے۔

ہمارا دعوی ہے کہ:

(۱) اثنا عشری شیعہ موجودہ قرآن مجید کے کامل و مکمل ہونے پر ایمان نہیں رکھتے، وگرنہ شیعہ اپنے ائمہ معصومین کے فرامین سے قرآن پر اپنا ایمان ثابت کریں اور کسی امام کا ایک معتبر فرمان اپنی کتب سے پیش کریں کہ موجودہ قرآن کامل ومکمل وغیر محرّف ہے۔اور اس کی تحریف کا قائل کافر ہے۔

(۲) شیعہ اپنی مروّجہ اذان "علی ولی الله وصی رسول الله وخلیفة بلا فصل" کے الفاظ اپنی کتب معتبرہ میں ائمہ معصومین کے اقوال سے ثابت کریں کہ یہ الفاظ اذان کے جزو ہیں۔

(۳) محرم کا خنجر بردار ماتمی جلوس، گھوڑا اور تعزیہ اپنے کسی امام کے فرمان سے اپنی کتب میں دکھائیں کہ ائمہ ہر سال یہی رسومات ادا کرتے تھے ہم اسی لئے کرتے ہیں۔

(۴) نیز شیعہ علماء وضاحت کریں کہ قاتلان حسین کون تھے؟ جبکہ انکی کتب میں مرقوم ہے کہ قاتلان حسین شیعان کوفہ تھے۔اس صورت میں شیعوں کو محبت حسینؓ سے کیا نسبت ہوگی؟

حکومت پاکستان اس مناظرہ کا اہتمام کر کے خمینی کو پاکستان لے آئے یا مجھے (حضرت تونسویؒ) کو ایران لے جائے ہم خمینی سے مذکورہ سوالات کے جوابات طلب

کریں گے تا کہ ان کے کفر واسلام کا فیصلہ ہو سکے۔ مناظرہ میں جو آدمی جھوٹا ہو حکومت پاکستان اس کو تختہ دار پر لٹکا دے، حکومت پر اس کا خون معاف ہے۔

۔ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ÷ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اس چیلنج سے سبائیت کو سانپ سونگھ گیا، خمینی سمیت فقہ جعفریہ کا راگ الاپنے والے شیعہ مجتہد حضرت تونسوی کا چیلنج سن کر ایسے مبہوت و مدہوش ہو گئے کہ انہیں جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ اُس وقت سے لے کر آج تک کسی نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کا جواب دیا اور ان شاء اللہ قیامت تک مدعیان تولائے علیؓ اہل حق کو اس کا جواب دینے سے عاجز ہی رہیں گے۔

سیھزم الجمع ویولون الدبر

دشمن کا پروپیگنڈہ

تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے حضرت علامہ تونسوی مدظلہ اور آپ کے رفقاء کرام نے ملک کے کونے کونے تک مدح صحابہؓ کا پیغام پہنچایا، تنظیمی علماء کے مدلل و مسکت بیانات نے شیعیت کو دم بخود کر دیا۔ جہاں بھی شیعہ مناظرہ کا چیلنج کرتے حضرت تونسوی اپنی کتابیں لے کر فوراً وہاں پہنچ جاتے۔ الغرض پاکستان ہی نہیں بلکہ اطراف عالم کی رافضیت اس سے تلملا اٹھی۔ شیعہ کے نامور مناظرین (اسماعیل گوجروی، بشیر احمد ٹیکسلوی، قاضی سعید کروڑی وغیرہ) دلائل کی دنیا میں بے بس ہو گئے۔ ان حالات میں دشمن نے پینترا بدلتے ہوئے پروپیگنڈہ شروع کر دیا تا کہ شیعہ مذہب کی ساکھ بحال ہو سکے۔ اور لوگوں کے خیالات اور رائے کو اپنے حق میں تبدیل کیا جا سکے۔ پروپیگنڈے

کے ذریعے اہل تشیع نے سادہ لوح مسلمانوں کے دل و دماغ میں یہ بسانے کی کوشش کی کہ شیعہ نظریات اپنی جگہ درست ہیں۔ اگر انہیں میدان مناظرہ میں واضح کامیابی نہیں ہو پاتی تو اس کی چند مخفی وجوہات ہیں جن کے سمجھنے سے عوام قاصر ہیں۔

مزید برآں انہوں نے یہ بھی لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ شیعہ سنی، بھائی بھائی ہیں، انہیں باہم مل کر رہنا چاہئے۔ شیعہ سنی کے مابین فرق کرنے والے استعمار کے ایجنٹ ہیں، چنانچہ ندائے شیعہ کے مدیر جعفر علی میر نے اپنے اخبار میں کئی مرتبہ یہی رونا رویا... ایک جگہ لکھا ہے...

''محبان علیؓ کے خلاف پاکستان کی تاریخ میں مناظرانہ فضا پیدا کرنے والے ملاں عبدالستار تونسوی ہیں، جن کی پشت پر سعودی عرب کا ہاتھ ہے، اور انہی کے ایماء پر تنظیم اہل سنت کا سٹیج تیار کیا گیا ہے'' (ہفت روزہ ندائے شیعہ ۶ جنوری ۱۹۸۸ء)

اس اخبار کے ایک اور شمارے میں ضیاء حسین ضیاء خلف شیعہ مبلغ اعظم (اسماعیل گوجرہ) لکھتا ہے کہ

> ''تنظیم اہل سنت کی تشکیل بھی اس دور میں مبلغ اعظم (اسماعیل شیعہ) کی تبلیغات کے ثمرات اور شیعیت کی بڑھتی ہوئی یلغار کو روکنے کیلئے تھی''

(ہفت روزہ ندائے شیعہ لاہور ۵ جون ۱۹۹۱ء جلد ۱۴ شمارہ نمبر ۳)

یہی ڈھنڈورا پاکستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں پیٹا گیا، حتی کہ سید مرتضی رضوی شیعہ اپنی مشہور عربی تالیف ''آراء علماء المسلمین'' (جو کہ بیروت سے شائع کی گئی) میں لکھتا ہے کہ سارے عالم میں شیعیت کے خلاف کام کرنے والے نامور چھ آدمی ہیں جو کہ استعمار کے ایجنٹ ہیں... عبارت ملاحظہ ہو..

"والاستعمار يهمه دائماً نشر هذه الأحاديث لأنها تشوه سمعة الإسلام وتشغل المسلمين بأنفسهم بتفريق كلمتهم وتشتيت شملهم!!

والأمل من أمة الإسلام أن تعي، ورجال الحكم الغيارى أن يتيقظوا من هذا السبات العميق ويكونوا وحدة مماسكة مع جميع مسلمي العالم كي لايوفق الاستعمار لنيل أغراضه الخبيثة وغاياته الدنيئة.

وفي الأونة الأخيرة عند ما شاهد الاستعمار صولة الإسلام ورقية بناء صرح الجمهورية الإسلامية في إيران أوحى إلى عملائه وأذنابه في الشرق الأوسط وخاصة في هذا العصر أمثال:

إبراهيم الجبهان، إحسان إلهي ظهير الباكستاني، عبد الله محمد الغريب، محمد عبد الستار التونسوي، أبو الحسن الندوي، محمد أحمد التركماني، ومن لف لفهم فاشتري منهم ما تبقى من دينهم وضمائرهم بثمن بخس لبث السموم ونشرها على مستوي عالمي. ------- هذا وليعلم الأفاكون والمضللون والذين يسعون في نشر هذه السموم ضد هذه الطائفة "الشيعية الإمامية" إن هذا لا يضيرهم بشيء...."

(آراء علماء المسلمين في التقية والصحابة وصيانة القرآن الكريم -
ص ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸ مؤلفہ السید مرتضی الرضوی طبع ۱۹۸۹ء بیروت)

ترجمہ: "استعمار ہمیشہ ان احادیث کو (جو کتب شیعہ میں تحریف قرآن کے متعلق موجود ہیں) پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ وہ اسلام کی شہرت کو داغدار کر دیں، اور مسلمانوں کو جماعتوں کی تفریق اور نظریات کے اختلاف میں مشغول رکھیں۔

امت مسلمہ سے امید کی جاتی ہے کہ وہ غور وخوض کریں گے اور غیور ومنصف

حضرات، گہری نیند سے بیدار ہوں گے۔اور تمام عالم کے مسلمانوں کے ساتھ وحدت کو قائم رکھیں گے، تا کہ استعمار اپنے خبیث اغراض وخسیس مقاصد حاصل نہ کر سکیں۔

اس آخری زمانے میں جب استعمار نے اسلام کی شوکت اور ایران میں اسلامی جمہوریہ کی بنیاد کو مضبوط اور بلند ہوتے دیکھا، تو اس نے شرق اوسط میں اپنے کارندوں اور ایجنٹوں کو خفیہ اشارہ کیا۔ خصوصاً اس زمانے میں، ابراہیم الجبھان، احسان الٰہی ظہیر الباکستانی، عبد اللہ محمد الغریب، محمد عبد الستار التونسوی، ابو الحسن علی ندوی، محمد احمد الترکمانی اور ان کے ہم آہنگ لوگوں کے دین وضمیر کو کم قیمت میں خریدا تا کہ وہ ساری دینا میں (شیعہ امامیہ) کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کریں...مگر یہ بہتان طراز، گمراہ کن اور وہ لوگ جو شیعہ امامیہ کے خلاف زہر پھیلاتے ہیں، سب جان لیں کہ وہ شیعہ امامیہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"

اہل بصیرت اس حقیقت سے خوب آگاہ ہیں کہ اس تحقیقی دور میں دشمن کی اس نفسیاتی چال سے انہیں اپنے حصول مقصد میں ذرا بھر بھی کامیابی نہ ہوسکی۔ کیونکہ... (حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہو کر رہتی ہے) بلکہ فریق مخالف کی اس تحریک وتشہیر سے مسلمانان عالم، خوب آگاہ ہوئے کہ مذکورہ شخصیات (علامہ محمد عبد الستار تونسوی، مولانا ابو الحسن علی ندوی وغیرہم) دنیا بھر میں اہل سنت کے حقیقی ترجمان، صحابہؓ کے لائق وکیل اور اسلام کے درخشندہ ستارے ہیں، نیز ان علماء کرام کی تبلیغ، تحریر اور مناظروں سے اہل سنت کی برتری بھی واضح ہوگئی۔

ہزیمت خوردہ شیعہ کے اس جھوٹے پروپیگنڈہ سے انکا مقصود اپنے کفریہ عقائد کو چھپانا اور ان اکابر علماء کی ہرزہ سرائی کرنا تھی تا کہ لوگوں کا ان سے اعتماد اٹھ جائے،

مگر کون نہیں جانتا کہ پروپیگنڈہ کے اس دور میں یہود وہنود اور نصاریٰ اپنے میڈیا کے ذریعے مخلص، مومن اور مجاہد شخصیات کو دہشت گرد، بنیاد پرست اور استعمار کے ایجنٹ کہتے رہتے ہیں۔اسی طرح سبائیت بھی اسی اکسیر اعظم پر عمل پیرا ہو کر ناموس سنی زعماء اور حق گو علماء کو استعمار کا ایجنٹ قرار دینے کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے۔فالی اللہ المشتکیٰ۔

مگر زمانہ حال کے مدعیان تولائے علیؓ، اتحاد بین المسلمین اور سنی بھائی بھائی کا راگ الاپنے والے شیعہ ہی وضاحت کر دیں کہ انہوں نے اپنا کلمہ و وضو، اذان ونماز، نکاح وطلاق اور فقہ بلکہ قرآن تک مسلمانوں سے کیوں علیحدہ کر لیا ہے؟

؎ فرصت ملے تو اپنا گریباں بھی دیکھ لے
اے نابکار! یوں نہ کھیل میری سادگی کے ساتھ

فتنہ انکار حدیث

اس وقت دنیا ایک نہایت ہی پر آشوب دور اور نازک ترین حالات سے دوچار ہے، فتنوں کا ایک سیلاب امنڈتا چلا آرہا ہے کہیں شرک وبدعت کا فتنہ ہے تو کہیں تحریف قرآن کی سازش، کہیں دشمنان صحابہؓ کی عداوت ورذالت تو کہیں انکار حدیث کا زور اور کہیں ہوائے نفس کی پیروی تو کہیں روحانیت سے تمسخر، کہیں اسلامی نظام کی ناکامی کے دلائل پیش کئے جارہے ہیں اور کہیں مستشرقین وزنادقہ، اسلام کے خلاف برسر پیکار ہیں، یہ سب کچھ محض تن آسانی اور نفس پروری کیلئے کیا جارہا ہے۔

مصائب شتی جمعت فی مصیبة
ولم یکفها فی فقتها مصائب

ترجمہ! کتنے ہی منتشر مصائب ایک مصیبت میں جمع ہو گئے، اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ روز نئی نئی مصیبتیں آرہی ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ جنہیں خدا نے ختم نبوت کا تاجدار بنا کر سارے عالم کا ھادی بنایا، جنہیں قرآن نے مبیّن، مفسّر، اور مطاع کے القابات دیئے جن کے اکمل ترین اسوۂ حسنہ نے عرب کے ناخواندہ انسانوں کو بہترین معلم و مدبر بنا دیا، جنکی اطاعت میں خدا کی اطاعت کا راز مضمر ہے، جنکی مقدس و مزکیٰ زبان نے حق کے سوا کچھ بھی تکلم نہیں فرمایا، جنکی نبوت و رسالت دائمی ہے، انکی سنت طیبہ اور احادیث مبارکہ کو ایک ظنی چیز یا غیر مستند تاریخی روایات کہہ کر عوام الناس کو دھوکا دینے والے ''دریدہ دہن'' منکرین حدیث ہیں اس فتنہ کے اہم ٹھیکیداروں مثلاً عبداللہ چکڑالوی، سرسید احمد خان، اسلم جیراجپوری، نیاز فتح پوری، ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ، مسٹر غلام احمد پرویز، اور تمنا عمادی وغیرہم نے شجر اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کیلئے نسل نو کو قلم اور ادب برائے الحاد کے سحر سے یہ باور کرایا کہ دین میں حدیث یا سنت نبوی ﷺ کی کوئی حیثیت نہیں (معاذ اللہ)

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

حضرت تونسویؔ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت، قرآن کی حقانیت اور اسلام کی عظمت کا بیان، پیغمبر ﷺ کی مبارک لسان صدق ترجمان سے ہی ہوا ہے، اس لئے آپ ﷺ کی معصوم اور قابل اقتداء زندگی ہمارے لئے عمدہ ترین اسوۂ ہے۔ قرآن مقدس کے بعد ہماری تمام بیماریوں کا مداوا معدن حدیث و سنت رسول مقبول ﷺ میں بدرجہ اتم موجود ہے''۔

؎ اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیؐ بر جان مسلّم داشتن

تحاریک ختم نبوتؐ میں شرکت:

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی انگریز اور قادیانیوں کی ملی بھگت سے چوہدری ظفر اللہ مرزائی کو ملک کا وزیر خارجہ بنا دیا گیا مگر مرزائی ملک وملت اسلامیہ کے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوئے، جس کے باعث اکابرین دیوبند نے تمام مکاتب فکر کے علماء کو ساتھ لے کر قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت تونسویؒ نے اکابر علماء کے ساتھ مل کر تحریک ختم نبوتؐ میں حصہ لیا اور محدث کبیر علامہ محمد یوسف بنوریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہمراہ ملک بھر میں تقریریں کیں اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے اپنی تمام تر خدمات وقف کر دیں اسوقت تحریک کے بنیادی مطالبات حسب ذیل تھے۔

۱۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ چوہدری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔

۳۔ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کیا جائے۔

۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کی دین دشمنی اور شر انگیزی عروج پر جا پہنچی، جس سے مسلمانان پاکستان، پھر ایک مرتبہ قادیانیت کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے اس تحریک میں علماء وعوام، ہر طبقہ کے لوگوں نے تحفظ ختم نبوت ﷺ کے لئے بے پناہ قربانیاں دیں۔ سیاسی قائدین، مذہبی اور روحانی پیشوا، مدارس عربیہ اور سکولز اور کالج کے طلباء نے

ملک بھر میں اپنی تمام تر صلاحیتیں عظمت رسالتؐ کے مقدس مشن کے لئے نچھاور کیں تمام مسلمانوں نے جانی و مالی قربانیاں دیکر مرزائیت کے کفر وارتداد کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار کا سا نمونہ پیش کیا۔ حضرت تونسویؒ نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا! آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

''منکرین ختم نبوتؐ کے خلاف سرگرم عمل رہنا صدیقیؓ مشن سے محبت کی اعلیٰ دلیل ہے، جنہوں نے مسلیمہ کذاب کے خلاف جہاد کرنے میں کسی مصلحت کو روانہ سمجھا''

اللہ تعالیٰ نے ۱۹۷۴ء میں ہی بالآخر مسلمانوں کو اس عظیم مشن میں سرفراز فرمایا حکومت وقت نے مجبور ہو کر مرزائیوں قادیانیوں کو ختم نبوتؐ کا منکر ہونے کی وجہ سے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

دسمبر ۱۹۸۵ء میں تونسہ شریف (ضلع ڈیرہ غازی خان) کے مضافات میں واقع بستی شیر گڑھ کے اندر ایک قادیانی سردار امیر محمد قیصرانی کے مرنے پر قادیانیوں نے ایک سازش کے تحت، بڑی ڈھٹائی سے اسے مسلمانوں کی مسجد کے صحن میں دفن کر دیا۔ شرعی لحاظ سے چونکہ ایک مرزائی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن کرنے کی اجازت نہیں، چہ جائیکہ اسے مسجد میں دفن کیا جائے علماء حقہ نے اس کی تدفین کے خلاف احتجاج کیا اور سب سے پہلا احتجاجی جلسہ حضرت تونسویؒ کے ہاں جامعہ عثمانیہ جامع مسجد قبا تونسہ میں ہی ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے شرکت کی، مگر انتظامیہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی یہاں تک کہ تحصیل تونسہ کے تمام مسلمان (علماء، طلباء، تاجر، وکلا اور مزدور تک) سراپا احتجاج بن گئے اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ امیر محمد مرزائی کی لاش کو

مسجد سے بلا تاخیر نکالا جائے تا کہ خانہء خدا کا تقدس بحال ہو سکے۔ دو ماہ تک انتظامیہ کی بے حسی اور ٹال مٹول کرنے پر تمام مذہبی جماعتوں نے، جس میں تحریک تنظیم اہل سنت والجماعت، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، مجلس احرار اسلام، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت اہل حدیث اور جماعت اسلامی شامل تھیں، ڈیرہ غازی خان میں ضلعی انتظامیہ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ حسب پروگرام ۲۸ فروری ۱۹۸۶ء بروز جمعۃ المبارک، پاکستانی چوک ڈیرہ غازی خان میں احتجاجی تاریخ ساز جلسہ ہوا بعد ازاں ضلع بھر کے تقریباً پچاس ہزار سے زائد غیور مسلمان جلوس کی شکل میں ڈی سی آفس کی طرف روانہ ہوئے اس احتجاجی جلوس کی قیادت، قائد اہلسنت علامہ تونسوی نے فرمائی مسلمانوں کا یہ جم غفیر جب کچہری روڈ پر پہنچا تو ڈی سی ڈیرہ پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ وہاں موجود تھا اور پولیس کا ایک معتد بہ حصہ گھوڑوں پر سوار خفیہ طور پر تیار تھا۔ حضرت تونسوی نے وہاں پر ڈی سی اور دیگر افسران کی موجودگی میں بڑی جرأت و بے باکی سے خطاب فرمایا اور مرزائی خبیث کی لاش کو فوراً مسجد سے نکالنے کا مطالبہ کیا مگر پولیس نے اپنے پہلے سے مرتب کردہ پروگرام کے تحت بے حد اشک آور گیس استعمال کر کے سخت ترین لاٹھی چارج شروع کر دیا، اسوقت پولیس میں موجود رافضی قسم کے انسپکٹر اور سپاہیوں نے موقع پا کر حضرت تونسوی پر بے پناہ تشدد کیا جس سے حضرت تونسوی اور سینکڑوں مسلمان شدید زخمی ہوئے اور حضرت کے سر اور جسم پر چودہ گہرے زخم آئے آپ کی گاڑی اور ڈرائیور کو پولیس نے حراست میں لے لیا، چند احباب حضرت والا کو زخمی حالت میں ملتان لے آئے صبح جب حضرت تونسوی سمیت سینکڑوں مسلمانوں کے زخمی ہونے کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو سارا ملک سراپا احتجاج بن گیا، ملتان گھنٹہ گھر چوک

میں احتجاجی مظاہرہ ہوا جس میں مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاریؒ اور مولانا حق نواز صاحب جھنگویؒ نے اپنے خطاب میں ڈیرہ غازی خان کی سفاک پولیس کی شدید مذمت کی اور چوبیس گھنٹوں میں مرزائی کی لاش کو مسجد سے باہر نکالنے کا مطالبہ کیا بصورت دیگر ملکی سطح پر تحریک چلانے کا الٹی میٹم بھی دیا مگر علامہ تونسویؒ اور سینکڑوں جاں نثاران نبوتؐ کے جسموں سے نکلا ہوا خون رنگ لایا کہ اگلے روز حکومت نے امیر محمد مرزائی کی بدبودار لاش کو مسجد سے نکال کرا سے اپنے گھر کے صحن میں دبا دیا۔

؎ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اسطرح اللہ تعالی نے مسلمانوں کی خصوصی مدد فرما کر انہیں عظیم فتح سے ہمکنار کیا۔

عالم رویا میں جلوۂ جہاں آرا:

(الف) ۱۹۸۶ء کو تحریک ختم نبوتؐ میں جب حضرت تونسویؒ زخمی ہو کر دفتر تنظیم اہل سنت ملتان، تشریف لائے اور آپ کا جسم زخموں سے چور تھا، سر پر گہرے زخم، ہاتھ آنسو گیس کے شیل گرنے سے جل چکے تھے، دونوں کندھوں پر شدید ضربوں کی وجہ سے لیٹنا بھی محال ہو چکا تھا، رات گئے تک آپ کو سکون نہ آیا مگر نماز صبح سے قبل اچانک آنکھ لگ گئی تو آپ کو حضرت خاتم الانبیاء حبیب کبریا ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، چنانچہ ڈیرہ غازیخان میں آپ نے مدرسہ قاسم العلوم جامع مسجد پیارے والی میں خطاب کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا کہ

> ''تحریک ختم نبوت ﷺ میں پولیس کے نادان سپاہیوں نے مجھے جس قدر جسمانی تکلیف دی، اس کے مقابلے میں خدا نے تاجدار ختم نبوتؐ کی زیارت

سے جو روحانی طمانیت عطا فرمائی، خدا کی قسم جسمانی تکلیف اس کے مقابلے میں ہیچ ہے" سبحان اللہ العظیم وصلی اللہ علی النبی الکریم۔

(ب) اسی طرح اہالیان 'وہوا' تحصیل تونسہ کی دعوت پر پانچ جون ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ آپ نے 'وہوا' میں مسئلہ حیات النبیؐ کی توضیح میں معرکۃ الآراء تقریر فرمائی، اس موضوع پر کتاب وسنت اور اجماع امت سے بسیط دلائل بیان کئے اور یہ واضح کیا کہ اہل سنت والجماعت، سلف وخلف میں کوئی بھی عقیدۂ حیات النبیؐ کا منکر نہیں، جیسا کہ علامہ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے لکھا ہے:

نحن نؤمن ونصدق بأنه صلى الله عليه وسلم حي يرزق في قبره وأن جسده الشريف لا تأكله الأرض والإجماع على هذا ...

(القول البدیع ص ۱۷۱/۱۷۲)

ترجمہ: "ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں، آپ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی۔ اسی عقیدہ پر اہل حق کا اجماع ہے"

آنحضور ﷺ کی حیات بعد الممات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے مگر بعض ناعاقبت اندیش نبی ؐ کی محبت کا زبانی دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن انہیں احادیث نبوی ﷺ پر اعتماد نہیں،

تعصى الرسول وتزعم حبه ÷ هذا لعمري في الزمان بديع
لو كان حبك صادقاً لأطعته ÷ إن المحب لمن يحب يطيع

ترجمہ: تو رسول اکرم ﷺ کی مخالف اور بغاوت کو شعار بنا کر بھی حضور ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے، واللہ، یہ بات دنیا میں عجیب وغریب تر ہے۔ اگر

تیرا عشقِ رسول ﷺ کا دعویٰ سچا ہوتا تو حضور ﷺ کی اطاعت کا تُو دم بھرتا بلاشبہ عاشقِ صادق اپنے محبوب کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے۔

جلسہ ہذا سے فراغت پر حضرت تونسوی رات کو سوئے تو عالمِ رؤیا میں جلوۂ جہاں آراء سے مشرف ہوئے، حضرت والا نے پورا خواب اس طرح بیان فرمایا کہ:

''میں نے دیکھا کہ تاجدارِ مدینہ ﷺ نہایت سفید چمکدار خوبصورت چادر اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں اور آپ کے قدمِ مبارک ہل رہے ہیں۔ آپؐ کے ساتھ دو چارپائیاں لگی ہوئی ہیں جن پر دو حضرات آرام فرما ہیں، حضورِ اقدس ﷺ کے مقدس پاؤں حرکت کر رہے ہیں جبکہ آپ کی پیاری اور حسین آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور آپ محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں''

اللھم صلّ وسلّم علی محمد وعلی آل محمد
وأصحاب محمد بعدد کل معلوم لک دائماً أبداً

اس سے مجھے آقائے نامدار ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر علم الیقین کے ساتھ عین الیقین حاصل ہوا''

حضرت تونسویؒ نے وہاں کے مخصوص علماء سے گفتگو کرتے ہوئے اشکبار ہو کر فرمایا:

''اگر منکرینِ حیات النبی ﷺ پر اتمامِ حجت مقصود نہ ہوتا تو اس راز کو کبھی ظاہر نہ کرتا''

جہاد کا ذوق

حضرت اقدس مدظلہ پر یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے کہ انہیں دین کے ہر شعبے میں کام کرنے کا موقع ملا، تعلیم و تبلیغ، تدریس و تصنیف اور تقریر و تحریر کے ساتھ ساتھ ملکی و ملی خدمات، ان کی تاریخ کے درخشندہ باب کی حیثیت رکھتی ہیں، اکابرین دیوبند کی صحبت و ملازمت سے انہیں دیگر علوم کے ساتھ ساتھ جہاد کا ذوق اور جذبہ بھی حاصل ہوا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ:

> ''ایک عرصہ سے میرے قلب و جگر میں یہ حسرت انگڑائیاں لیتی تھی کہ کسی طرح میدان کارزار میں اتر کر عملاً جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی جائے، علاوہ ازیں اس اہم فریضہ سے سبکدوش ہونا، جذبہ جہاد و حریت کو اجاگر کرنا اور اپنے اکابر کے مشن کو عملاً نسل نو تک پہنچانا ناممکن ہے''

یہ حضرت کی ایسی دیرینہ خواہش تھی جس کی تکمیل بظاہر بہت مشکل نظر آتی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین افغانستان سے احیاء جہاد کا کام لیا، ابتداءً تو حضرت کو اس پر کچھ اشکال ہی رہا مگر وقت کے ساتھ ساتھ جب حالات سامنے آئے اور علمائے امت نے اس کے حقیقی جہاد ہونے کا فتویٰ دے دیا تو حضرت نے باوجود پیرانہ سالی کے افغانستان جانے کا عزم فرمالیا۔

بہر نرخے کہ ایں کالا بگیری سود مند افتد
بزور بازوئے حیدرؓ بدہ ادراک رازیؒ را

جہاد افغانستان میں شرکت

اس وقت افغانستان میں مختلف جہادی تنظیمیں مصروف عمل تھیں جن میں سے حرکت الجہاد الاسلامی کے نام سے بھی ایک تنظیم کام کر رہی تھی۔ تنظیم اہل سنت والجماعت کے جماعتی مشورے میں انہی حضرات کے ساتھ حضرت والا کا وہاں جانا طے ہوا، ۱۹۹۰ء میں جب آپ افغانستان تشریف لے گئے تو خوست کے علاقے میں لڑائی جاری تھی اس عظیم سفر میں مولانا غلام فرید صاحب مہتمم مدرسہ معراج العلوم ٹبی قیصرانی (تونسہ) مولانا قاضی بشیر احمد صاحب مرکزی رہنما تنظیم اہل سنت اور محمد عبد الحمید تونسوی (راقم الحروف) بھی آپ کے ہمراہ تھے، وہاں جا کر مجاہدین کی پہلی تربیت گاہ میرانشاہ میں دو دن کا قیام ہوا جس میں حالات حاضرہ کا پروگرام، دشمن کے منصوبوں سے آگاہی، روس کی اسلام دشمنی کی داستان نیز وہاں کے ہتھیار و اسلحہ کا ضروری استعمال اور جہاد کی بنیادی تربیت حاصل کی گئی۔ بعد ازاں مجاہدین کی گاڑیوں میں افغانستان کی سنگلاخ مگر سرسبز وشاداب وادیوں سے گزرتے ہوئے ''لیزا'' (جہاں مجاہدین کا کیمپ تھا) پہنچے وہاں ایک ہفتہ قیام کیا اسی جگہ مجاہدین کے کمانڈر اور افغانی علماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سر پر مسنون دستار سجائے، لحیہ مبارک سے مزین چہرے، ذکر وتلاوت سے رطب اللسان، اسلحہ سے لیس مجاہدین کے قافلے، اسلامی جرأت وحمیت کے حقیقی آئینہ دار تھے۔ وہاں حضرت اور آپ کے رفقاء نے ہتھیاروں کا استعمال نشانہ بازی کی تربیت میں خوب مہارت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اگلے روز ہمیں محاذ پر لے جایا گیا، میدان کارزار سے تھوڑا پیچھے جب ہم ''والیم قلعہ'' میں اترے جہاں سے مجاہدین کے دستے، دشمن پر حملہ کرنے کیلئے رخصت ہوا چاہتے تھے مگر حضرت تونسوی کے شرف ملاقات کے شدت سے

منتظر تھے، اور حضرت کے پہنچتے ہی مجاہدین نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے جس سے قلعہ کے بوسیدہ درودیوار کانپ اٹھے اور فائرنگ سے آپ کا استقبال کیا گیا، حضرت ہر ایک ساتھی کو سینے سے لگاتے اور فرماتے کہ آپ لوگ ہی صحابہؓ کے مشن کے حقیقی وارث ہیں، وہاں سے تھوڑے فاصلے پر شہید قلعہ اور مرغی قلعہ جو کہ مجاہدین فتح کر چکے تھے، کے مابین کھودی جانے والی تین فرلانگ لمبی خندق، مجاہدین کی محنت شاقہ کا عجیب کرشمہ تھی، اس خندق سے بھی ہمیں گزار کر عین محاذ پر پہنچایا گیا جہاں سے دشمن کی ''کرڑی پوسٹ'' صاف نظر آتی تھی اس وقت مجاہدین اسلام کا جذبہ ایمانی نہایت قابل رشک اور لائق تحسین تھا، اس خندق کو دیکھ کر یقیناً صحابہ کرامؓ کی یاد تازہ ہوگئی، ''والیم قلعہ'' اگرچہ محدود حصے پر مشتمل تھا مگر اس کے اندر کافی لوگ سما سکتے تھے، وہاں مجاہدین کے اجتماع سے حضرت اقدس نے جو خطاب فرمایا اس کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ (مؤلف)

مجاہدین افغانستان سے خطاب

الحمد للہ وکفی والصلاۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم أما بعد!

بصد قابل احترام، مجاہدین اسلام، علماء کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ...

اسلام کی اشاعت کیلئے تبلیغ وتدریس اور حفاظت وبقا کیلئے جہاد کا عمل ناگزیر ہے، جب تک مسلمان ان دونوں ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھاتے رہے اس وقت تک

شجر اسلام پھلتا اور پھولتا رہا اور کوئی اسلام کا دشمن، اسلام اور اہل اسلام کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکا آج مسلمانوں کا قعر مذلت میں گر کر اپنی شان وشوکت کھو بیٹھنا اور زوال وانحطاط کی تاریک گھٹاؤں میں ڈوب کر کامرانیوں سے محروم ہو جانا، جہاد سے اعراض ہی کا نتیجہ ہے، میں آپ حضرات کو مبارکباد پیش کرنے آیا ہوں کہ اللہ تعالی نے آپ حضرات سے احیاء جہاد کا عظیم کام لیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم و أموالهم بأن لهم الجنة

بے شک اللہ تعالی نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں۔

مجاہد غازی ہو یا شہید دونوں کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **الجهاد ماض إلى يوم القيامة** ... جہاد قیامت تک جاری وساری رہے گا...

ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور ایمان لے آنے کے بعد آنحضور ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے خدا بھی راضی ہو اور اسکا سچا رسول بھی۔ آپ ﷺ نے (جہاد کا موقع ہونے کی وجہ سے) فرمایا کہ تلوار لیکر جہاد کرو، دشمن کو ہلاک کر دو گے تو غازی اور مارے جاؤ گے تو شہید بن جاؤ گے۔ نو جوان تلوار اٹھا کر جہاد میں شامل ہوا حتی کہ لڑتا ہوا شہید ہو گیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ہی خوش قسمت انسان تھا جس نے صبح کو نبی کا کلمہ پڑھا اور شام کو جنت کی سیر کر رہا ہے۔

یہی اصحاب پیغمبر ﷺ ہی تو ہیں جو آقا کے اشارہ ابرو پر سر جھکا دیتے بلکہ سر کٹوا دیتے تھے... سیدنا حضرت علیؓ نے ان کی شان یوں بیان فرمائی:

لقد رایت أصحاب محمد ﷺ فما أریٰ أحداً منکم یشبههم لقد کانوا یصبحون شعثاً غبراً وقد باتوا سجداً وقیاماً (نہج البلاغۃ ص ۱۸۹)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب محمدؐ کو دیکھا تم میں سے کوئی ایک بھی ان کے مقام کو نہیں پہنچتا، اصحاب پیغمبرؐ سارا دن میدان جہاد میں غبار آلود رہتے تھے جبکہ ان کی راتیں سجدے اور قیام میں بسر ہوتی تھیں...

حضرات محترم! انہی صحابہ کرامؓ کی قربانیوں سے اسلام وقرآن ہم تک پہنچا مگر افسوس کہ اس دور کے کچھ لوگوں کو صحابہؓ کی امانت و دیانت اور تقوی وطہارت پر اعتقاد نہیں رہا، اللہ تعالی حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے....

جہاد فی سبیل اللہ کو سمجھنے کیلئے میدان کارزار میں اترنا ضروری ہے یہاں پہنچ کر مجھے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے لائق شاگرد امام عبد اللہ بن مبارکؒ کے ان اشعار کا مفہوم آج صحیح سمجھ آیا ہے جو انہوں نے عابد الحرمین حضرت فضیل بن عیاضؒ کو لکھے تھے:

یا عابد الحرمین لو أبصرتنا

لعلمت أنک بالعبادۃ تلعب

اے مکہ اور مدینہ میں رہ کر عبادت کرنے والے! اگر تو ہم مجاہدین کو دیکھ لیتا

تو بالیقین تجھے معلوم ہو جاتا کہ تیری عبادت تو ایک کھیل ہے۔

من کان یخضب خدہ بدموعہ

فنحورنا بدمائنا تتخضب

ایک وہ شخص ہے جس کے آنسو اس کے رخساروں کو تر کرتے ہیں

اور ایک ہم ہیں جو اپنی گردن راہ خدا میں کٹوا کر اپنے خون میں آپ نہا لیتے ہیں۔

أو كان يتعب خيله في باطل

فخيولنا يوم الصبيحة تتعب

ایک وہ شخص ہے جس کا گھوڑا باطل اور بیکار کام میں تھک جاتا ہے،

اور ہمارے گھوڑے لڑائی اور حملے کے دن ہی تھکتے ہیں۔

ريح العبير لكم ونحن عبيرنا

رهج السنابك والغبار الأطيب

اگر (عبیر) کی خوشبوئیں تمہارے لئے ہیں اور ہمارے لئے اگر کی خوشبو گھوڑوں کے ٹاپوں کی خاک اور پاکیزہ گرد وغبار ہے۔

ولقد أتانا من مقال نبينا

قول صحيح صادق لا يكذب

یقین مانو! ہمیں نبی اکرمؐ کی یہ حدیث پہنچ چکی ہے جو سراسر راستی اور درستی والی بالکل سچی ہے۔

لا يستوي غبار خيل الله في

أنف امرئ ودخان نار تلهب

کہ جس کسی کے ناک میں اس خدائی لشکر کی گرد بھی پہنچ گئی

اس کے ناک میں شعلے مارنے والی جہنم کی آگ کا دھواں بھی نہ جائیگا۔

هذا كتاب الله ينطق بيننا

ليس الشهيد بميت لا يكذب

اور یہ اللہ تعالی کی پاک کتاب جو ہم میں موجود ہے، صاف کہہ رہی ہے اور سچ کہہ رہی ہے کہ شہید مردہ نہیں ہوتا۔

۱۷۷ھ میں محمد بن ابراہیم، امام عبداللہ بن مبارکؒ کے یہ اشعار لے کر مسجد حرام میں حضرت فضیل بن عیاضؒ کے پاس پہنچے اور انہیں امام کے اشعار دکھائے تو حضرت فضیلؒ پڑھ کر زار و قطار رونے لگے اور فرمایا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ پر خدا کی رحمتیں ہوں آپ کی نصیحت نے مجھے بیدار کر دیا ہے۔ پھر محمد بن ابراہیم سے فرمایا کہ تم میرے لئے عمدہ نصیحت نامہ لائے ہو میں تمہیں اس کے بدلے میں حدیث لکھواتا ہوں، ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھے ایسا عمل بتایئے جس سے مجاہد کا ثواب پاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تجھ میں یہ ہمت و طاقت ہے کہ ہمیشہ نماز ہی پڑھتا رہے اور تھکے نہیں اور روزے رکھتا چلا جائے اور کبھی افطار نہ کرے؟ سائل نے کہا کہ بہت مشکل بات ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تیرے اندر اتنی طاقت ہوتی اور تو ایسا کر بھی سکتا تو بھی مجاہد فی سبیل اللہ کا مقام حاصل نہیں کر سکتا... اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی میدان جہاد میں حاضری قبول فرمائے اور آپ کی کاوشوں سے اسلامی خلافت کی راہیں ہموار ہوں، خدا کرے بہت جلد یہاں نظام خلافت راشدہ قائم ہو۔ آمین یا رب العالمین

تمہیں سے اے مجاہدو! جہان کائنات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
تمہیں دفاع واحترام دین کے ذمہ دار ہو
جو تم نہ ہو تو امن کی بنا نہ استوار ہو
تمہاری تیغ ضامن نظام کائنات ہو
لہو جو ہے شہید کا قوم کی زکوٰۃ ہے

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

تحریک اسلامی طالبان کی حمایت

روس جیسی سپر پاور کی عبرت ناک شکست اور افغانستان کے آزاد ہونے پر جہاد کے منطقی نتائج کا راستہ روکنے کیلئے اسلام دشمن قوتوں نے سر توڑ کوشش کر کے کابل کے اقتدار پر قبضہ جمانے کی ٹھان لی لیکن انہیں اس مہم میں نا کامی کا منہ دیکھنا پڑا، بالآخر فتنہ پرداز عناصر نے خفیہ سازش سے افغانستان کے مجاہدین کو خانہ جنگیوں میں مبتلا کر دیا تا کہ مجاہدین کی نہ صرف عسکری قوت کمزور ہو بلکہ ان کا عسکری جذبہ محرکہ اور احساسات وجذبات کی انگیخت سرد ہو جائے۔ اعدائے دین اس منصوبہ میں بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ مگر مسلمانان عالم افغانستان کی غیر یقینی حالت پر خون کے آنسو رو رہے تھے کہ لاکھوں انسانوں کی قربانیوں کے باوجود مجاہدین کو مقصد اصلی حاصل نہیں ہو رہا، کہ یکا یک مدارس عربیہ سے دین کا درد رکھنے والے چند خرقہ پوش، بوریا نشین طالبان اٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے افغانستان کے اقتدار پر کنٹرول کر کے وہاں اسلامی نظام کے نفاذ کے ذریعے امن وسلامتی کو بحال کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ طالبان کی دینی حمیت، مذہبی جرأت اور اسلامی حکومت کو دیکھ کر حضرت تونسوی نے ان کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ آپ اپنی تقاریر میں طالبان کی خدمات اور قربانیوں کو سراہتے ہیں اور ان کے لئے خصوصی دعائیں فرماتے ہیں، اللہ کریم طالبان کی خصوصی نصرت وامداد فرمائے اور انہیں مزید استحکام عطا فرمائے۔ آمین

باب ششم

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ وآزادہ معانی میں دقیق

اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

حضرت تونسوی اہل سنت کے سرخیل ہیں

حضرت شیخؒ کی جدو جہد کا بنیادی میدان دفاع صحابہؓ اور اہل سنت والجماعت کا تحفظ تھا، اور اسی کیلئے انہوں نے ساری زندگی محنت فرمائی، اور مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کے نظریات کو سلف صالحین کی تعبیرات خصوصاً اکابرین دیوبند کی تشریحات کے ساتھ شہر شہر اور قریہ قریہ تک پہنچایا، آپ جس بات کو حق سمجھتے ہیں اسے برملا کہتے ہیں، اور اس میں انہیں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں ہوتی، اپنے اصول اور اپنے عقیدے وخیال پر اس مضبوطی وپختگی سے عمل پیرا ہوتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس سے منحرف نہیں کر سکتی، اس کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں اہل سنت کے حقوق اور مفادات کی حفاظت بھی ان کی کاوشوں کا ہدف رہی ہے۔ اس وقت اہل سنت کے موقف کی کماحقہ ترجمانی کیوجہ سے خواص وعوام کے حلقوں میں حضرت والا کو اہلسنت کا سرخیل سمجھا جاتا ہے۔ انکی علمی قابلیت، مناظرانہ بصیرت، اور مسلّمہ حیثیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء بمقام باگڑ سرگانہ ضلع ملتان، سنی وشیعہ کے مابین مشہور مناظرہ میں شیعہ مناظر اسماعیل گوجرہ (جس کے ساتھ آٹھ شیعہ علماء اور بھی تھے) سے مناظرہ کرنے کیلئے حضرت مولانا علامہ اللہ یار خان صاحب آف چکڑالہ، حضرت علامہ مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری چوکیرویؒ، حضرت علامہ مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ حضرت علامہ مولانا لال حسین صاحبؒ اختر، جیسے اساطین علم وفن نے حضرت علامہ تونسوی مدظلہ کو ہی اپنا مناظر نامزد کیا اور آپ نے تبرائی شیعہ مناظر اسماعیل گوجرہ کو نہایت لاجواب ومبہوت کر دیا۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**

☆ یہی وجہ ہے کہ شیعہ مناظر اسماعیل گوجروی نے آپ کا مذہبی حریف ہونے کے باوجود، ایک سنی مناظر سے کہا تھا کہ:

''میں تمہیں کیا جانوں! میرے ساتھ مناظرہ عبدالستار تونسوی کرے، جو کہ سنیوں کا نامور مناظر بھی ہے اور لکھنو کا تربیت یافتہ بھی..........''

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

☆ محترم حاجی محمد عظیم خانؒ صاحب کلاچی آف تونسہ نے راقم کو بتایا کہ

مجھے شیعہ عالم مولوی محمودی تونسوی نے یہ کہا تھا کہ عبدالستار تونسوی جیسا شخص صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی مناظرانہ گرفت، کتب شیعہ میں درک اور علمی رسوخ نے اسے معاصر علماء میں ممتاز کر دیا ہے، یہ شخص ایسا جابر ہے کہ اپنی بات منوانا جانتا ہے اور اس کے پاس تسخیر کا کوئی عمل بھی یقینی ہے''

☆ حضرت تونسوی مدظلہ جب جامعہ اشرفیہ لاہور علماء کو خصوصی تعلیم دینے کیلئے تشریف لے گئے تو استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد موسےٰ خان صاحب روحانی بازیؒ نے اعلان فرمایا:

''ہمارے جامعہ میں اہل سنت کے سرخیل، محقق اعظم علامہ تونسوی، دامت فیوضہم تشریف لائے ہیں، تمام طلباء و مدرسین اس نادر موقع کو غنیمت جانیں اور حضرت کے درس میں شریک ہوں اور ان کے افادات کو قلمبند بھی کریں' اس وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی غلام سرور صاحب مدظلہ

بھی حضرت کے سبق میں باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ (استاذ حضرت تونسویؒ) کے سامنے ایک بریلوی مولوی نے مناظرہ کی بات کی تو آپ نے فرمایا:

''تونسوی کی ایک للکار ہی تمہارے نظریہ بدعت کے خرمن کو بھسم کر دے گی، وہ میدان مناظرہ کا شاہسوار ہے''

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ آف تونسہ فرمایا کرتے تھے کہ

''اگر حق تعالی مجھ سے دریافت فرمائیں گے کہ خان محمد کیا لیکر آیا ہے؟ تو میں مولوی عبدالستار تونسوی کو پیش کردوں گا کہ یہ لیکر آیا ہوں''

سواداعظم کی پیروی

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب صدر مدرس جامعہ مجیدیہ خیر آباد ڈیرہ غازیخان، نے فرمایا کہ ''اس پرفتن دور میں اہل باطل 'من کل حدب ینسلو ن' کا مصداق ہیں۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سواداعظم اہلسنت والجماعت کی پیروی کو لازم سمجھیں۔ اس کے لیے اکابر جمہور علماء اہلسنت کی تابعداری ضروری ہے۔ وہ حضرات جو علم وفن کے کمال کے ساتھ ساتھ زہدوتقوی کے بھی تاجدار ہیں اور جن کے اندر خداداد بصیرت وصلاحیت موجود ہے۔ جن کی سالہا سال کی دیدہ ریزی نے کتاب وسنت میں ایسی درک حاصل کی ہے کہ آج عقائد کا کوئی گوشہ یا مسائل کی کوئی جزئی ان سے مخفی نہیں۔ پس کتاب وسنت کی تعلیمات پر ان اکابر کی تشریحات کے ذریعے عمل کیا جائے۔ ایسی ہستیاں ہر دور میں پیدا ہوتی رہیں۔ عصر حاضر میں اس فضل

سے ممتاز شخصیات میں، محقق العصر حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، اور شیخ طریقت ، وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ اوراستاذ المناظرین امام اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالستار تونسوی صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم العالیہ کوایک بلند مقام حاصل ہے، اہل علم میں ان کی تحقیق مسلم ہے ان کی توضیح وتشریح ہمارے لئے روشنی کا ستون ہے

﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾

گنبد خضراء سے سلام وپیغام

مولانا فقیر محمد صاحب عثمانی کا بیان ہے کہ:

''۱۹۸۷ء میں مجھے عمرہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، محراب نبویؐ کے جنوبی طرف، حضرت مولانا عبدالمنان صاحب امیر تبلیغ چند آدمیوں کو سبق پڑھا رہے تھے، ان سے میری ملاقات ہوئی، تعارف کرانے پر مولانا نے مجھ سے پوچھا کہ آپ پاکستان کے عالم، مولانا عبدالستار تونسوی کو جانتے ہیں......؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ وہ ہمارے ملک کی نامور شخصیت ہیں اور میرے استاذ مکرم بھی ہیں، اس پر حضرت مولانا عبدالمنان صاحب نے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ

''مدینہ منورۃ کے ایک شیخ (جن کا نام انہوں نے مخفی رکھا) کوخواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔آپؐ نے ارشاد فرمایا (جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے) کہ عبدالستار تونسوی کو میرا سلام اور پیغام دے دو کہ پاکستان میں فتنے بڑھ رہے ہیں، لہٰذا وہ پہلے سے زیادہ محنت

کریں، جولوگ اس محنت میں انکا ساتھ دیں گے اللہ تعالی انکی مدد ونصرت فرمائیں گے"۔

ؔ رب صل وسلم دائماً أبداً ÷ علی حبیبک خیر الخلق کلهم
هو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعته ÷ لکل هول من الأهوال مقتحم

مولانا عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں کہ

"ہم نے نصرت کیلئے کچھ باہمی چندہ کیا، وہ رقم اور حضور ﷺ کے سلام وپیغام کے حوالے سے تفصیلی خط لکھ کر پاکستانی عالم مولانا مفتی محمد انور صاحب قاسم العلوم ملتان کے سپرد کیا کہ وہ حضرت شیخ علامہ تونسوی صاحب مدظلہم تک پہنچائیں، مگر تاحال حضرت تونسوی صاحب نے اس رقم اور خط کا کوئی جواب ہمیں نہیں دیا"

چنانچہ میں (فقیر محمد عثمانی) نے سعودی عرب سے حضرت الاستاذ شیخ تونسوی صاحب کو خط لکھ کر ساری صورت حال سے آگاہ کیا، حضرت والا نے مجھے سعودیہ میں ہی جواب لکھا کہ "اس وقت تک مولانا عبدالمنان صاحب مدظلہ کی بھیجی ہوئی رقم اوران کا مکتوب گرامی میرے پاس نہیں پہنچا ورنہ ضرور جوابی عریضہ ارسال کرتا"

اس واقعہ میں سرکار دوعالم ﷺ کے سلام وپیغام، اہم دینی ذمہ داری کی تفویض، جس پر نصرت خداوندی کی نوید سنائی گئی تمام امور کس قدر مہتم بالشان ہیں اسمیں حضرت علامہ تونسوی کا امتیاز واختصاص اورآپکے رفقاء کرام وعقیدت مندوں کیلئے مژدۂ جانفزا ہے

ؔ ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نوٹ :- مولانا فقیر محمد صاحب عثمانی آف ملتان کا بیان ہے کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ مذکورہ خواب دیکھنے والے حضرت مولانا عبدالمنان صاحب مدظلہ خود ہی تھے، جبھی تو انہوں نے میرے استفسار واصرار کے باوجود اپنا نام مخفی رکھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک خواب

۱۹۹۳ء کے الیکشن مین حضرت تونسوی نے اپنے علاقے کے مذہبی وسماجی مسائل کے حل کیلئے احباب کے مشورہ سے ایک ایسے آدمی کی حمایت کا اعلان کیا جس سے دینی ودنیاوی بھلائی متوقع تھی اوراس کی کامیابی کے آثار بھی ان کی تائید سے نمایاں تھے جبکہ دوسری طرف دین دشمن لوگ اکھٹے ہو کر الیکشن لڑ رہے تھے مگر ڈیرہ غازیخان کے ایک مولانا صاحب کو بھی چند جذباتی لوگوں کی انگیخت نے انتخابات کے میدان میں لا کھڑا کیا حالانکہ ان کی کامیابی کی ایک فیصد بھی امید نہ تھی بلکہ ان کیوجہ سے تیسرے دین دشمن آدمی کی کامیابی کے مہیب خطرات واضح نظر آ رہے تھے۔ مولانا موصوف کے حمایتی گروپ نے حضرت تونسوی کے خلاف خوب پراپیگنڈہ کیا حتی کہ شادن لنڈ ضلع ڈیرہ غازی خان میں جب حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالغفار صاحب تونسوی، حافظ عبدالمجید تونسوی اور سیٹھ عبدالرحیم صاحب پہنچے تو بعض ابناء دنیا نے شریر لڑکے جمع کر کے ''تونسوی مردہ باد'' کے نعرے لگوائے اور حضرت کے خلاف بڑی ڈھٹائی سے نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ شادن لنڈ کے رہائشی محترم قاری عبدالمجید صاحب مدرس جامع مسجد بلالؓ بھی انہی مولانا کے حامیوں میں سے تھے اور قلبی طور پر حضرت تونسوی سے ناراض تھے قاری صاحب موصوف کا بیان ہے کہ:

''میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع وعریض میدان میں ہزاروں لوگ جمع ہیں اور درمیان میں ایک بڑے تخت پر خوبصورت ریشمی قالین بچھا ہے تمام لوگ کسی شخصیت کی آمد کے منتظر ہیں۔ میرے استفسار پر لوگوں نے بتایا کہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی تشریف آوری ہے۔ یہ سنکر میں بھی انتظار میں کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ اپنی وجاہت اور جلالت شان سے تشریف لے آئے اور ان کے بائیں جانب حضرت تونسوی صاحب بھی ساتھ ہیں، حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے بائیں ہاتھ سے حضرت تونسوی کا دایاں ہاتھ پکڑ کر فرمایا: لوگو! اس بزرگ کو ناراض نہ کیا کرو، یہ آپ سے جو بات بھی کہیں اس پر ضرور عمل کیا کرو، اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو صبح کی نماز کا وقت ہو چکا تھا''

محترم قاری عبدالمجید صاحب آف شادن لنڈ نے یہ خواب اپنے احباب سے بیان کیا اور راقم الحروف کو بھی سنایا اور روتے ہوئے التجا کی کہ حضرت تونسوی مدظلہ مجھ سے ناراض ہیں، آپ میری سفارش کریں کہ حضرت مجھے معاف فرمادیں ہم آئندہ کبھی بھی انکی مخالفت نہیں کریں گے۔

عشق صدیقیؓ کا ایک کرشمہ

حضرت والا کو بچپن سے ہی صحابہ کرامؓ سے فطرتاً محبت نصیب ہوئی ہے، خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ابوبکرؓ وعمرؓ کے نام مجھے بچپن سے ہی پیارے لگتے تھے، ان ناموں سے روح میں تازگی اور قلب میں نور محسوس کرتا تھا'' یہی وجہ ہے کہ آپ نے عنفوان شباب

سے آج تک مدح صحابہؓ کو موضوع سخن بنایا جب آپ سیدنا صدیق اکبرؓ کا مقام بیان فرماتے ہیں تو وجد کی سی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے پاؤں پر سانپ کی ڈسی ہوئی جگہ اپنا لعاب دہن لگایا تو زہر کافور ہو گیا، اور اس کا یہ اثر ہوا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ جب کسی کو سانپ کے ڈسنے پر اپنا لعاب مبارک لگاتے تھے تو زہر کا اثر جاتا رہتا تھا بلکہ علماء محققین کی صراحت کیمطابق آج بھی خاندان صدیقیؓ کا اصلی فرد مل جائے تو اس کے لعاب دہن میں بھی یہی تاثیر موجود ہے۔'' (حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ) اگرچہ صدیقیؓ خاندان سے میرا نسبی تعلق نہیں مگر میں صدیق اکبرؓ کا ادنی غلام ہوں آج اگر کسی کو سانپ کاٹ لے اسے میرے پاس لایا جائے میں اس جگہ پر بسم اللہ پڑھ کر اپنی لعاب لگاؤں گا، اگر مریض نہ آسکے تو مجھ سے نمک دم کرالیں، نمک پر میں لعاب لگا کر دوں گا لسی میں نمک ڈال کر مریض کو پلائیں انشاء اللہ اسی وقت زہر کا اثر جاتا رہے گا۔ یہ میرا کمال نہیں بلکہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی غلامی کا ایک کرشمہ ہے''

چنانچہ آپ کے دم سے سینکڑوں کو اللہ تعالی نے شفا عطا فرمائی ہے، اسی طرح آپ کے باطنی کمالات اور عملیات وغیرہ سے بے شمار لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

حاسدین کے اعتراض کا جواب

بعض حاسدین نے اس پر بے بنیاد اعتراض اٹھانے کی کوشش کی کہ عملیات کا کام علماء کے شایان شان نہیں، حالانکہ ایسے لوگوں کی فہم و دانش پر جہالت کا پردہ پڑا ہوا ہے درحقیقت یہ کام علماء ربانی کو ہی کرنا چاہئے۔ حضرت والا اور آپ کے صاحبزادے

(مولانا عبدالغفار صاحب مولانا عبدالجبار صاحب) عملیات کا کام محض رضائے الٰہی اور عوام الناس کی بھلائی کیلئے کرتے ہیں کیونکہ مجبور ومقہور اور مسحور و مجنون لوگ بے دین لوگوں کے پاس جاکر شرک و بدعت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور درباروں مزاروں پر لوگوں کی عزتیں برباد ہوتی ہیں۔ اگر صحیح العقیدہ علماء حضرات قرآنی عملیات سے عوام کی بھلائی کیلئے بغیر کسی لالچ کے یہ کام سرانجام دیں، جیسا کہ ہمارے اکابر کرتے رہے تو اسمیں کوئی قباحت نہیں۔ علماء امت کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علمی تحقیقات کے ساتھ ساتھ باطنی کمالات اور عملیات میں بھی ید طولی رکھتے تھے، جیسا کہ صاحب احیاء العلوم امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) اور صاحب نبراس علامہ عبدالعزیز صاحب پربارویؒ (م ۱۲۳۹ھ) کا علمی و تصنیفی خدمات کے ساتھ ساتھ عملیات میں ایک بلند مقام ہے دونوں اکابر جنات کو پڑھاتے تھے اور بوقت ضرورت ان سے کام بھی لیتے تھے یہاں ہم ان کا ایک واقعہ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

لطیفہ عجیبہ

محی السنۃ امام غزالیؒ نے ایک روز جنات سے حوادثات کی بابت دریافت کیا جنات نے بتایا کہ علامہ محمود زمخشری قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے ہیں اور نصف کے قریب پہنچ گئے ہیں، امام غزالیؒ نے تفسیر منگوائی اور پوری نقل کروا کر اصل نسخہ جنات کے ذریعے واپس کرادیا۔ جب علامہ زمخشری موصوف کے پاس آئے آپ نے زمخشری کو کتاب دکھائی، زمخشری کتاب دیکھ کر حیران رہ گئے اور سوچ میں پڑ گئے کہ اگر یہ کہوں کہ کتاب میری ہے تو یہاں کیسے آئی جبکہ میں نے اسے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اگر یہ کہوں کہ کسی

دوسرے کی ہے تو لفظاً معناً وضعاً ترتیباً اتنا کثیر توارد عقلاً محال ہے، زمخشری کی حیرت کو دیکھ کر امام غزالیؒ نے کہا کہ یہ تمہاری کتاب ہے میں نے یہ جناب کے ذریعہ منگوائی ہے، زمخشری جنات کے قائل نہ تھے لیکن اس مجلس میں قائل ہو گئے۔

(حالات مصنفین ص ۴۰۹ مولانا محمد حنیف گنگوہی)

علمائے امت کے ایسے واقعات سے جہاں حقیقت واضح ہوتی ہے وہاں معترضین کے اشکالات واعتراضات اپنی جگہ بے وقعت ہو کر رہ جاتے ہیں نیز آٹھویں صدی ہجری کے نامور عالم علامہ قاضی بدر الدین حنفیؒ نے جنوں کے احوال واحکام میں مستقل کتاب "آکام المرجان فی أحکام الجان" تصنیف فرمائی ہے، اہل ذوق مطالعہ فرمائیں۔

صراط مستقیم کی نشاندھی

حضرت شیخ تونسوی مدظلہ اپنی تقاریر میں اتمام حجت کیلئے اکثر وبیشتر فرمایا کرتے ہیں کہ:

"میں نے تحقیق مسائل اور صراط مستقیم کی جستجو میں اپنی ساری زندگی گزار دی ہے لوگوں نے گھر بیٹھ کر ہی بلا تحقیق فیصلے کر لئے اور بزعم خود اپنے اجتہاد اور ذاتی رائے سے عوام الناس کو رسومات وبدعات کی ڈگر پر چلانے میں پورا زور لگا رکھا ہے، جبکہ میں نے تحصیل علم کیلئے ہزاروں میل لمبے سفر کئے، میں نے خدا کے دروازے پر مکۃ المکرمہ اور سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اطہر پر مدینہ طیبہ بارہا حاضری دی، سیدنا حضرت علیؓ کے مسکن ومدفن (کوفہ، نجف اشرف) تک پہنچا، سیدنا حضرت حسینؓ کے مزار پر انوار پر

کربلا معلیٰ بھی گیا، امام اعظم ابو حنیفہؒ اور محبوب سبحانی حضرت شاہ عبد القادر جیلانیؒ کے مزاروں کی زیارت کی۔ میں نے پاکستان و ہندوستان کی کتب پڑھیں، عراق و ایران ترکستان ولبنان (بیروت) اور عربستان کی کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا، اہل سنت و اہل تشیع کی کتب اصلیہ کا بھی تحقیقی جائزہ لیا۔ آج منبر رسولؐ پر خدا کے قرآن کو گواہ کر کے حلفاً کہتا ہوں کہ اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی مسلک کے تمام عقائد و مسائل کتاب و سنت کے مطابق ہیں۔

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر
تا ازیں گنبد دیرینہ درے پیدا شد

ایک سوال کے جواب میں حضرت تونسوی نے ارشاد فرمایا کہ دار العلوم دیوبند ایک تحریک کا نام ہے جس کے منشور میں تعلیم کتاب اللہ التزام بالسنۃ، تصوف اور اعلاء کلمۃ اللہ (جہاد) شامل ہے۔

أولائک آبائی فجئنی بمثلھم
إذا جمعتنا یا جریر المجامع

حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ ''میں بارہا اپنی تقاریر میں اس بات کی وضاحت کر چکا ہوں کہ دیوبند، امت مسلمہ کے کسی گروہ یا فرقے کا نام نہیں، بلکہ ایک شہر کا نام ہے اور یہ محض تعارفی نسبت ہے جو برصغیر پاک و ہند میں ایک خاص متبع سنت و حاملین شریعت وطریقت حلقہ کے لئے استعمال ہوتی رہی ہے ہمارے، اسلاف سے کوئی جداگانہ عقائد نہیں ہیں جن کو ہم نے اپنا شعار بنایا ہو۔ حضرات متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو عقائد تحریر فرمائے ہیں وہی اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے عقائد ہیں''۔

خرقہ ءخلافت

جیسا کہ ہم باب اول میں تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت تونسوی نے دارالعلوم دیو بند سے فراغت کے بعد شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا مدنی ؒ سے بیعت کی سعادت ۱۹۴۷ء میں حاصل کی۔ حضرت شیخ مدنی ؒ کے وصال کے بعد حضرت تونسوی نے کسی اور سے بیعت کی تجدید نہیں فرمائی بلکہ خود فرماتے ہیں کہ میں تا دم زیست حضرت مدنی ؒ کے ساتھ اپنی نسبت قائم رکھنا چاہتا تھا مگر ایک مرتبہ آپ تبلیغ دین کے سلسلے میں ڈیرہ اسماعیل خان (صوبہ سرحد) تشریف لے گئے تو پہاڑ پور میں شیخ طریقت، ولی کامل حضرت مولانا فقیر احمد گل صاحب ؒ (م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) کی زیارت نصیب ہوئی، حضرت شیخ ؒ نے دوران ملاقات حضرت تونسوی سے فرمایا ''ایک عرصہ سے آپ کی ملاقات کا مشتاق تھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی حضرت شیخ مدنی ؒ سے نسبت ہے، ان کے جوتوں میں جو علم و برکات تھیں وہ احمد گل کے دماغ میں نہیں مگر اس فقیر کی طرف سے بھی آپ کو انسانوں کے رشد و ہدایت کیلئے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اجازت ہے۔ اس پر حضرت تونسوی نے معذرت چاہی کہ حضرت مجھ میں ایسی اہلیت کہاں......؟ مگر حضرت مولانا فقیر احمد گل صاحب ؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا! میں اس معاملہ میں مامور ہوں'' حضرت تونسوی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ مولانا فقیر احمد گل صاحب ؒ نے میرے قلب پر ہاتھ رکھا تو دل کے گوشہ گوشہ کو محبت الٰہی سے بھر دیا، حضرت فقیر صاحب ؒ نے دستار بندی کرائی اور خرقہ خلافت سے بھی نوازا۔

احب الصالحین ولست منھم
لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

بیعت کی حقیقت

بیعت بمعنی ''عہد و پیمان'' اور بیع، قیمت لیکر کسی چیز کو خریدنے والے کے حوالہ کردینے کو کہتے ہیں اسی سے بیعت اور مبایعۃ ہے جو پیغمبر یا انکے خلفاء کی اطاعت کے اقرار کو کہتے ہیں کیونکہ اقرار بھی دراصل ایک معاملہ ہوتا ہے جسمیں بیعت کرنے والا اپنی جان و مال کو آخرت کے نعمتوں کے بدلے میں بواسطہء نبی خدا کے حوالے کردیتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین علماء کرام و مشائخ عظام میں جو بیعت لینے کا دستور رہا ہے وہ دراصل ''وإذ أخذ الله ميثاق النبيين'' کی آیت میں مذکور سنت الہیہ کا اتباع ہے، آنحضور ﷺ نے بہت سے معاملات میں صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ مثلاً بیعت رضوان جسکا ذکر قرآن پاک کی سورۃ فتح میں موجود ہے، اسی طرح انصار مدینہ کی بیعت عقبہ بھی اسی قسم کے معاہدات میں سے ہے، سورۃ فتح کی آیت ''إن الذين يبايعونك إنما يبايعون الله '' کی تفسیر میں حضرت علامہ شبیر احمدؒ عثمانی لکھتے ہیں کہ'' حضور صحابہؓ سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر کبھی کسی دوسرے امر خیر پر بیعت لیتے تھے، صحیح مسلم میں ''وعلی الخیر'' کا لفظ آیا ہے۔ مشائخ طریقت کی بیعت اگر بطریق مشروع ہو تو اسی لفظ کے تحت میں مندرج ہوگی۔ حدیبیہ میں اس بات پر بیعت لی گئی کہ مرتے دم تک میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔'' حضرت علامہ عثمانیؒ سورۃ ممتحنہ کی آیت بیعت کے تحت رقمطراز ہیں کہ:

> ''حضرت کے پاس عورتیں (بھی) بیعت کرتی تھیں تو یہی اقرار لیتے تھے۔ لیکن بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ نے آپ کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔'' (تفسیر عثمانی)

حضرت تونسوی مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے مشائخ میں جو بیعت کا طریقہ چلا آرہا ہے وہ بھی اسی سنۃ اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے۔اس میں ایمان واعمال صالحہ کی تلقین اور محرمات ومنکرات سے احتراز کا عہد ہوتا ہے۔مگر آج کل جو بیعت جہلاء یابدعتیوں میں رواج پذیر ہے کہ کسی نام نہاد بزرگ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کو نجات کیلئے کافی سمجھتے ہیں ایسی بیعت کرنا اور جاہل ،بدعمل شخص کو اپنا پیشوا بنالینا باعث ہلاکت ہے''

واقعات وشواہد

مولانا قاری محمود الحسن صاحب وقاری مطیع الرحمٰن صاحب دونوں حضرات نے تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر ملتان میں یہ واقعہ بیان کیا کہ:

''ہمارے والد بزرگوار مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ فاضل دار العلوم دیوبند المعروف بلبل پاکستان کی دعوت پر حضرت تونسوی مدظلہ تبلیغ دین کے سلسلے میں بمقام وجھ ضلع سرگودھا تشریف لے گئے حضرت والا نے بنات رسول مقبول ﷺ کے عنوان سے مفصل خطاب فرمایا، دوران تقریر آپ نے شیعہ کتاب سے یہ حوالہ دیا کہ آنحضور ﷺ کی صاحبزادیاں چار تھیں تو مقامی شیعہ عالم احمد سعید نامی کھڑا ہوا اور کہا کہ یہ حوالہ غلط ہے، حضرت تونسوی نے اپنے مخصوص گرجدار لہجے میں اسے فرمایا کہ میرے قریب آؤ اور اپنی کتاب کا حوالہ خود پڑھ لو اگر میرا پیش کردہ حوالہ غلط ہو تو ایک لاکھ روپیہ انعام بھی دوں گا اور تمہارا شیعہ مذہب بھی قبول کرلوں گا، پھر آپ نے مزید فرمایا کہ اگر میں شیعہ کتب سے

ائمہ معصومین کے فرامین سے جناب رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں ثابت نہ کرسکوں تو میری سزا پھانسی، حکومت وقت پر میرا خون معاف... اتنے میں وہی شیعہ عالم حضرت کے قریب آ گیا تو آپ نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ دیکھو حوالہ... وہ ایسا مرعوب ہوا کہ حوالہ بھی نہ پڑھ سکا اور وہیں بیٹھ گیا، پھر اس کی گردن میں سوزش آ گئی اور آہستہ آہستہ وہاں زخم بن گیا کچھ عرصہ بعد اس زخم کی وجہ سے وہ چیختا چلاتا اور کراہتا ہوا مر گیا۔

وَسَيَعۡلَمُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ



حضرت تونسوی مدظلہ نے ہمیشہ اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اکابر کے طرز پر تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیا۔ جس کے نتیجے میں بہت سے گم گشتگان راہ کو اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت سے نوازا ہے۔ ۱۹۹۴ء میں جب حضرت والا جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی علماء کرام کو تربیت دینے کیلئے تشریف لے گئے۔ احقر بھی حضرت کے ساتھ موجود تھا۔ جتوئی ضلع مظفرگڑھ کے ایک ڈاکٹر صاحب جو کہ وہاں کراچی میں مقیم تھے اس نے کراچی ہی میں تعلیم حاصل کر کے میڈیکل کی ڈگری حاصل کی ایک لبنانی خاتون جو کہ مذہباً شیعہ تھی، نے اسی ڈاکٹر کے ہمراہ تعلیم مکمل کی۔ فراغت کے بعد ڈاکٹر صاحب نے لبنانی عورت سے شادی کر لی۔ موصوف نے ایک دن حضرت تونسوی کے پاس آ کر اپنی درماندگی کا اظہار کیا کہ میری اہلیہ شیعہ ہے مگر خاصی تعلیم یافتہ ہے، اسکی مادری زبان بھی عربی ہے میری ہر وقت اس سے تکرار رہتی ہے جس کے باعث زندگی اجیرن بنی ہوئی ہے میری اہلیہ کا کہنا ہے کہ اگر تمہارا کوئی عالم مجھے مطمئن کر دے تو میں مذہب اہل سنت قبول کرلوں گی، بصورت دیگر تمہیں شیعہ ہونا ہوگا۔ برائے مہربانی آپ اپنا قیمتی وقت دیکر اس

کے اشکالات دور فرمائیں۔

حضرت تونسوی مدظلہ نے اگلے روز بعد نماز ظہر گفتگو کا وقت مقرر فرمایا... چنانچہ دوسرے دن حسب پروگرام ڈاکٹر صاحب (نام یاد نہیں رہا) اپنی زوجہ کو لے آیا، جامعہ اسلامیہ کے مہمان خانے میں جہاں حضرت تونسوی مقیم تھے، باپردہ خاتون کو حجاب کی اوٹ میں بٹھا کر اس کے خاوند کے بالواسطہ گفتگو کی گئی، حضرت والا نے شیعہ مذہب کی حقیقت اور انکے اسلام دشمنی کے عزائم سے اسے آگاہ کیا پھر اسے شیعہ کی کتب اصلیہ دکھائیں۔ لبنانی خاتون نے جب اپنے شیعہ مذہب کی کفریہ عبارات (جو تحریف قرآن، مطاعن صحابہؓ اور توہین اہل بیتؓ سے متعلق تھیں) پڑھیں تو دم بخود ہوگئی۔ اس کے اضطراب وحیرت کی انتہا نہ رہی... پھر اس نے چند سوالات کئے جن کے حضرت نے علمی ومسکت جوابات کتب شیعہ سے پیش کئے، دوران گفتگو حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب مختارؒ بھی موجود تھے تقریباً تین گھنٹے کی طویل بحث وتمحیص کے بعد اس عورت نے اپنے خاوند سے خلوت میں مشورہ کیا اور پھر شیعیت سے توبہ کرلی اور وہیں مذہب حقہ اہل سنت والجماعت قبول کیا۔ دوسرے روز دونوں میاں بیوی دوبارہ آئے اور کتب شیعہ کے اہم صفحات کے عکس (فوٹو سٹیٹ) لئے اور حضرت اقدس علامہ تونسوی مدظلہ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی اور یوں وہ نور ہدایت سے مستنیر ہوکر واپس لوٹے۔ تقریباً ایک سال بعد مولانا حبیب اللہ صاحب مختار نے حضرت کو خط لکھا کہ اس عورت نے واپس لبنان جا کر اپنے رشتہ داروں کو خوب سمجھایا اور تبلیغ کی جس کی وجہ سے اس کا تمام شیعہ گھرانہ مسلمان ہوگیا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

اسی طرح مولانا عبدالغفور صاحب چانڈیو حال مقیم اسلام آباد کا بیان ہے کہ:

''میں اپنے آبائی گاؤں چوٹی ڈیرہ غازی خان میں ان لوگوں کو جانتا ہوں جو حضرت کی تبلیغ ومحنت کے سبب شیعیت سے تائب ہوئے اور انہوں نے مذہب حقہ اہل سنت والجماعت قبول کیا مثلاً سردار غلام سرور خان علیانی آف چوٹی زیریں، محترم غلام حسین صاحب پٹواری آف بستی برمانی نزد چوٹی زیریں ڈیرہ غازی خان ۔اسی طرح کے کئی واقعات وشواہد ڈیرہ غازی خان، ملتان ،لاہور، بہاولپور، شکار پور، چکوال، کبیر والا، سرگودھا، بھکر، جھنگ، باگڑسرگانہ، دریاخان، لیہ اور ڈیرہ اسماعیل خان کے اضلاع میں موجود ہیں''

محترم حاجی اللہ دتہ صاحب ولد قادر بخش قوم ڈکڑ بستی عطر موضع یوسف شاہ نزد بہل ضلع بھکر، نے بتایا کہ ہم لوگ لاعلمی کی وجہ سے شیعہ مذہب اختیار کئے ہوئے تھے اور محرم کے جلوس میں تعزیہ کو کندھا دینا عین عبادت سمجھتے تھے۔ ۱۹۶۶ء میں تعزیہ کی زیارت کو نکلے کہ راستے میں یہ اعلان سنا کہ آج ہمارے علاقہ میں علامہ عبدالستار صاحب تونسوی کی تقریر ہے۔زہے نصیب، کہ تعزیہ کی زیارت کی بجائے حضرت تونسوی کی جا کر زیارت بھی کی اور تقریر بھی سنی...بس اسی دن شیعیت سے توبہ کر لی اور مذہب حقہ اہل سنت والجماعت قبول کیا، ہمارے علاقہ کے سینکڑوں لوگ حضرت تونسوی کی محنت وتبلیغ دین سے متاثر ہوکر شیعیت سے تائب ہوئے۔

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

(المائدہ۱۶)



تنظیم اہل سنت کے نامور شاعر جناب محمد نواز صاحب فردوسی، جناب صفدر معاویہ صاحب اور جناب عبید اللہ شاہد صاحب تینوں حضرات اپنا تجربہ ومشاہدہ پیش کرتے ہیں کہ ہماری زندگی کے اکثر ایام حضرت اقدس علامہ تونسوی زید مجدہم کی معیت میں گزرے ہیں، ہمارے سامنے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک آدمی نے آپ سے وقت لیا تو آپ نے اسے تاریخ دے دی، مگر اس کے چلے جانے کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ شاید اس شخص کا جلسہ نہیں ہو سکے گا بالآخر عین موقعہ پر ہم نے دیکھا کہ کسی سبب سے وہی پروگرام منسوخ ہو گیا...اسی طرح حضرت شیخ نے کبھی ہمیں کسی مقام کی طرف جانے سے منع کیا مگر ہم ان کی پرواہ کیے بغیر اس سفر پر چل نکلے جب اس جگہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں بھی جلسہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اس وقت ہمیں حضرت کی فراستِ ایمانی کا اندازہ ہوا مگر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

"اِتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله"



ایک مرتبہ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد لقمان صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حضرت تونسوی مدظلہ کا خطاب تھا کہ ایک شیعہ زمیندار نے مولانا علی پوری سے درخواست کی کہ میری بھینس کو سانپ نے کاٹا ہے اور عبدالستار تونسوی صاحب اس کے لئے نمک دم کرتے ہیں اتفاقاً وہ آپکے ہاں آئے ہوئے ہیں، مہربانی کر کے آپ ان سے نمک دلوادیں۔ مولانا محمد لقمان صاحب ایک عمدہ خطیب، حق گو عالم ہونے کے ساتھ خوش طبع اور بذلہ سنج بھی تھے انہوں نے (خوش طبعی میں) شیعہ زمیندار سے کہا کہ حضرت

تونسوی کا نمک صرف سنیوں کو فائدہ دیتا ہے شیعوں کو نہیں، بلکہ ان کے نمک سے تیری بھینس کے مرنے کا خطرہ ہے... شیعہ زمیندار کے اصرار پر بالآخر مولانا محمد لقمان صاحب نے حضرت تونسوی سے نمک دم کرا کے دے دیا، اس نے نمک بھینس کو کھلایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی... کچھ دنوں بعد مولانا علی پوری کی شیعہ زمیندار سے ملاقات ہوئی تو بھینس کے بارے دریافت کیا، شیعہ نے بتایا کہ تونسوی صاحب کے نمک سے میری بھینس اسی دن ہی تندرست ہو گئی تھی بلکہ اب پہلے سے بھی زیادہ دودھ دے رہی ہے۔ مولانا نے یہ سنتے ہی برجستہ فرمایا کہ پھر تو تجھے چاہئے کہ سنی ہونے کا اعلان بھی کرو اور حضرت تونسوی کے ہاتھ پر بیعت بھی۔ مگر شیعہ زمیندار بوجہ تعصب وضد اپنے باطل نظریے پر ڈٹا رہا۔ اور اسلام قبول نہ کیا۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ



بستی خان محمد والا نزد بھیرہ تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں ''دعا بعد الجنازۃ'' کے مسئلہ پر اختلاف ہوا مقامی علماء کرام کی کوشش کے باوجود مسئلہ حل نہ ہو سکا بالآخر اہالیان خان محمد والا نے کہا کہ اگر محقق اہل سنت، مناظر اعظم حضرت علامہ تونسوی مدظلہ یا ان کے صاحبزادے مولانا عبد الغفار صاحب تونسوی اس مسئلہ کی مدلل طریقے سے وضاحت فرما دیں جیسا کہ ان کا محققانہ انداز ہے تو ہم سب لوگ جنازے کے بعد دعا مانگنا چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ حضرت والا اور آپ کے صاحبزادے مولانا عبد الغفار صاحب وہاں تشریف لے گئے اور حسب ضرورت سنت کی اہمیت اور بدعت کی مذمت کے عنوان سے گھنٹوں خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

’’جنازہ بذات خود ایک دعا ہے... جنازہ کے اندر اللهم اغفر لحينا ومیتنا ... الخ والی مشہور دعا جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے اور جنازے کے بعد والی دعا آپ کے علاقے کے ملاؤں نے خود بنائی ہے اس لئے اندر والی دعا سنت ہے اور بعد والی بدعت... جنازے کے متصل بعد اجتماعی صورت میں وہیں کھڑے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کتاب وسنت، فقہ حنفی اور اجماع امت سے کہیں ثابت نہیں... اس لئے فقہاء کرام اسے ناجائز اور ممنوع فرماتے ہیں، چنانچہ تیسری صدی ہجری کے فقیہ امام ابو بکر بن حامدؒ فرماتے ہیں ”إن الدعا بعد صلاة الجنازة مكروه“ (فوائد بهية ص ۱۵۲ ج ۱) پانچویں صدی ہجری کے امام شمس الائمہ حلوائیؒ اور شیخ الاسلام علامہ سغدیؒ فرماتے ہیں” لا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة (تنیہ ص ۵۶ ج ۱) ولا يقوم داعياً له (جامع الرموز ص ۱۷۴) نامور فقیہ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں ”ولا يدعوا بعد التسليم“ (البحر الرائق ص ۱۸۳ ج ۲) ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں ”ولا يدعوا للميت بعد الجنازة لأنه يشبه الزيادة فى الصلواة“ (مرقاۃ ص ۳۱۹ ج ۲) علامہ بزازیؒ فرماتے ہیں ”ولا يقوم بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة لأنه دعا مرة لأنه اكثرها دعاء“ (بزازیہ مع ہندیہ ص ۸۰ ج ۱)

تمام عبارات کا حاصل یہ ہے کہ...

نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا نہ مانگی جائے کیوں کہ یہ جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔ نیز حضرت والا نے اہل بدعت کو چیلنج کیا کہ پیدائش سے لے کر موت تک

اور نماز پنجگانہ سے لے کر جنازہ کے اندر والی دعا تک تمام منقول دعائیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔فریق مخالف کو چاہئے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ میں دعا بعد الجنازۃ کے جو الفاظ منقول ہیں وہ پیش کر دیں اور ہم سے منہ مانگا انعام لے لیں، دریں صورت ہم اپنا موقف بھی چھوڑ دیں گے"۔

حضرت تونسوی کے اس مدلل خطاب سے اہل علاقہ بے حد متاثر ہوئے اور تمام لوگوں نے متفقہ طور پر آئندہ کیلئے نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور یوں اختلاف رفع ہو گیا۔



۱۹۹۰ء میں محترم صوفی اللہ بخش صاحب ساکن ٹبی قیصرانی (تونسہ) کی دعوت پر حضرت تونسوی بستی فتح خان تشریف لے گئے۔صوفی صاحب نے اپنے رشتہ داروں سے مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے کو کہا۔چونکہ جلسہ عام کا اعلان ہو چکا تھا اور یہ حضرت کی کرامت سمجھئے یا خصوصیت، کہ اگر جنگل میں بھی ان کا اعلان ہو جائے تو لوگ ہزاروں کی تعداد میں وہاں جمع ہو جاتے ہیں۔یہاں بھی اعلان سن کر ہر طرف سے عوام الناس جلسہ گاہ میں پہنچنا شروع ہو گئے عورتوں کے لیے اتفاقاً اسی گھر میں بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا جہاں مہمانوں کے لیے کھانا تیار ہو رہا تھا۔ وہاں چند شیعہ عورتوں نے آ کر از خود کھانا تیار کرنے اور خاص کر روٹیاں لگانے میں صوفی صاحب کے اہل خانہ کی مدد کی۔جلسے کے اختتام پر صوفی صاحب نے حضرت سے کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کھانا تیار ہے تو جلدی لے آئیں۔چنانچہ کھانا جب حضرت کے سامنے آیا تو آپ نے روٹیوں کو ہاتھ لگاتے ہی فرمایا:

''صوفی صاحب! یہ کھانا لے جاؤ، ہم یہ روٹیاں نہیں کھاتے....''

صوفی صاحب کے تعجب اور پریشانی کی انتہا نہ رہی۔ان کے اصرار کے باوجود حضرت والا بغیر کھانا کھائے واپس چلے گئے۔صوفی صاحب نے آزردہ حالت میں گھر والوں کو آکر متنبہ کیا کہ ہماری کسی بڑی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے آج ہمارے شیخ ہم سے ناراض ہوگئے ہیں۔ انہوں نے کھانا طلب کرنے کے باوجود کھانا تناول نہیں فرمایا ان کے اہل خانہ کی جستجو پر معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ روٹیاں لگانے والی خواتین شیعہ تھیں.....یہ سنتے ہی صوفی صاحب تونسہ شریف آئے اور حضرت والا سے حال واقعی بیان کرکے معذرت چاہی اور ساتھ ہی پوچھا کہ حضور والا تو خود ارشاد فرماتے ہیں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ،مگر آپ کو یہ احساس کیسے ہوگیا؟ حضرت تونسوی کچھ دیر خاموش رہے پھر ارشاد فرمایا،

''میں ایک ناکارہ آدمی ہوں ، میرے اندر علم ہے نہ عمل، میں آپ حضرات میں سے ایک ادنی درجہ کا مسلمان ہوں،مگر جو لوگ حرام خوری وحرام کاری سے بچتے ہیں اور اسم اعظم پر مداومت اختیار کر لیتے ہیں تو اللہ تعالی انکے اندر حلال وحرام کے پہچاننے کی استعداد پیدا کردیتا ہے۔ورنہ یہ بات اپنی جگہ حق ہے کہ علم غیب اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا''

قُل لَّا یَعۡلَمُ مَن فِی ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَیۡبَ إِلَّا ٱللَّهُۚ

☆☆☆☆☆

مولانا قاری محمد یوسف صاحب آف بہاولپور مبلغ تنظیم اہلسنت نے وضاحت کی ہے کہ نامور عالم دین حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ صاحب ارشد'' آف بہاولپور نے

ایک بار مجھ سے حضرت تونسوی کی ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب حضرت تونسوی میرے لڑکے حافظ محمد ابوبکر کے ختم قرآن کے سلسلے میں تشریف لائے اور وعظ فرمایا تو میں نے ان کے سامنے حضرت علامہ ارشد صاحب کی خواہش کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ ہمارے اکابرین کے ہم عصر ہیں میں خود ان کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ اگلے روز میں حضرت تونسوی کو علامہ صاحب کے ہاں لے گیا۔

وہ بے حد خوش ہوئے، حضرت کا خیر مقدم کیا اور خوب تواضع کی.........پھر دونوں اکابر کی علمی گفتگو شروع ہوگئی۔

علامہ مولانا رحمت اللہ صاحب ارشد: آپ کا نام اور رد شیعیت کا کام سن کر ایک عرصہ سے ملاقات کا متمنی تھا۔

حضرت تونسوی صاحب: آپ کی خصوصی دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

علامہ ارشد صاحبؒ: ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ شیعوں کے سنجیدہ لوگ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟

حضرت تونسوی صاحب: شیعہ کے آئمہ معصومین، جمہور محدثین اور مجتہدین سے زیادہ سنجیدہ کون ہوسکتا ہے؟ وہ سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ قرآن محرّف و مبدّل ہے۔ شیعہ کتب میں دو ہزار سے زائد روایات اس پر صراحتاً دال ہیں۔ بلکہ عند الشیعہ روایات تحریف، عقیدہ امامت کی روایات سے کم نہیں۔ البتہ شیعہ فرقہ میں صرف چار آدمیوں (شریف المرتضی، ابوجعفر طوسی، ابوعلی طبرسی، الشیخ صدوق) نے تحریف کا انکار کیا ہے۔ یہ ان کی ذاتی رائے ہے انکے پاس اپنی تائید میں ائمہ معصومین کی ایک روایت

بھی موجود نہیں کہ موجودہ قرآن کامل ومکمل ہے اسکی تحریف کا قائل کافر ہے اس لئے آئمہ معصومین کے اقوال اور متواتر روایات تحریف کے مقابلہ میں ان کی کیا حیثیت ہے؟ ان چار آدمیوں کے یہ اقوال بھی بطور تقیہ کے ہیں۔ علاوہ ازیں شیعہ مجتہد حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے ''فصل الخطاب'' میں ان کا رد بھی کیا ہے کہ شیعہ قدماء اور جمہور محدثین کے اقوال ان کے موافق نہیں ہیں۔ نیز اہل تشیع کا یہ دعوی ہے کہ ہمارا مذہب آئمہ معصومین والا ہے۔ عصر حاضر کے شیعہ آئمہ معصومین کو چھوڑ کر غیر معصوم ملاؤں کی پیروی کیسے اختیار کر سکتے ہیں؟

علامہ ارشد صاحبؒ: مجھے آپ کی بات سے مکمل اتفاق ہے اور آپ کی تحقیق انیق، اصح و اوضح، اسلم و اوثق ہے۔

مولانا قاری محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ اس ملاقات کے کچھ روز بعد حضرت علامہ ارشد صاحبؒ نے مجھے بلوا بھیجا۔ بندہ انکی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے خوب دعائیں دیں کہ آپکی مہربانی کے سبب مولانا تونسوی صاحب سے ملاقات و گفتگو کا موقع ملا۔ میں انکے علم و تحقیق کا چرچا بہت پہلے سن چکا تھا مگر اب انہیں دیکھ کر یقین ہو گیا کہ ماشاءاللہ مولانا تونسوی ''بسطةً فی العلم والجسم'' کا مصداق ہیں۔ اور ان کے علم کی نورانیت چہرے سے عیاں ہے۔ یہی کیفیت ہمارے اکابرین بالخصوص حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ میں موجود تھی۔

(نوٹ)

حضرت تونسویؒ نے مسئلہ تحریف قرآن کے حوالے سے حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ کو خط لکھ کر شیعہ عقائد سے آگاہ کیا تھا کہ شیعہ فرقہ کے سنجیدہ لوگ بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا افغانیؒ نے حضرت کو لکھا کہ:

> ''مجھے آپ کی تحقیق پر پورا اعتماد ہے، میں انشاء اللہ اپنی کتاب کے نئے ایڈیشن میں اس بات کی تصحیح کردوں گا''

یہ حضرت مولانا افغانیؒ کے اخلاص کی اعلیٰ مثال ہے۔



ایران کے نامور عالم دین شیخ طریقت مولانا عبدالعزیز صاحب زاہدانیؒ نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ ایران میں قم کے کتب خانہ میں (جہاں شیعہ علماء کی اہم تربیت گاہ بھی ہے) اہم کتب کے علاوہ شیعہ وسنی مذہب کے متعلق اہم تاریخی معلومات ونوادرات موجود ہیں وہاں حضرت علامہ مولانا عبدالستار صاحب تونسوی کی تصویر بھی موجود ہے جسے شیعہ مجتہدین مذہب اہل سنت کی تردید کرتے ہوئے مخصوص طلباء وعلماء کو دکھاتے ہیں مجھے بھی تحقیقی سلسلہ میں کئی بار وہاں لجانا ہوا میرے استفسار پر بتایا گیا کہ یہ شخص عبدالستار تونسوی ہے جس نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد علامہ عبدالشکور لکھنویؒ سے مناظرہ کی مخصوص تربیت حاصل کی ہے۔ علامہ لکھنوی کے بعد دنیا بھر میں عبدالستار تونسویؒ سنیوں کا نامور مناظر اور شیعہ وامامیہ کا سخت ترین مخالف ودشمن ہے۔

ے ہوا ہے گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

نیز قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۱۹۷۸ء میں حضرت تونسوی مدظلہ جب مشائخ حرمین کی دعوت پر سعودی عرب تشریف لے گئے تو وہاں مولانا زاہدانی بھی حج کیلئے آئے ہوئے تھے اور حضرت سے ان کی وہاں پہلی بار ملاقات ہوئی اور انہوں نے حضرت تونسوی سے خوب استفادہ کیا۔اور یہ واقعہ بھی بیان کیا:

☆☆☆☆☆☆

''۱۹۸۵ء میں بمقام جسیال ضلع چکوال، شیعوں نے اپنی مجلس میں صحابہ کرامؓ کے خلاف زبانِ طعن دراز کر کے اپنے خبث باطن کا برملا اظہار کیا، روافض کے اس وطیرہ سے اہل سنت کو بے حد پریشانی ہوئی مگر قوم جسیال کے ایک فرد عبداللہ جسیال کو تو دینی حمیت نے چین سے نہ بیٹھنے دیا، یہ شخص چکوال میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے پاس آیا اور انہیں اپنے علاقہ کی درد بھری داستان سنا کر اس بات کا خواہشمند ہوا کہ کسی عالم دین کو ہمارے ہاں بھجوائیں جو جلسہ میں شیعوں کے اعتراضات کے جوابات دیکر اہل سنت کی حوصلہ افزائی کرے، چنانچہ حضرت قاضی صاحب نے ان کے ہاں کچھ علماء کو بھیجا جنہوں نے وہاں جا کر جلسہ میں تقاریر کر کے شیعیت کا رد کیا، مگر عبداللہ صاحب جسیال (صاحب جلسہ) کا کہنا ہے کہ ان علماء کی تقریر سے مجھے اطمینان حاصل نہ ہوا اور میں اس جستجو میں رہا کہ کوئی سنی عالم ایسا ہمیں مل جائے جو شیعہ اعتراضات کا مدلل جواب دے، اس سلسلے میں ہم نے ہر جلسے میں جا کر علماء سے رابطہ شروع کر دیا خدا کا کرنا ایسا ہوا محترم عبداللہ صاحب جسیال کے نوعمر پوتے نے ایک رات

خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اپنے دادا بزرگوار سے کہو کہ اہل تشیع کے رد کیلئے آپ، مولانا عبدالستار تونسویؔ کو دعوت دیں... مگر نوجوان صبح کو یہ خواب اپنے دادا کو بتانا بھول گیا، جوں جوں وقت گزرتا رہا عبداللہ صاحب کی جستجو میں اضافہ ہوتا چلا گیا حتی کہ اس نوجوان نے پھر چند ہفتوں بعد خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بڑی تاکید سے پوچھتا ہے کہ کیا تو نے اپنے دادا کو ہمارا پیغام پہنچایا تھا؟ نوجوان نے کہا نہیں میں تو بھول ہی گیا، اس نے حضرت تونسویؔ کی شکل سامنے کرتے ہوئے کہا کہ انہیں غور سے دیکھو اور پہچان لو، مولانا عبدالستار صاحب تونسویؔ، یہی ہیں، پہلے ان کی داڑھی سیاہ تھی اب ان کے بال سفید ہو گئے ہیں اپنے دادا سے کہو کہ اہل تشیع کو جواب دینے کیلئے ان کی دعوت کا انتظام کریں... نوجوان نے صبح کو سارا ماجرا اپنے دادا بزرگوار سے کہہ سنایا جس سے انکے اشتیاق و جستجو میں اور اضافہ ہونے لگا۔ محترم عبداللہ جسیال صاحب، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ سے حضرت تونسویؔ کے گھر کا پتہ معلوم کر کے تونسہ شریف پہنچے وہاں حضرت تونسویؔ کے صاحبزادے مولانا عبدالجبار صاحب تونسوی سے ان کی ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ حضرت والا سنّی کانفرنس بھکر تشریف لے گئے ہیں، حق کا متلاشی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود سفر کی صعوبت کی پرواہ کئے بغیر نوجوان پوتے کے ہمراہ پروانہ وار بھکر پہنچا وہاں جامعہ رشیدیہ میں محترم حافظ ممتاز علی صاحب صدر تنظیم اہل سنت ضلع بھکر کے ہاں عظیم الشان سنی کانفرنس ہو رہی تھی جب موصوف کی حضرت سے ملاقات ہوئی تو خواب دیکھنے والے نوجوان نے بتایا کہ یہی شخص ہے جس کی شکل وصورت مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی، ۸۰ سالہ مخلص عبداللہ جسیال نے حضرت کو ملتے ہی اشکبار ہو کر داستان غم سنائی... بالآخر پہلی فرصت میں حضرت والا محترم عبداللہ جسیال صاحب کے

ہاں تشریف لے گئے، اور پھر ہزاروں کے اجتماع سے گرجتے ہوئے والہانہ انداز میں مقام صحابہؓ کے عنوان پر خطاب فرمایا، جس سے رافضیت دلائل کی دنیا میں بے بس نظر آنے لگی، محترم عبداللہ صاحب جسیال کا بیان تھا کہ:

''آج حضرت علامہ تونسوی مدظلہ نے میری دیرینہ خواہش پوری کر کے عبداللہ کا دل ٹھنڈا کر دیا ہے''



معجزہ وکرامت

حضرت تونسوی مدظلہ کا ارشاد ہے کہ معجزہ، پیغمبر علیہ السلام کے ہاتھ پر جب کہ کرامت، ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ بات پیغمبر اور ولی کے اختیار میں نہیں کہ وہ جب چاہیں ان کو ظاہر کر دیں۔ بلکہ اعجاز وکرامت، درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی یا ولی کے ہاتھ پر خلاف معمول ظاہر کیا جاتا ہے...

ہمارے دور کے اکثر لوگ جو ولی کے باکمال ہونے کیلئے ان کی کرامات تلاش کرتے رہتے ہیں اور اسے کامل ولی کی اصل نشانی سمجھتے ہیں، ایسے لوگوں کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ ایک ولی اللہ اور شیخ کامل کے لئے متبع سنت ہونا ہی اس کی بہت بڑی کرامت ہے۔

رزقنا الله تعالى بفضله ومنه إياها

حضرت کے خصائل

ایک حکیم کا قول ہے کہ کسی نامور یا مقتدا کے حالات لکھو تو اس کے خصائل بھی ضرور دکھاؤ جن میں انسانی فطرت کی جھلک نظر آتی ہو، اس سے لوگوں کو اچھے کاموں میں انکی تقلید کی خواہش پیدا ہوگی بخلاف اس کے اگر بالکل فرشتہ بنا کر پیش کروگے تو لوگ شاید ان کی پرستش کرنے پر آمادہ ہو جائیں لیکن ان کی حرص کرنے کا خیال ہرگز پیدا نہ ہوگا وہ سمجھیں گے کہ یہ شخص دائرہ انسانی سے باہر تھا ہم انسان ہو کر کیونکر اس کی تقلید کر سکتے ہیں۔ (سیرۃ النعمان ص ۱۰۵ از علامہ شبلی نعمانی")

عادات واخلاق

حضرت تونسوی مدظلہ ہمیشہ سفید براق لباس زیب تن فرماتے ہیں سر پر مسنون دستار، گرمیوں میں کپڑے کی ٹوپی، خطبے کے وقت جبہ پہننے کا معمول ہے۔ شانوں پر عمدہ قیمتی رومال، ہاتھ میں عصا (عالم شباب میں ریوالور پہلو میں لٹکائے) جب حضرت سٹیج پر تشریف لاتے ہیں تو آپ کے رعب و وجاہت سے رن بھی کانپنے لگتا ہے۔ قیمتی اثاثہ کتب کا انبار ہر وقت آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ دوران تقریر کتابوں کو سٹیج پر اپنے سامنے رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت کتاب کھول کر حوالہ پڑھتے ہیں اور مجمع کو دکھاتے ہیں۔

ماشاء اللہ حضرت طویل القامت، لحیم و جسم، موٹی آنکھیں، رنگ گندمی، سفید پرنور مشت بھر سے لمبی لحیہ مبارک، جب کہ مونچھوں کو تراشنے میں قصر پر حلق کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) نے لکھا ہے کہ علماء ومحدثین مونچھوں کو تراشنے میں مبالغہ سے کام لیتے تھے (طحاوی شریف ص ۳۰۸ ج ۲) اس لئے ہم اپنے اکابر کی

تقلید کرتے ہیں۔

چونکہ حضرت کی ساری زندگی سفر ہی سے عبارت ہے اس لئے ضروری استعمال کی چیزیں اپنے ہمراہ رکھتے ہیں مثلاً جائے نماز، لوٹا، مسواک، قینچی، ناخن تراش، سرمہ، چاقو، چمچ، تیل اور دیسی ادویات، سامان کیلئے خادم بھی ساتھ ہوتا ہے۔

غذا کے معاملے میں حضرت انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں کھانا صبح شام تناول فرماتے ہیں جس کی وجہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں بھی کھانا صبح وشام ملے گا۔ اس لئے ابھی سے ہی عادت بنالیں، ناشتہ، چائے، پراٹھے، دوپہر کا کھانا، مرغن غذاؤں کا استعمال، سرخ مرچ، گرم اشیاء اور بار بار کھانے سے اجتناب کرتے ہیں۔ جب کوئی حکیم آپ کو کسی قسم کا پرہیز بتادے تو اس چیز کا کھانا تو کجا اس کے چکھنے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ آپ کو اپنے نفس پر اس قدر ضبط ہے کہ پرہیز آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ خشک چپاتی ،ہلکی مرچ، ہلکے گھی میں پکا ہوا سادہ مگر عمدہ سالن، چھوٹا گوشت، کدو، کھیرا، مولی، شلجم اور گاجر آپ کی محبوب غذائیں ہیں، عالم شباب سے ۷۰ سال کی عمر تک چائے کبھی نہیں پی، تنظیم اہل سنت کے نامور شاعر استاذ الشعراء جناب خان محمد صاحب کمتر مرحوم کہا کرتے تھے کہ:

> ''حضرت تونسوی کی زندگی منفرد حیثیت کی حامل ہے ہم نے انہیں کبھی چائے پیتے نہیں دیکھا، جب کہ ہمارے جیسے آدمیوں کیلئے چائے کے بغیر زندہ رہنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ مولانا تونسوی جیسا صابر وشاکر، صفائی پسند، مستقل مزاج، اور اپنے نفس کو خلاف طبع چیزوں پر جمائے رکھنے کا عادی ڈھونڈنے سے بھی شاید نہ مل سکے''

مگر حضرت والا آجکل کبرسنی میں کبھی کبھی چائے نوش فرمالیتے ہیں، پھلوں میں آپ کو آم اور خربوزہ زیادہ پسند ہیں، ایک مرتبہ آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ کا واقعہ سنایا کہ انہیں بھی میری طرح آم زیادہ محبوب تھے خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں مگر ہمارے لئے یہ ضرور تعجب وحسرت کی بات ہے کہ خدا نے اپنے قرآن میں ہمارے محبوب پھل (آم) کا ذکر نہیں فرمایا''۔

منجملہ حضرت کی عادات میں یہ بھی شامل ہے کہ اپنے ہمراہ کسی نہ کسی کو کھانے میں شریک کرتے ہیں پھر اپنے ہاتھ سے بہترین بوٹیاں نکال کر دوسروں کو کھلاتے ہیں، کھانے کے بعد آپ پانی پینے کے سخت مخالف ہیں اسی طرح بد پرہیز آدمی کو قطعاً پسند نہیں فرماتے۔

محترم قاری غلام قادر صاحب (مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن، بکرمنڈی ملتان) جنہیں ملتان میں اکثر و بیشتر حضرت کی خدمت کا شرف حاصل ہوتا ہے، اپنا بیس سالہ مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ:

> ؎ کم خوردن، کم گفتن، وکم خفتن کی عملی تصویر حضرت اقدس شیخ علامہ تونسوی کی ذات گرامی ہے، حضرت کو دو کاموں سے زیادہ دلچسپی ہے، جس کی وجہ سے زیادہ اوقات انہیں میں صرف فرماتے ہیں۔ایک مطالعہ کتب، دوسرے ذکر الٰہی۔

حضرت اقدس مدظلہ، شیخ سعدیؒ کا یہ شعر اکثر پڑھتے رہتے ہیں:

؎ خوردن برائے زیستن وذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

مگر ہم یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت والا ذکر بالجہر کے عامل نہیں اور نہ ہی ذکر بالجہر کی مجالس منعقد کرتے ہیں، بلکہ ذکر خفی کے عامل ہیں جیسا کہ کتاب وسنت سے اسکا ثبوت ہے، مجلس ذکر کے اشتہارات واعلانات اور مستحب عبادت کے لئے تداعی کو حضرت بالکل درست نہیں سمجھتے اور ہمارے اکابر کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔ (مؤلف)

حضرت والا کو شبانہ روز تبلیغ وتدریس اور مناظروں کے سلسلہ میں سفر پر جانا ہوتا ہے اور سفر کی صعوبت، تھکاوٹ اور درماندگی سے کون واقف نہیں جبکہ سفر بھی مسلسل ہو، مگر کیا مجال کہ کبھی آپ نے لوگوں سے ہاتھ، پاؤں دبوانے کی خدمت لی ہو اور اس حوالے سے بے ریش لڑکوں کو تو قریب ہی نہیں پھٹکنے دیتے حالانکہ بہت سے حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے اس خدمت کے عادی ہو جاتے ہیں۔احقر نے ایک مرتبہ مدرسہ محمدیہ سوری لنڈ ضلع ڈیرہ غازی خان کے جلسہ پر بڑے بڑے علماء کو دیکھا کہ اصحاب جلسہ انہیں دبا رہے ہیں جن میں حضرت علامہ مولانا دوست محمد صاحب قریشی بھی شامل تھے، اتنے میں حضرت تونسوی سامنے نظر آئے، تو حضرت قریشی صاحبؒ نے زیر لب مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''بھائی مجھے چھوڑ دو......تونسوی صاحب آگئے ہیں وہ مجھ سے ناراض ہوں گے'' حالانکہ حضرت تونسوی اور حضرت قریشی کے درمیان جو دوستی، بے تکلفی اور محبت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔

مولانا قاری مطیع الرحمٰن صاحب مبلغ تنظیم اہل سنت کا بیان ہے کہ:

''حضرت تونسوی ہمارے ہاں سرگودھا تشریف لائے تو چند لڑکوں نے عقیدت سے حضرت کے پاؤں دبانا چاہے، مگر آپ سخت ناراض ہوئے

اور سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ بے ریش لڑکوں سے پاؤں دبوانا
حرام ہے"۔

اسی طرح آپ کی عادات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ رات کو بعد نماز عشاء جلدی سوتے ہیں اور صبح جلدی اٹھ جاتے ہیں، ہاں اگر رات کو جلسہ وغیرہ میں خطاب کرنا ہو تو جاگنے کی مجبوری ہے، آپ رات کو جس وقت بھی سوئیں مگر صبح خود بخود آنکھ کھل جاتی ہے پھر اذان ہوتے ہیں سب گھر والوں کو نماز، نماز کی صدائیں لگا کر، جگا دیتے ہیں، آپکی طبیعت میں یہ بات بھی واضح نظر آتی ہے کہ اہل ثروت و دولت اور اہل حکومت سے زیادہ میل جول نہیں رکھتے بلکہ ان کی ملاقات سے بھی حتی الوسع احتراز ہی فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا شیخ محمد مکی مدرس حرم کعبہ نے تونسہ شریف میں عظیم الشان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"تونسہ والے حضرت علامہ تونسوی کے مقام سے بے خبر ہیں، آپ لوگوں کیلئے ان کا وجود مسعود نعمت غیر مترقبہ ہے، خدا کی قسم حضرت تونسوی کیلئے عرب کے مشائخ وعلماء بھی ترس رہے ہیں"

حضرت مولانا شیخ محمد عارف شاہ صاحب مدنی مقیم مدینہ منورہ کا وجد آفرین بیان ہے کہ:

دور حاضر میں بہترین مدرس، شعلہ نوا مقرر، انقلابی مفکّر، نامور مناظر، علماء وعوام میں بے حد مقبول، بسطۃً فی العلم والجسم، جہیر الصوت، قاطع رافضیت، وکیل صحابہؓ، دعوت وتذکیر کا مجسمہ، یادگار اسلاف، اکابرین دیوبند

کے چہرے کی آبرو، اہل سنت والجماعت کا حقیقی ترجمان، فکر لکھنویؒ کا امین اور بلند آہنگ جامع الصفات شخصیت حضرت تونسوی مدظلہ کے سوا کوئی نہیں"

سخاوت اور مہمان نوازی:

صفت سخاوت آپ کی زندگی کا نہایت روشن عنوان ہے۔ دوستوں سے مدارات اور حسن سلوک سے پیش آنا آپکے طبعی ذوق کا اہم حصہ ہے۔اکثر و بیشتر علماء و صلحاء کرام دین دوست مخلص حضرات آپ کی ضیافت میں نظر آتے ہیں، بہت کم ایسا ہوا کہ آپ کسی کے ممنون ہوئے ہوں۔حضرت کے دسترخوان پر جو بھی آیا آپ نے بلا امتیاز سبھی کے لئے مہمان نوازی کا نہ صرف حق ادا کیا بلکہ اس میں اپنی روحانی اور قلبی مسرت کا سامان سمجھا گویا آپ ساری زندگی الید العلیا خیر من الید السفلی پر عمل پیرا رہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپکے استاذ و پیرو مرشد حضرت شیخ مدنیؒ کے اندر صفت سخاوت بدرجہ اتم موجود تھی روزانہ بیسیوں آدمی انکے دسترخوان سے کھانا تناول فرماتے اسپر مستزادیہ کہ اضیاف کرام کے ساتھ حضرت کی تواضع اور خدمت کا جذبہ دیدنی ہوتا تھا۔

؎ جو اہل ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

حضرت تونسوی مدظلہ بھی اپنے شیخ کے حقیقی پیرو نظر آتے ہیں آپ کے پاس جب بھی کوئی آیا آپ نے فوراً اس کے طعام کا انتظام فرمایا، اگر مہمان نے تکلفاً اعراض کی کوشش کی تو آپ نے "من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفه" کی

حدیث سنا کر ''شرط الالفت ترک الکلفت'' کا عملی نمونہ پیش کیا اور ما حضر عمدہ کھانا مہمان کی خدمت میں حاضر کر دیا جسے دیکھ کر یہ شعر یاد آتا ہے

وإنـــي لــعـبـد الـضـيف مـــادام نـــازلاً

ومـــا شـيـمة لــي غـيـرهـــا تشبــه الـعـبـدا

ترجمہ: (میں مہمان کا غلام ہوں جب تک کہ وہ میرے گھر مہمان رہے اور میرے اندر یہی ایک صفت ہے جس سے میں غلام معلوم ہوتا ہوں)

معاملات کے حوالے سے آج تک حضرت کا معمول ہے کہ کسی سے کوئی چیز مستعار نہیں لیتے۔ اگر مجبوراً کوئی چیز آ بھی جائے تو فوراً واپس کرتے ہیں یا اس کی رقم ادا فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ موصوف اس وقت تک کسی شخص واحد کے ایک روپیہ کے بھی مقروض نہیں، ہمارے لئے ان کی زندگی کے یہ نقوش لائق عمل ہیں۔

دعاۃ و مبلّغین کے نام اہم پیغام

مبلغین اسلام کے نام حضرت تونسوی مدظلہ کا خصوصی پیغام یہ ہے کہ وہ

''وہ اپنے عالی منصب کو پہچانیں، تبلیغ دین اسلام کی سب سے پہلی نیکی ہے، اس کار نبوت کو سنبھالنے والے انبیاء کرام کے وارثین علماء کرام ہی ہیں، تبلیغ دین کا مقصد اشاعت اسلام، انسانوں کی اصلاح اور رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہئے۔ منبر رسول ﷺ پر ہر بات تحقیقی، ہر مسئلہ مدلل اور گفتگو عام فہم ضروری ہے تاکہ خواص و عوام یکساں استفادہ کر سکیں، صاحب دعوت سے بے جا مطالبات کرنا، نفسانیت ہے نہ کہ للّٰہیت، جس سے عبادت کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی، اس سلسلے میں مشائخ کے طرز عمل کو ملحوظ خاطر رکھنا

ضروری ہے۔ اکابرین کی تحقیقات کو حرز جان بنا کر اپنے مسلک وموقف پر پختگی، کامیابی کی ضمانت ہے۔ علم وعمل دونوں لازم ملزوم ہیں، بے عمل کی بات میں تاثیر نہیں ہوتی۔ مبلغ اسلام مسلمانوں کی کشتی کا ملاح ہے، جس کی ذرا سی کوتاہی سے ملت کا بہت بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔ تبلیغ کے میدان میں میرا ۶۰ سالہ تجربہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ کانٹوں کا تاج پہننے کے مترادف ہے، اہل حق کو اہل باطل سے ایذائیں پہنچنا ایک قدرتی امر ہے اور سب کا علاج صبر وتقویٰ ہے''۔

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

علم دین ہی لازوال دولت ہے

علمی ذوق آپ کی زندگی کے ہر شعبہ پر غالب رہا، زمانہ طالب علمی میں بھی آپ نے جس انہماک وجانفشانی سے علم دین حاصل کیا اور اس کے لئے ہزاروں میل سفر طے کیا، اسکی مثالیں دور حاضر میں نایاب ہیں، حضرت تونسوی علم دین کو ہی لازوال دولت سمجھتے ہیں اس لئے آپ تحصیل علم کے بعد اسکی تبلیغ واشاعت میں بھی اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہیں۔ اس دولت کے علاوہ حضرت دنیا کے مال ودولت سے ہرگز محبت نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ آپ نے زندگی بھر حصول مال کا کوئی پروگرام ترتیب نہیں دیا، تونسہ شریف میں آپ کا ایک مکان جو آپ کو والد صاحب مرحوم کی وراثت سے ملا اسی میں آپکی رہائش ہے، جگہ کی تنگی کے باعث اب ایک مکان مظفر گڑھ میں تعمیر کر کے اپنے چھوٹے بچوں کو وہاں رہنے کا حکم دیا اور اپنے لئے سفر کی مجبوری کی وجہ سے، اپنی اہلیہ محترمہ کی زمین (جو انہیں بھی وراثتاً ملی تھی) بیچ کر بمشکل ایک گاڑی خریدی اب اسی کو

استعمال فرماتے ہیں ان دونوں مکانوں اور ایک گاڑی کے علاوہ آپ کی کوئی جائیداد نہیں۔
آپ جہاں بھی گئے کتب دینیہ کے علاوہ کچھ نہ خریدا، حضرت فرماتے ہیں کہ

"علم ایک لازوال دولت ہے، اور علم صرف دین کا ہی علم ہے، باقی سب فنون ہیں جو پیٹ پالنے کا ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیاوی فنون سے چاند اور مریخ پہ کمندیں ڈالنے والے خدا کی توحید کو نہ سمجھ سکے، دنیاوی علم سے مال حاصل ہوتا ہے جبکہ علم دین سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے، مگر افسوس کہ دنیاوی فنون میں تو ترقی ہو رہی ہے لیکن دینی اعتبار سے لوگ ابھی بھی تنزلی اور جہالت کا شکار ہیں"۔

وفي الجهل قبل الموت موت لاهله

فأجسامهم قبل القبور قبور

وإن امرء لم يحي بالعلم ميّت

وليس له حتى النشور نشور

(ترجمہ: جہالت میں موت سے پہلے بھی موت اور جہلاء کے اجسام قبروں سے پہلے قبریں ہیں، اگر کوئی انسان علم سے زندہ نہ ہو تو وہ مردہ ہے اور قیامت کے اٹھنے تک اس کے لئے کوئی راستہ نہیں)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علم سے بڑی دولت اور نعمت کوئی نہیں، اس سلسلے میں ایک جامع حدیث جسے نقل کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔

عن معاذ بن جبلؓ انه قال قال رسول الله ﷺ تعلّموا العلم فإن تعلمه لله تعالى خشية وطلبه عبادة، ومذاكرته تسبيح والبحث عنه جهاد، وتعليمه لمن

لا یعلمه صدقة وبذله لأهله قربة، لأنه معالم الحلال والحرام ومنار سبل أهل الجنة وهو الأنيس فى الوحشة والصاحب فى الغربة والمحدث فى الخلوة والدليل على السراء والضراء والسلاح على الأعداء والتزين عند الأخلاء يرفع الله تعالى به أقواماً فيجعلهم فى الخير قادة وأئمة تقتفى آثارهم ويقتدى بفعالهم ترغب الملائكة فى خلتهم وباجنحتها تمسهم يستغفر لهم كل رطب ويابس وحيتا ن البحر وهوامه وسباع البر وأنعامه لأن العلم حيات القلوب من الجهل ومصابيح الأبصار من الظلم، يبلغ العبد بالعلم منازل الأخيار، والدرجات العلىٰ فى الدنيا والآخرة والتفكر فيه يعدل الصيام ومدارسته تعدل القيام، بنه توصل الأرحام وبه يعرف الحلال والحرام وهو إمام والعمل تابعه ويلهمه السعداء ويحرمه الأشقياء . أو كما قال عليه السلام.

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرو کیونکہ لوجہ اللہ علم کی تعلیم خشیت ہے اور اس کی طلب عبادت ہے، اس کا مذاکرہ تسبیح اور اس کی تلاش جہاد ہے، بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے۔ مستحقوں میں علم خرچ کرنا تقرب ہے، کیونکہ علم حلال وحرام کا نشان ہے، جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے، تنہائی میں مونس ہے اور پردیس میں رفیق ہے، خلوت میں ندیم ہے اور راحت ومصیبت کا بتانے والا ہے۔ دشمنوں کے مقابلے میں ہتھیار ہے، دوستوں میں زینت ہے، علم کے ذریعے خدا بعضوں کو اٹھاتا ہے اور نیکی کا ایسا امام بنا دیتا ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے اور ان کے قول پر عمل کیا جاتا ہے، ملائکہ ان کی خدمت پر راغب ہوتے ہیں اور اپنے پروں سے انہیں چھوتے ہیں، ان کی مغفرت کیلئے ہر چیز (حتی کہ) پانی کی مچھلیاں، زمین کے کیڑے مکوڑے، خشکی کے چرند وپرند دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ علم دلوں کیلئے زندگی ہے

جہل کی موت میں، اور آنکھوں کی روشنی ہے تاریکی میں، علم ہی کے ذریعے بندے دنیا وآخرت میں اخیار کے مرتبے اور بلند درجے حاصل کرتے ہیں، علم میں غور وفکر روزے کے برابر اور اس کی مشغولیت قیام کے ہم پلہ ہے۔ علم ہی سے رشتے جڑتے ہیں اور اسی سے ہی حلال وحرام کی شناخت ہوتی ہے، علم عمل کا راہنما ہے، اور عمل علم کا پیرو ہے۔ نصیب والوں کو ہی علم کی توفیق میسر آتی ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔

نوٹ: حافظ ابن عبدالبرؒ نے کتاب ''جامع بیان العلم'' میں اس روایت کی تخریج کی ہے اور کہا ہے **هو حديث حسن جداً وفي اسناده ضعف.**

یہ حدیث گو موقوف بھی ہے مگر مختلف طرق سے مروی ہے اور اس قسم کے مضامین میں حدیث موقوف بھی مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہے۔

لأن مثله لا يقال بالرأي.

جامعہ عثمانیہ کا قیام

جامعہ عثمانیہ تونسہ کا قیام ۱۳۸۸ھ بمطابق ۱۹۶۸ء کو عمل میں لایا گیا، اس وقت ایک چھوٹی سی مسجد (جس کا پرانا نام بگی مسجد تھا) میں اس کا آغاز ہوا پھر ملحقہ زمین خرید کر مسجد کی توسیع کی گئی، ابتداء میں تعلیم قرآن مجید پھر درجہ کتب کا اجراء ہوا۔ جگہ کی تنگی کے باعث مسجد کے مقابل تقریباً پونے تین کنال رقبہ خرید کر اسے باقاعدہ مدرسہ کیلئے وقف کیا گیا۔ حضرت تونسویؒ نے درجہ کتب کی تدریس کیلئے اپنے برادر خورد مولانا احسان الحق صاحبؒ کو مقرر کیا اور مسجد میں خطابت کے فرائض آپ خود سرانجام دیتے تھے، پھر احباب کے اصرار پر آپ نے جامع مسجد صدیقیہ تنظیم اہل سنت چوک نواں شہر ملتان میں

جمعۃ المبارک پڑھانا شروع کیا اور جامعہ عثمانیہ تونسہ میں مولانا احسان الحق صاحب اور مولانا عبدالکریم صاحب قیصرانی خطبہ جمعہ کیلئے مامور کئے گئے۔ ۱۹۹۱ء میں مولانا احسان الحق صاحب انتقال فرما گئے جبکہ مولانا عبدالکریم صاحب قیصرانی اسوقت سے آج تک بلا مشاہرہ مسجد و مدرسہ کی برابر علمی، تدریسی اور مالی خدمت کر رہے ہیں۔

(جزاهم الله خیراً)

گذشتہ سے پیوستہ سال عوام کے بڑھتے ہوئے رجحان کیوجہ سے مسجد کی توسیع ناگزیر تھی تو مسجد ہذا کو شہید کر کے از سر نو ۴۵×۸۰ فٹ وسیع و عریض ڈبل سٹوری مسجد تعمیر کی گئی جس پر تقریباً پچیس لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ ابھی مسجد تکمیلی مراحل میں ہے، اور مسجد ہذا کا نام ''جامع مسجد قبا'' رکھا گیا ہے۔ البتہ مدرسہ کی نئی عمارت زیر تعمیر ہے۔ جامعہ ہذا میں حضرت مولانا محمد جمال صاحبؒ فاضل دیوبند، مولانا احسان الحق صاحب تونسویؒ، مولانا اللہ بخش صاحب منگلہ، مولانا عبدالکریم صاحب قیصرانی، مولانا عبدالغفار صاحب تونسوی، مولانا عبدالجبار صاحب تونسوی، مولانا فیض محمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب تونسوی، مولانا محمد بخش صاحب، مولانا عبدالرشید صاحب، مولانا قاری عبداللطیف صاحب تونسوی، مولانا قاری عبدالمجید صاحب، قاری شاہنواز صاحب، محترم حافظ حامد صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب اور احقر (عبدالحمید تونسوی) تدریسی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ مدرسہ کے چندہ کیلئے کوئی سفیر مقرر نہیں، بلکہ مہتمم مدرسہ حضرت تونسوی مدظلہ نے آج تک کبھی چندہ کا اعلان نہیں کیا۔ اہل خیر حضرات از خود تعاون فرماتے ہیں۔ مسجد و مدرسہ کی رقم کے معاملہ میں حضرت تونسوی سے زیادہ محتاط مہتمم ہم نے آج تک نہیں دیکھا، تمام آمد و خرچ کے حساب کی نگرانی ایک

تیسرے آدمی کے ذمہ ہے۔ حضرت کے تقویٰ کا اندازہ اس سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ کے چھوٹے بھائی مولانا احسان الحق صاحب کی وفات ہوئی تو بعض دوستوں نے انہیں مدرسہ میں دفن کرنے کا مشورہ دیا مگر حضرت تونسوی مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کی زمین وقف ہے اس میں کسی کا دفن کرنا شرعاً درست نہیں، اس لئے مولانا مرحوم کو عام قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

اولاد کا تعارف

جیسا کہ پہلے رقم کیا جا چکا ہے کہ حضرت تونسویؒ نے دو نکاح فرمائے، پہلی شادی کے بعد آپ کے گھر میں ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱- مولانا محمد عبد الغفار صاحب تونسوی

حضرت کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں جن کی ولادت ۱۹۵۲ء میں ہوئی، میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ قرآن مجید اپنے جامعہ عثمانیہ میں پڑھا جبکہ فارسی کی کتب مدرسہ محمودیہ تونسہ میں پڑھیں۔ پھر دار العلوم عید گاہ کبیر والا ضلع خانیوال میں داخلہ لیا، صرف سے لیکر دورہ حدیث تک تمام نصاب وہیں مکمل کیا۔ اور ہر درجہ میں اول پوزیشن لیکر کامیاب ہوتے رہے۔ دار العلوم میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحبؒ، جامع المعقول حضرت مولانا منظور الحق صاحبؒ، حضرت مولانا علامہ ظہور الحق صاحبؒ، حضرت مولانا فیض علی شاہ صاحبؒ، اور مولانا احسان الحق صاحب تونسویؒ سے شرف تلمذ

حاصل کیا۔ بالآخر دارالعلوم کبیر والا سے نمایاں حیثیت میں کامیاب ہوئے، فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے والد بزرگوار سے ردشیعیت میں فن مناظرہ کی تربیت حاصل کی۔ پھر جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازیخان میں بلا مشاہرہ تدریس کا آغاز کیا، بعدازاں کچھ عرصہ جامعہ عثمانیہ تونسہ میں بھی تدریس کی۔ تبلیغی میدان میں بے حد ضرورت کے باعث حضرت والد گرامی کے حکم سے اسطرف متوجہ ہوئے اور کامیاب مبلغ بن کر ابھرے۔ وہ آج بہترین مناظر، مقبول مبلغ اور لائق مدرس ہیں۔ انداز گفتگو وخطابت والد صاحب سے بالکل مشابہ ہے۔ موصوف تنظیم اہل سنت کے صدر اور رسالہ ''التنظیم'' کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ ماشاء اللہ حضرت تونسوی کی تربیت کے علمی وروحانی اثرات ان میں ہویدا ہیں۔ تنظیم کے دارالمبلغین میں اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حضرت والد صاحب کے ہمراہ سال میں دو ماہ علماء کو خصوصی تعلیم دیتے ہیں۔ حضرت نے بارہا انہیں مناظروں کیلئے دعاؤں کے ساتھ روانہ کیا تو بحمد اللہ بامراد لوٹے۔ موصوف ابھی بھی ہر لحاظ سے اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

۲- مولانا محمد عبدالجبار صاحب تونسوی

حضرت کے دوسرے صاحبزادے ہیں، ان کی ولادت ۱۹۵۵ء میں ہوئی اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ہی تعلیم مکمل کی، مدرسہ محمودیہ تونسہ کے بعد دارالعلوم کبیر والا پڑھتے رہے۔ ۱۹۷۸ء میں دارالعلوم ہی سے سند فراغت حاصل کی، پھر جامعہ عثمانیہ تونسہ میں بلا مشاہرہ تدریس کرتے رہے۔ یہ بھی اپنے والد صاحب سے فن مناظرہ کی تربیت حاصل کر چکے ہیں، موصوف تدریسی قابلیت کے ساتھ ساتھ عملیات میں بھی

خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ تنظیم اہل سنت کو منظم کر کے چلانے میں انکا بڑا دخل ہے۔ تبلیغی دوروں کے ساتھ ساتھ علماء و مبلغین سے مشاورت اور تنظیمی امور انہیں سے وابستہ ہیں۔

۳- محمد عبد السلام مرحوم

حضرت کے تیسرے صاحبزادے تھے چار سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوئے۔ اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون۔

۴- مولانا قاری محمد عبد اللطیف صاحب تونسوی

حضرت کے چوتھے صاحبزادے ہیں جن کی ولادت ۱۹۵۹ء میں ہوئی، اپنے مدرسہ جامعہ عثمانیہ میں حفظ قرآن حکیم مکمل کیا۔ ابتدائی کتب جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی میں پڑھیں، پھر درجہ ثانیہ سے موقوف علیہ تک جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازیخان میں اپنے چچا مرحوم حضرت مولانا احسان الحقؒ سے مبسوط کتب پڑھیں۔ ۱۹۸۹ء میں دار العلوم عیدگاہ کبیر والہ سے دورہ حدیث کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحبؒ سے بخاری شریف پڑھی۔ فراغت کے بعد جامعہ عثمانیہ تونسہ کا انتظام و انصرام سنبھالا۔ موصوف جسامت و وجاہت میں اپنے والد بزرگوار کے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ انہیں انتظامی امور، دنیاوی معاملات اور سیاسی لحاظ سے خاصی بصیرت حاصل ہے۔ ۱۹۹۸ء میں تونسہ شریف شہر کی بلدیہ کے وائس چیئرمین اور ڈسٹرکٹ ممبر زکوٰۃ کمیٹی بھی رہ چکے ہیں۔

نوٹ: حضرت تونسوی مدظلہ کی پہلے گھر سے ایک ہی صاحبزادی تھیں جو اپنے تمام مذکورہ بھائیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ شادی کے ایک سال بعد وہ اپنے بیٹے کی

پیدائش کے موقع پر وفات پا گئیں۔ ان کے اسی اکلوتے بیٹے کا نام ہے ''محمد عبدالحمید'' (ناچیز راقم الحروف) بغیر ماں کے بچے کی زندگی اس پتے کی طرح ہوتی ہے جو شاخ سے ٹوٹ کر بادِ سموم کی جھولی میں جا گرتا ہے۔ اور ماں کا پیار اسے آغوش پدری میں بھی نصیب نہیں ہوتا۔ (یا سفٰی.... مؤلف)

قسمت کیا ہر ایک کو قسّام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

حضرت تونسوی کی جب پہلی زوجہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسری شادی فرمائی۔ ان سے چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں متولد ہوئیں۔

۵- محمد عمر فاروق صاحب

ان کی ولادت ۱۹۶۸ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم جامعہ عثمانیہ جامع مسجد قبا تونسہ میں حاصل کی، دینی تعلیم اور ایف اے کے بعد تجارتی امور میں مشغول رہے اس وقت مدرسہ دارالعلوم محمدیہ سوری لنڈ ڈیرہ غازیخان کے مکمل انتظامات وخطابت کی ذمہ داری انہی کے سپرد ہے۔ ماشاء اللہ موصوف بھی اپنے بھائی مولانا عبداللطیف صاحب کی طرح سیاسی امور سے خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔

۶۔ حسنین احمد صاحب

۱۹۷۵ء میں ولادت ہوئی۔ عصری تعلیم مکمل کر کے مظفر گڑھ میں دارالعلم کے

نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس میں دینی و عصری علوم کے امتزاج کے ساتھ بچوں کو تعلیم و تربیت دینے کا پروگرام تشکیل دیا گیا ہے۔

۷۔عثمان علی مرحوم

تقریباً تین سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون

۸۔حافظ عثمان حیدر صاحب

۱۹۸۲ء میں پیدائش ہوئی۔ بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ حفظ قرآن مکمل کر کے درجہ کتب میں زیر تعلیم ہیں۔

نوٹ: حضرت کی صاحبزادیاں بحمد اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی حافظات ہیں۔

حضرت کے تلامذۃ

آپ نے درسی کتب کے علاوہ زیادہ تر علماء کو فن مناظرہ اور حقانیت اہلسنت کے براہین کی خصوصی تعلیم دی ہے۔ جن میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ سعودی عرب افغانستان، ایران، ترکی، مصر، انڈونیشیا، برما، افریقہ، لندن اور انگلینڈ کے ہزاروں علماء فقہاء، صوفیاء، مجاہدین و مبلغین، مناظرین و مصنفین اور محققین و مدرسین نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کے براہ راست شاگردوں کی تعداد تقریباً تیس ہزار سے متجاوز ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ آج بھی ہر طبقہ کے علماء کرام آپ سے استفادہ کر رہے ہیں۔

؎ شباب رنگیں، جمال رنگیں، وہ سر سے پا تک تمام رنگیں
تمام رنگیں بنے ہوئے ہیں، تمام رنگیں بنا رہے ہیں

مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی

۱۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی غلام سرور صاحب مدظلہ جامعہ اشرفیہ لاہور

۲۔ شہید اسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ جامعہ فریدیہ اسلام آباد

۳۔ صاحب البیان حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوریؒ۔ خان پور

۴۔ فاتح قادیانیت حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی مدظلہ۔ چنیوٹ

۵۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب آزاد خطیب بادشاہی مسجد لاہور

۶۔ ماہر تدریس حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ گوجرانوالہ

۷۔ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا احسان الحق صاحب تونسویؒ

۸۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحبؒ فیصل آباد

۹۔ مناظر اسلام حضرت مولانا بشیر احمد صاحب الحسینی مدظلہ شورکوٹ

۱۰۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حق نواز صاحب جھنگویؒ شہید۔ جھنگ

۱۱۔ مناظر اہلسنت حضرت مولانا عبدالغفار تونسوی مدظلہ۔ تونسہ

۱۲۔ مؤرخ اسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ۔ فیصل آباد

۱۳۔ شیخ الطریقت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب زاہدانی ایران

۱۴۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدین صاحبؒ سجادہ نشین تونسہ شریف

۱۵۔ حضرت خواجہ معین الدین صاحبؒ ابن خواجہ نظام الدین صاحبؒ

۱۶۔ خطیب اسلام حضرت مولانا قاری عبدالحئی صاحب عابد مدظلہ لاہور

۱۷۔ عالم باعمل حضرت مولانا محمد اسلم صاحب سندھی مدظلہ۔ سندھ

۱۸۔ اسیر ہند، مجاہد اسلام حضرت مولانا مسعود اظہر صاحب مدظلہ۔ بہاولپور

؎ پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

آپ کی تصانیف ایک نظر میں

اہل قلم حضرات خوب جانتے ہیں کہ تصنیفی کام کے لیے فراغت و یکسوئی کا ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ مگر حضرت والا کو ہم نے ہمیشہ سفر پر ہی دیکھا۔ انہیں گھر میں رہنے کا بہت کم اتفاق ہوتا ہے۔ آپ کی زندگی میں مجاہدانہ شان زیادہ نمایاں ہے۔ آپ نے تبلیغ دین اور فرق باطلہ کے خلاف مناظروں میں ساری زندگی صرف فرمائی۔ اس پیرانہ سالی میں بھی انہیں مستقل آرام میسر نہیں۔ مگر اس کے باوجود حضرت نے تصنیفی خدمات بھی سرانجام دی ہیں۔ آپ کی تصانیف اگرچہ تعداد و حجم میں زیادہ نہیں مگر دلائل و بینات کے لحاظ سے ضخیم و مبسوط کتب پر بھی حاوی ہیں۔ ان کی قدر و منزلت سے اہل علم بخوبی آگاہ ہیں۔ (قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری)

تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) کشف الغوامض فی عقیدۃ الروافض (عربی)

(۲) بطلان عقائد الشیعہ (عربی)

(۳) مناظرہ باگڑ سرگانہ - ملتان

(۴) مناظرہ جھوک وڑھیل- بہاولپور

(۵) ازالۃ الشک عن مسئلہ فدک

(۶) مدلل جواب

(۷) حقیقت ماتم

(۸) جنازۃ الرسولؐ

(۹) بنات سید الکائناتؐ

(۱۰) اخوۃ صدیقؓ وعلیؓ

(۱۱) حقیقت فقہ جعفریہ

(۱۲) شان صدیق اکبرؓ

(۱۳) شان فاروق اعظمؓ

(۱۴) شان عثمان ذی النورینؓ

(۱۵) شان حیدر کرارؓ

(۱۶) خطبات (جمعہ وعیدین)

؎ وسعت دل ہے بہت وسعت صحرا کم ہے
اس لئے مجھ کو تڑپنے کی تمنا کم ہے

هذا آخر ما أردته من جمع الأحوال والحمد الله على كل حال، سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين. صلى الله على النبي الأمي الكريم، وعلى آله وأصحابه أجمعين.

؎ شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا
بر منتہائے ہمت خود کامراں شدم

منظوم

گلہائے عقیدت

سید کونین ﷺ تیرے جانثاروں رضی اللہ عنہم کو سلام

سید کونین تیرے جانثاروں کو سلام
یعنی گردونِ نبوت کے ستاروں کو سلام

انبیاء کے بعد شہرہ ہے ہے انہی کے نام کا
جن کی ہمت سے پھلا پھولا چمن اسلام کا
ان حجازی غازیوں کو شہسواروں کو سلام
سید کونین تیرے جانثاروں کو سلام

جن کی ہیبت سے لرزتے کفر کے ایوان تھے
جن سے لرزاں شام وروم وفارس و ایران تھے
ان خلافت راشدہؓ کے تاجداروں کو سلام
سید کونینؐ تیرے جانثاروں کو سلام

جن کا حملہ دشمنوں کو موت کا پیغام تھا
اس زمین پر کفر جن سے لرزہ بر اندام تھا
حق کی خوشنوی کے مخلص خواستگاروں کو سلام
سید کونینؐ تیرے جانثاروں کو سلام

جب کہیں باطل سے ٹکراتے تھے حق کے پاسبان
حق پرستوں کے تماشے دیکھتا تھا آسمان
ان کی تیغوں کی چمکتی تیز دھاروں کو سلام
سید کونینؐ تیرے جانثاروں کو سلام

ان کی کوشش سے ہمیں قرآن کی دولت ملی
ان کی ہمت سے رسول اللہؐ کی سنت ملی
ان خلافت راشدہؓ کے تاجداروں کو سلام
سید کونینؐ تیرے جانثاروں کو سلام

ان میں صدیقؓ وعمرؓ کی امتیازی شان ہے
سو گئے اس گھر میں جس پر خلد بھی قربان ہے
گنبد خضرا کی رونق کی بہاروں کو سلام
سید کونینؐ تیرے جانثاروں کو سلام

ہر قدم ان کا خدا کے حکم کی تعمیل تھی
ان کے ہر قول وعمل میں دین کی تکمیل تھی
ان رسولؐ ہاشمی کے رازداروں کو سلام
سید کونینؐ تیرے جانثاروں کو سلام

دیں کی خاطر کی نہ کمترؔ فکر مال وجان کی
ان صحابہ کی محبت جزو ہے ایمان کی
ان رحمۃ للعالمینؐ کے پاسداروں کو سلام
سید کونینؐ تیرے جانثاروں کو سلام
یعنی گردونِ نبوت کے ستاروں کو سلام

(شاعر تنظیم جناب خان محمد صاحب کمترؔ)

دار العلوم دیوبند

عین حق ہے جو تجھے علم کا دریا کہہ دوں
یہ بھی سچ ہے کہ تجھے گلشن تقویٰ کہہ دوں

ایشیا ہے جو انگوٹھی تو پھر اس میں تجھ کو
کیوں نہ میں ایک چمکتا ہوا ہیرا کہہ دوں

جتنے دل والے ہیں وہ تجھ پہ ہیں شیدا دل سے
کیوں نہ دل والوں کی میں تجھ کو تمنا کہہ دوں

تونے پیدا کیے محمودؒ ورشیدؒ وانورؒ
زیب دیتا ہے انہیں جس قدر اچھا کہہ دوں

ہاں بجا ہوگا کہ میں تیرے حسین احمدؒ کو
پیکرِ عشق کہوں، علمِ سراپا کہہ دوں

ہاں ترے اشرفؒ وعثمانیؒ وطیبؒ کو میں
جھوٹ کیا ہوگا، اگر فخرِ زمانہ کہہ دوں

ایک دو چار جو ہوتے تو گنا دیتا میں
حق ہے یہ، تجھ کو نوادر کا خزانہ کہہ دوں

بار بار آتا ہے گیلانی کے دل میں کہ تجھے
دلِ افرنگ میں اٹکا ہوا کانٹا کہہ دوں

(سید امین گیلانی)

اہل سنت کیلئے رحمت کا مظہر تونسوی

نور احمد کی ضیاء سے ہے منور تونسوی
علماء کی سیرتوں کا جامِ پیکر تونسوی

فاضل دیوبند. لکھنوَ فاضل عصر تمام
قلزمِ قرآن کی موجوں کا شناور تونسوی

جس جگہ حملہ ہو اصحابؓ نبیؐ کی ذات پر
اس جگہ ان کے لئے سینہ سپر ہے تونسوی

علامہ خالد ہیں جن کے زمرۂ احباب میں
علماء کی صف میں کتنے ہیں قد آور تونسوی

خوش بیاں بے مثل واعظ عصر حاضر کا کلیم
خیر کا داعی سراپا خیر بے شر تونسوی

لفظ جن کے ہیں برائے رفض تیغ بے نیام
اہل سنت کے لئے رحمت کا مظہر تونسوی

علم کے چشمے بہت ہیں علم کے دریا بھی ہیں
ہے علوم دین کا لیکن سمندر تونسوی

بھاگتا ہے رفض جس کے سایۂ توقیر سے
دبدبہ، شوکت بجا دل کا سمندر تونسوی

کاروان حق کا قائد صاحب تنظیم کل
پہلے قائد بھی تھے بہتر اب ہے بہتر تونسوی

ہم بھی عنصر ساتھ ہونگے جب پیئیں گے خلد سے
قاسم کوثر کے ہاتھوں آب کوثر تونسوی

(سید فدا حسین عنصر بخاری)

پیر کامل ہے قلندر، تونسویؒ عبدالستار

ہے علم کا گہرا سمندر، تونسویؒ عبد الستار
پیر کامل ہے قلندر، تونسویؒ عبد الستار
لکھ نہیں سکتا یہ خاکی، انکی پور منقبت
جو میرے ہے دل کے اندر، تونسویؒ عبد الستار



تنظیم کی جماعت یہ پر وقار ہے
اصحابؓ مصطفیٰؐ پر جاں نثار ہے
کہتا تھا مجھ سے حامی، مولانا قائم الدین
ہم سب کا قائدِ اعظم عبد الستار ہے

(شاعر تنظیم جناب عبدالکریم خاکی)

صدیقیت کے عشق سے سرشار تونسوی

صدیقیتؓ کے عشق سے سرشار تونسوی
ہے کفر پہ فاروقؓ کی یلغار تونسوی

سینہ سپر ہوا ہے وہ یوں رفض کے خلاف
ہے حیدر کرارؓ کی للکار تونسوی

گنگوہیؒ و نانوتویؒ کے فکر کا امیں
اسلاف باوفا کا ہے کردار تونسوی

جس کارواں کے مدنیؒ محمودؒ تھے امام
اس قافلے کا آج ہے سالار تونسوی

قرآں ہو یا حدیث یا کہ فقہ کا بیاں
ہے لکھنویؒ کے علم کا اقرار تونسوی

ہے سرفراز وسربلند خاک دیوبند
اس خاک کے انوار کا اظہار تونسوی

میں دیکھتا ہوں آج غار ثور کا سماں
یوں پڑھ رہا ہے 'إذ هما في الغار' تونسوی

اس بدعتوں کے پرفتن خزاں کے دور میں
ہے گلشن توحید کی بہار تونسوی

وہ جس سے کفر وشرک کے ایواں لرز اٹھے
ہے آج الف ثانیؒ کی للکار تونسوی

مسیلمہ کذاب ہو کہ بن سبا کوئی
ہے ان کے سر پہ دو رخی تلوار تونسوی

وہ بارہ ہوں کہ پانچ ہوں یا چار میں سے تین
ہے ان کی عفتوں کا پہرہ دار تونسوی

(ڈاکٹر محمود عالم درآنی)

نقش جس کی زندگی کے ہیں اکابر کے نقوش

مرد حق درویش سیرت اہل سنت کا امام
نام ہے عبد الستار اس کا زہے معروف نام

عصر حاضر میں ہزاروں طلاب رشید
تونسوی صاحب کا جگمگ کارواں روشن تمام

شیخ مدنیؒ لکھنویؒ کا ہے وہ درّ بے بہا
ہے وکیل اصحابؓ کا اس کی وکالت کو سلام

کوئی بھی ثانی نہیں تحقیق میں تدقیق میں
بحث وتمحیص میں ہے منفرد اس کا مقام

درس دنیا کو دیا ہے عظمت اصحابؓ کا
دل سے ہیں ممنون اس کے ذی شرف سنّی عوام

جو ہوا مد مقابل اس کا منہ کی کھا گیا
ہو کروڑی ، گوجروی یا ٹیکسلے کا بے لگام

شیر کی صورت گرجتا آیا جب میدان میں
دشمنوں کے حصے میں آئی ہے تذلیل وملام

ہے دعا علم وعمل میں عمر میں برکت رہے
حق کے داعی کا خدایا اور ہو اونچا مقام
نقش جس کی زندگی کے ہیں اکابر کے نقوش
فکر جس کی ترجماں ہے اہل سنت کی مدام
کیوں نہ فردوسی دل وجاں سے ہو اس کا احترام
گنبد خضراء سے آقا کے جسے پہنچیں سلام

(شاعر تنظیم محمد نواز فردوسی)